۱۲۱/۹۲/۸۶ء

**انت الرسول رسول اللّٰہ نعلمه**

**علیک نزل من ذی العزة الکتب**

(دیوان ابو طالب)

ترجمہ:- آپ رسول ہیں اور اللہ کے رسول ہیں ہمیں یقین ہے کہ آپ پر عزت کے مالک کی بارگاہ سے کتاب نازل کی گئی ہے

# خواجۂ بطحا حضرت ابو طالب


مصنّف

**مولانا شید اکمالی**

نام کتاب: خواجۂ بطحا حضرت ابوطالب

مصنّف: مولانا شیدا کمالی 09819263317

نظر ثانی: حبیب ملت حضرت مفتی حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ علوی

حسب فرمائش: حسین میاں باپو اُونا گجرات

سن اشاعت: ۲۰۲۰ء

کمپوزنگ: امین گرافکس (ممبئی)

تعداد اشاعت: ۱۰۰۰

ترتیب: حضرت علامہ غلام محمد تبسم بلرامپوری نعیمی کریمی حسامی چشتی
خلیفہ خاص بارگاہ سلون شریف بیگن واڑی گوونڈی

صفحات: 224

ہدیہ:



ملنے کا پتہ:

**حیات پبلیشرس** (نوی ممبئی)

08097703710, 09619934666 E-mail : hayaatp14@gmail.com

شیر خدا اکیڈمی بھوجپور، پوسٹ بیرہوا، ضلع بلرامپور (یوپی) انڈیا ۲۷۱۲۰۶

رابطہ: 09819263317

# دُعائیہ

## پیر طریقت راز دار معرفت آل نبی اولادِ علی حضرت سید غلام کبریا صاحب قبلہ
## گدی نشین درگاہ سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہٗ اجمیر شریف

**نحمدہٗ و نصلی علی حبیبہٖ و اٰلہٖ و اصحابہٖ الکریم اما بعد!**

بعد تحقیق احادیث و روایت صاحب

میرا دل قائل ایمان ابو طالب ہے

اللہ تعالیٰ کا عظیم اکرام وانعام اپنے بندوں پر ہدایت اسلام اور جادۂ مستقیم ہے جس کا اہتمام اس نے اپنے محبوب حبیب کریم رؤف ورحیم سیدنا و مولانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے پورا فرمایا اور سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عظیم الشان مشن کا تاریخ اسلام میں سب سے پہلا محافظ و معاون اور محسن سیدنا شیخ البطحاء حضرت ابو طالب کا نام مبارک ہے۔ بلکہ تمام کتب اہل سنت والجماعت اس بات پر گواہی دے رہی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دُرّ یتیمی کی پناہ گاہ آغوش حضرت ابو طالب بنی، جس کو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنی پناہ گاہ قرار دیا (**الم یجدک یتیماً فاٰویٰ** (سورۂ والضحیٰ آیت نمبر ۴) حفظ اسلام اور نصرت آقا صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی جانفشانی اس انداز میں پیش کی جس کی نظیر نہیں ملتی۔ حتیٰ کہ حضرت ابو طالب نے اپنی اولاد کو آپ کی جان مبارک سے کمتر گردانہ، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت میں پورا کا پورا خاندان قربان کر دیا۔ میرا سوال فتویٰ باز مفتیوں مولویوں سے صرف اتنا ہی ہے کہ مجھے بتاؤ کہ خندق وخیبر جس نے فتح کئے وہ کس کے فرزند

ہیں۔جس نے معرکۂ کربلا میں فساق وفجار سے دین وایمان کی حفاظت فرمائی وہ حضرت امام حسین ابن علی علیہم السلام کس کے پوتے تھے۔اور آج تک جو غوث وخواجہ کے شجرۂ طریقت میں بیعت لیتے ہیں یہ غوث وخواجہ اُنہیں عم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذرّیت ہیں۔ جن کے نور عرفان اور باطنی فیوض وبرکات سے سارا عالم اسلام مضبوط ومستحکم ہے۔میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ ذوالجلال میں پنجتن پاک اور حضرت ابوطالب کے وسیلہ سے دُعا کرتا ہوں کہ محقق کربلا عزیزم مولانا محمد فخر عالم شیدا کمالی نے جو کتاب خواجہ بطحا حضرت ابوطالب کو اپنی سعیٔ جمیلہ سے مرتب کیا ہے اور خاندان رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں اپنا یہ خوبصورت تحفہ پیش کیا ہے۔علامہ محمد فخر عالم شیدا کمالی کو دارین کی سعادتیں نصیب ہوں۔مولانا فخر عالم شیدا کمالی کو سلطان الہند خواجۂ خواجگان عطائے رسول حضور خواجہ معین الدین حسن چشتی ثم اجمیری یعنی سرکار غریب نواز رضی اللہ عنہٗ سے کافی وابستگی ہے۔

مولانا شیدا کمالی اجمیر شریف میں حاضری دیتے رہتے ہیں۔میری ان سے پرانی ملاقات ہے اس سے پہلے ان کی کئی کتابیں جیسے کربلا، مابعد کربلا، نقوش کربلا، مولائے کائنات پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ پڑھ کر دل باغ باغ ہوگیا۔میری دعا ہے کہ کل بروز قیامت انہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شفاعت کبریٰ اور حوض کوثر وتسنیم کا پانی نصیب ہو۔آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔

فقیر وحقیر سگ دربار ابوطالب گدی نشین خادم آستانہ عالیہ
حضور سیدی ومرشدی خواجہ معین الدین چشتی سنجری ثم اجمیری حسنی حسینی اجمیر شریف۔

# کلماتِ تصدیر

ازقلم مجدد تعلیمات مخدوم سمناں شیخ الہند اشرف ملت

حضرت علامہ ومولانا الحاج پیر صوفی سید محمد اشرف اشرفی جیلانی

خانقاہ اشرفیہ شیخ اعظم سرکار کلاں کچھوچھہ مقدسہ چیئر مین آل انڈیا علما ومشائخ بورڈ

الحمد لولیہ والصلوۃ علی نبیہ وعلی الہ واصحابہ المتأدبین بادابہ امابعد

بعد تحقیق احادیث وروایات نصیر

میرا دل قائل ایمان ابوطالب ہے

تاجدار بطحا خواجہ سیدنا ابوطالب بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہیتے چچا جان اور علی شیر خدا کے والد بزگوار تھے۔ انکا نام نامی عبدمناف اور کنیت ابوطالب تھی اور آپ سرزمین بطحا کے تاجدار اور قریش کی سب سے عظیم البرکت، عظیم المرتبت شخصیت اور رئیس مکہ تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی والدہ آمنہ بنت وہب اور اپنے دادا جان جناب عبدالمطلب کی وفات کے بعد آٹھ سال کی عمر سے آپ کی زیر کفالت پرورش پائی کیونکہ جناب خواجہ ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپکو بہت زیادہ چاہتے تھے جس کو قلم لکھ نہیں سکتا زبان بیان نہیں کرسکتی الفاظ اپنے اندر سما نہیں سکتے جسکا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے ایک بار شام اور بصرہ کا تجارتی سفر کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی ہمراہ لے گئے۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر تقریبا بارہ برس کے تھی۔ بحیرا راہب کا مشہور واقعہ، جس میں راہب نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت کی نشانیاں دیکھ

کر پہچان لیا تھا، اسی سفر کے دوران میں پیش آیا تھا۔ نیز خواجہ سیدنا ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حفاظت ونصرت ہر ہر گام پر ہر زویہ سے اپنے بچوں سے زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عزیز رکھتے۔ جہاں کہیں جانا ہوتا اپنے ساتھ رکھتے۔

الغرض نگہبانِ رسالت حضرت سیدنا خواجہ ابوطالب' بعثتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قبل دین ابراہیم علیہ السلام پر تھے' کتبِ تاریخ واحادیث میں ان کی بت پرستی کی ایک روایت بھی نہیں ملتی۔ آپ کی زوجہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کیا' آپ کے صاحبزادے سیدنا مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے کم عمری میں اسلام قبول کیا مگر جنابِ ابوطالب نے نہ انکو روکا اور نہ احکامِ اسلام کی بجا آوری پر ان کو کوئی تکلیف دی۔ سیرت ابن اسحاق، سیرت ابن ہشام، تاریخ طبری ضیا النبی وغیرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق وعادات اور خصائل وشمائل پر جنابِ ابوطالب کے اشعار ان کے ایمان پر سند ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمومی اعلان کے بعد بھی جنابِ ابوطالب کے دستر خوان پر کھانا کھاتے حالانکہ اعلانیہ تبلیغ کے بعد آپ نے کسی مشرک وکافر کے ساتھ کھانا تناول نہیں فرمایا۔ جنابِ ابوطالب نے دشمنان اسلام کے خلاف ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کی یہاں تک کہ شعبِ ابی طالب کے ایام میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بستر پر بدل بدل کر اپنے بیٹوں کو سلاتے تا کہ قریش آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نقصان نہ پہنچا سکیں' یہ بھتیجے کی محبت کے علاوہ اسلام سے بھی محبت کا ثبوت ہے کیونکہ بھتیجے کی محبت بیٹوں سے فوقیت نہیں رکھتی۔

تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی اپنے چچا جان سردار بطحا سیدنا خواجہ ابوطالب سے جو محبت والفت اور وارفتگی تھی اسکا اندازہ ان آنے والی سطور سے لگایا جا سکتا ہے۔

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ تاجدار کائنات

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اونٹ پر تاجدار بطحا خواجہ ابوطالب بیٹھے ہوئے تھے ذی المجاز کے مقام پر پہونچے تو جناب ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیاس لگی جناب ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا میرے بھتیجے محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے سخت پیاس لگی ہے دور و دراز تک پانی بھی نظر نہیں آتا تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی سواری سے نیچے اترے اور اپنا قدم مبارک زمین پر مارا تو زمین سے پانی کا چشمہ ابل پڑا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لیجیے چچا جان پانی پی لیجیے۔ (الشفاء بتعریف حقوق المصطفی جلد اول صفحہ 456، مدارج النبوۃ جلد اول صفحہ 243 حجۃ اللہ علی العٰلمین فی معجزات سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلد ثانی صفحہ 289 رفع الاستار عن تصرفات النبی المختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفحہ 132)

جب تاجدار رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک بارہ سال کے قریب پہونچی تو حضرت ابوطالب نے اپنے تجارتی مقاصد کے لئے رخت سفر باندھا اور روانہ ہونے لگے جب آپ جانے لگے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے اونٹ کی نکیل تھام لی اور اصرار کیا کہ آپ مجھ کو بھی اپنے ہمراہ لے چلیں مسک بزمام ناقۃ ابی طالب وقال یا عم الی من تکلنی لا اب لی ولا ام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کی اونٹنی کی نکیل تھام کر فرمایا اے میرے چچا جان آپ مجھے کس کے سپرد کر کے جا رہے ہیں نہ میرا باپ ہے نہ ماں چنانچہ جناب ابوطالب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ساتھ لے جانے کے لئے تیار ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی اونٹنی پر اپنے ساتھ سوار کیا اور کئی دنوں کی مسافت طے کرنے کے بعد آپ اپنی منزل مقصود تک پہونچ گئے (تاریخ طبری جلد ثانی صفحہ 712 سیرت الرسول جلد ثانی صفحہ 104)

ضیا الامت علامہ پیر کرم شاہ ازہری نعیمی علیہ الرحمہ رقم کرتے ہیں حضرت ابو طالب نے عمر بھر اپنی جان سے عزیز بھتیجے کی خدمات جس وفا شعاری سے انجام دیں اس کی نظیر ڈھونڈنے سے بھی ملنا مشکل ہے اعلان نبوت کے بعد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جن خارہ

گداز مصائب و آلام کا سامنا کرنا پڑا ان میں آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کبھی تنہا نہیں چھوڑا
ساری قوم کی مخالفت اور عداوت مول لی لیکن حضور کی رفاقت سے منہ نہیں موڑا اپنا اثر و
رسوخ اپنا مال و متاع اپنے اہل و عیال سب کو حضور کے لئے وقف کر دیا شعب ابی طالب کی
طویل اور روح فرسا تنہائی میں ساری مشکلات کا مردانہ وار مقابلہ کیا ہر قدم پر حضور کا ساتھ
دیا ہر نازک سے نازک مرحلہ پر دشمنوں کے ہر وار کے سامنے سینہ تان کر کھڑے ہو گئے
اپنے خطبات میں حضور کی مدح و سرائی کرتے رہے طویل قصیدے لکھے جن میں آج بھی
ہاشمی و مطلبی فصاحت کے انوار دمک رہے ہیں ان قصائد میں ایسے اشعار موزوں کئے ہیں
جنہوں نے بلغائے عرب اور فصحائے حجاز کو دم بخود کر دیا ان تمام قصائد میں حضور کی تعریف و
توصیف کے سچے موتی پروئے جن کی چمک کے سامنے آسمان کے ستارے خجل ہیں محبت و
عقیدت کے پھولوں سے ایسے گلدستے تیار کئے جن کی مہک سے آج بھی مشام جاں معطر
ہو رہی ہے جن کی نظر افروز رنگت آج بھی آنکھوں کو ضیا بخش رہی ہے ان کے سارے کلام
میں کہیں بت پرستی اور بت پرستوں کی ستائش کی کوئی چیز نہیں وہ اپنی عملی زندگی میں اسلام
دشمن طاغوتی قوتوں کے سامنے ہمیشہ چٹان بنکر کھڑے رہے جب آپ بستر مرگ پر پیک
اجل کا انتظار کر رہے تھے اہل مکہ کا وفد حاضر ہو کر گزارش کرتا ہے ہمارے اور اپنے بھتیجے
کے درمیان مصالحت کرا دیجئے مصالحت کے لئے حضور انھیں کلمہ پڑھنے کی دعوت دیتے
ہیں وہ برافروختہ ہو کر چلے جاتے ہیں حضرت ابو طالب حضور کی اس دعوت کے بارے میں
اپنی زندگی کے آخری لمحات میں یوں اظہار فرماتے ہیں واللہ ما رایتک سالتھم شططا
اور دم واپسی سے پہلے اپنے قبیلہ کے افراد کو جو جو آپ نے آخری وصیت کی ہے صرف اس
جملہ پر نظر ڈال لیجئے یا معشر قریش ابن ابیکم کونوا لہ ولاہ و لحربہ حماہ واللہ لا
یسلک احد منکم سبیلہ الا رشد و لا یاخذ احد بھدیہ الا سعد اے گروہ قریش یہ

تمہارے باپ کے بیٹے ہیں ان کے دوست بن جائے جنگوں میں ان کے حامی بن جائے خدا کی قسم تم میں سے جو شخص ان کی ہدایت کو قبول کرے گا وہ سعادت مند ہو جائے گا اس کے بعد ان کے بے شمار اشعار ہیں مندرجہ ذیل چند شعر پڑھئے اور ان کے ایمان کے بارے میں فیصلہ کیجئے۔

الم تعلموا انا وجدنا مُحَمَّد ا
نبینا کموسی حظ فی اول الکتب

کیا تم نہیں جانتے کہ ہم نے مُحَمَّد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو موسی کی طرح نبی پایا اور یہ بات پہلی کتابوں میں لکھی گئی تھی

فلسنا ورب البیت نسلم احمدا
لعزا من عض الزمان ولا کرب

اس گھر کے رب کی قسم ہم وہ لوگ نہیں کہ احمد کو تمہارے حوالہ کردیں زمانہ کی شدتوں اور تکلیفوں سے تنگ آ کر اور ایک اور قصیدہ میں شان مُحَمَّدی کو یوں اپنی کوثر و سلسبیل سے دھلی ہوئی زبان میں بیان فرماتے ہیں۔

و ابیض یستقی الغمام بوجھه
ثمال الیتمی و عصمة للارامل

وہ روشن چہرے والے جن کے چہرے کے وسیلہ سے بادل طلب کیا جاتا ہے جو یتیموں کی پناہ گاہ اور بیواؤں کی آبرو ہے وہ ہستی جس کا کردار اسلام اور پیغمبر اسلام کے بارے میں یہ تھا جس کا منظوم کلام اس قسم کے درہائے شہوار سے بھرا ہوا ہے ایسی ہستی پر کفر و شرک کا الزام لگانا کٹھن کام ہے۔(ضیا النبی جلد ثانی صفحہ 422 تا 423)

طوالت کے خدشہ سے وارث مہر علی پیر سید نصیر الدین نصیر کے ان اشعار پر اکتفا

کرتا ہوں کہ

نذر محبوب خدا جان ابوطالب ہے
ساری دنیا پہ یہ احسان ابو طالب ہے
اللہ اللہ عجب شان ابو طالب ہے
حرم کعبہ ادب دان ابو طالب ہے
مصحف روئے نبی ہے نظر میں ہردم
مرحبا خوب یہ قرآن ابو طالب ہے
ان کی آغوش کی زینت ہیں علی شیر خدا
نور احمد تہ دامان ابوطالب ہے
احترام ان کا فرشتوں کی صفوں میں بھی ہوا
جس کو دیکھو وہ ثناخوان ابو طالب ہے
مرتضیٰ ہوں کے سبطین سبھی ہیں پیارے
ہر کرن شمع شبستان ابوطالب ہے
الفت پنج تن پاک نے بخشا ہے شرف
آج کل دل مرا مہمان ابو طالب ہے
چشم بیدار ملی معرفت آگاہ نظر
درس حق خطبہ عرفان ابو طالب ہے
میں دل وجان سے ہوں مداح ابوطالب کا
جو نفس ہے وہی قربان ابو طالب ہے
ہر گل تر پہ نچھاور ہیں فلک کے تارے

پر بہار ایسا گلستان ابو طالب ہے
قابل رشک ہیں انداز ابو طالب کے
حق کا عرفان ہی وجدان ابوطالب ہے
میں کہوں گا کہ ہے محروم بڑی نعمت سے
جو کوئی دست کش خوان ابو طالب ہے
بعد تحقیق احادیث و روایات نصیر
میرا دل قائل ایمان ابو طالب ہے

(از رشحات عقیدت پیر سید نصیر الدین چشتی گولڑوی علیہ الرحمہ)

پیش نظر کتاب مستطاب مسمی بہ خواجہ بطحا سیدنا ابوطالب عزیز القدر محب اہلبیت مولانا شیدا کمالی کے نتیجہ فکر اور محنت و کاوش کا بہترین شاہکار ہے موصوف کا اسلوب تحریر اچھوتا ہے جو مؤلف کی جودت طبع اور ذوق تجسس کی واضح دلیل ہے دعا گو ہوں مولی تعالی جل جلالہ اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سیدہ فاطمہ زہرا کی چادر تطہیر کے توسل سے اس کتاب کو عوام وخواص کے لئے استفاضہ کا باعث بنائے اور موصوف کو اس سلسلہ کی مزید سعی کرنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے اور تمام قارئین کو مستفید و مستفیض فرمائے آمین بجاہ النبی الأمی الأمین علیہ أفضل الصلاۃ و أکمل التسلیم، و علی آلہ الطیبین الطاھرین وصحبہ نجوم الھدایۃ والیقین و من تبعھم بإحسان إلی یوم الدین.

وکتبہ الفقیر إلی ربہ القدیر فقیر اشرفی گدا جیلانی ابو النواز
سید محمد اشرف اشرفی جیلانی غفرلہ الباری
خانقاہ سرکارکلاں وشیخ اعظم کچھوچھہ مقدسہ 9 اکتوبر 2020 بدھ، ۲۰ محرم الحرام ۱۴۴۲ھ
مقیم حال: خانقاہ اشرفیہ شیخ اعظم سرکارکلاں کچھوچھہ مقدسہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جانشین محدث اعظم ہند، غازئ ملت حضرت علامہ

## سیّد محمد ہاشمی میاں

صاحب قبلہ اشرفی جیلانی کچھوچھہ مقدسہ (یوپی) کی

# فیصلہ کن تحریر

**الحمد لله رب العالمین والصلوٰة والسلام علی سید المرسلین و علی آله الطبین الطاهرین وابیین واصحابه الراشدین المهدیین اجمعین۔ اما بعد! فاعوذ بالله من الشیطٰن الرحیم، بسم الله الرحمن الرحیم: والله یهدی من یشاء علی صراط المستقیم۔**

علامہ محمد قیصر رضا علوی حنفی مداری مصنف رسالہ مسئلۂ ایمان حضرت ابوطالب سے پہلی مرتبہ فون پر رابطہ ہوا۔ اور انھوں نے میرے پاس مولانا شیدا کمالی کی تصنیف لطیف ''خواجۂ بطحا حضرت ابوطالب'' بھیجا۔ اور خواہش ظاہر کی کہ میں اس کتاب کے تعلق سے کچھ لکھوں۔ مولانا شیدا کمالی سے تادمِ تحریر کوئی رابطہ نہیں رہا، پھر بھی کتاب کے موضوع سے متاثر ہوکر اور علامہ محمد قیصر رضا کے حسن استدعا کی وجہ سے فوراً قلم اٹھایا اور قلم برداشتہ اپنا نظریہ لکھ کر بھیج دیا۔ اور ایسا میں کیوں نہ کرتا، کیونکہ کہنے والا، قیصر روم، نہیں بلکہ قیصر رضا ہے۔ اور اس کے سر پر قطب المدار کا روحانی دست مبارک ہے۔

زیر عنوان، حضرت ابوطالب کی وصیت قریش کے نام، قابل مطالعہ اور قابل تسلیم ہے۔ کیونکہ ایسی وصیت وہی کرسکتا ہے جو مرد مومن ہو، جس کے دل کی گہرائی میں محبت

رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہو۔ تاریخی حقیقت کو سامنے رکھئے، کعبۃ اللہ عہدِ جاہلیت میں بھی مرکز عبادت اور مرجعٔ خلائق تھا۔ قرب وجوار میں اُسی کو سردار مانا جاتا تھا جو متولی کعبہ ہوتا تھا۔ مشرکین بھی متولئ کعبہ کو اہمیت دیتے تھے۔ اسی لئے حضرت عبدالمطلب، حضرت ابوطالب اور حضرت عباس مومن ہوتے ہوئے بھی اپنے ایمان کا اظہار مشرکین کے سامنے نہیں کیا۔ تاکہ ان حضرات کی تولیت کعبہ ہاتھ سے نہ نکل جائے، اور کعبہ کی تولیت مشرکین کے ہاتھ میں نہ چلی جائے۔ جس کعبہ کی تعمیر ان حضرات کے دادا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مقدس ہاتھوں سے ہوئی۔ اس کی خدمت کا حق، منکرین حضرت ابراہیم کے ہاتھوں میں کیسے جانے دیتے؟ جو بھی اپنے ایمان کا اعلان کرتا تھا، مشرکین اس سے سارے رابطے توڑ دیتے تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوطالب اور حضرت عباس کو اپنے محبوب کے لئے ڈھال بنایا تھا۔ متولئ کعبہ کے روپ میں مشرکوں کو رابطہ میں رکھیں اور مومن کے رُوپ میں نبی کریم کی حفاظت واعانت کا فریضہ بھی انجام دیتے رہیں۔ یہی حال حضرت عباس کا بھی تھا۔ حضرت ابوطالب کے بعد حضرت عباس متولئ کعبہ بنے اور جب تک فتح مکہ اور تطہیر کعبہ کی تکمیل نہیں ہوئی انھوں نے بھی اپنا ایمان پوشیدہ رکھا۔

ایک اہم بات ذہن نشین کراتا چلوں کہ مذکورہ احتیاط صرف مشرکین اور مخالفین کے سامنے رہتا تھا، مگر اپنے اہل خانہ میں اپنے ایمان کا اظہار کھلے الفاظ میں کرتے تھے۔

ملاحظہ فرمائیں وصیت ابوطالب: علامہ محمد قیصر رضا علوی حنفی مداری کی کتاب، مسئلۂ ایمان ابوطالب، میں تحریر فرماتے ہیں:

''میں تمہیں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بارے میں نیکی کی وصیت کرتا ہوں، کیونکہ وہ قریش کے امین اور عالم عرب میں صادق ترین (سب سے زیادہ سچے اور راست باز) فرد ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان تمام صفات محمودہ کے حامل ہیں۔ جن کی میں نے تمہیں تلقین کی، وہ

ہمارے لئے ایسی چیز لائے ہیں جس کو قلب قبول کرتا ہے، جبکہ دوسروں کی ملامت کے خوف سے زبان اس کا انکار کرتی ہے۔

محقق علی الاطلاق سیّدنا عبدالحق محدث دہلوی مدارج النبوہ میں فرماتے ہیں:

من وصیت می کنم شمارا بہ محمد خیر را زیرہ کہ وے امین است درقریش وصدیق است درعرب، ووے جامع است ہمہ چیز راوصیت می کنم بداں بتحقیق آوردہ است امرے کہ قبول کردہ است آں رادلہا، وانکارکردہ است زبان ہااز جہت ترک ملامت۔

یعنی: میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بھلائی کرنا، کیونکہ یہ قریش میں امین اور عرب میں صدیق ہیں۔ اوران تمام تر صفات کے جامع ہیں جو میں نے وصیت میں بیان کی ہے۔ اور جو پیغام آپ لائے ہیں، میں نے اسے دل سے قبول کرلیا ہے۔ مگر مخالفین کے ملامت کی وجہ سے زبان پرنہیں لاتا۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے ماخوز حضرت ابوطالب کا قول اور اسکا پس منظر:

''جب حضرت ابوطالب کی وفات کا وقت قریب آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے پاس تشریف لائے جبکہ ابوجہل اور عبداللہ بن امیہ وہاں موجود تھے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے چچا، لا الٰہ الا اللہ کہہ دیجئے۔ میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں اس کی گواہی دونگا، پس ابوجہل اور عبداللہ بن امیہ نے ملت عبدالمطلب پر قائم رہنے کی ترغیب دی۔۔۔۔۔۔۔۔حضرت ابوطالب کا آخری کلمہ یہ تھا کہ میں ''ملت عبدالمطلب پر ہوں''۔

یہ حقیقت ناقابل انکار ہے کہ حضرت عبدالمطلب اہل توحید ہیں۔ اور ملت عبدالمطلب شرکیات سے پاک اور نظریہ توحید پر مبنی ہے۔ جب ابوجہل اور عبداللہ بن امیہ جیسے مشرک نے ملت عبدالمطلب پر رہنے کی ترغیب دی تو مدبر اعظم حضرت ابوطالب کو اچھا موقع مل گیا۔ ''ملت عبدالمطلب'' کہہ کر بوجہلیوں کو خاموش کردیا۔ اور عقیدۂ توحید کا اعلان

ملت عبدالمطلب کے الفاظ سے کر دیا۔اسی حکمت علی کا نتیجہ تھا کہ حضرت ابوطالب کے بعد ان کے بھائی حضرت عباس کو کعبہ کی تولیت ملی۔اوراس طرح خانوادۂ نبویہ کی مذہبی بالا دستی قائم رہی۔اہل خانہ کا سربراہ دل کی باتیں گھر والوں سے کہتا ہے۔حضرت ابوطالب اپنی ظاہری حیات میں اہل خانہ سے کہتے ہیں۔

۱) اگر تم محمد کی باتیں سنتے رہے تو ہمیشہ خیر پر رہو گے اور جو یہ حکم دیں اس کی تابعداری کرو۔

۲) یہ جو پیغام لیکر تشریف لائے ہیں میں نے اسے دل سے قبول کرلیا ہے۔مگر اس بات کو ان کے مخالفین کی وجہ سے زبان پر نہیں لاتا۔ یہ کیا قولِ مشرک ہوسکتا ہے؟

**فاعتبروا یااھل الا بصار۔**

مزید معلومات درکار ہوتو اسیر گیسوئے اہلبیت علامہ محمد قیصر رضا علوی حنفی مداری کی تحقیق ''مسئلہ ایمان حضرت ابوطالب'' اور غلامِ غلامانِ اہلبیت مولانا شیدا کمالی کی کتاب ''خواجۂ بطحا حضرت ابوطالب'' کا مطالعہ ضرور کریں۔

فقہ حنفی کی انسائیکلوپیڈیا ''فتاویٰ رضویہ'' کا مطالعہ میں خصوصیت سے کرتا رہا اور ''تفقہ فی الدین'' کا لوہا مانتا رہا۔واقعی اعلیٰ حضرت کی فقہی بصیرت کا آج کوئی جواب نہیں ہے۔اسی لئے اس میں جب یہ دیکھا کہ اعلیٰ حضرت،فتاویٰ رضویہ میں ''سبع سنابل'' مصنفہ آفتابِ چشتیاں میر عبدالواحد بلگرامی کے بارے میں فرماتے ہیں ''کتاب سبع سنابل بارگاہ رسالت میں مقبول ہے''۔(فتاویٰ رضویہ جلد ۲۸،صفحہ ۴۸۵،وجلد ۱۴،صفحہ ۶۵۸)

مقبولیت کی سند دیکھنے کے بعد سبع سنابل پڑھنے کا شوق بڑھتا گیا۔آخر کار کتاب مل ہی گئی۔(جب سبع سنابل صفحہ ۹۰،۹۱،ایڈیشن ۲۰۱۱ء،رضوی کتاب گھر دہلی) پر نظر پڑی تو حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب،سیدہ آمنہ والدۂ رسول مقبول اور جناب ابوطالب بن

عبدالمطلب کے تعلق سے میر عبدالواحد بلگرامی نے جو حدیث لکھی ہے وہ نظر آئی۔آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) ''مخدوم سعد نے مجمع السلوک میں تحریر فرمایا ہے کہ میں نے یہ کلام اُمّ المعانی میں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا۔''علی تم نے سنا کہ کل خدائے تعالیٰ نے مجھے کیسی بزرگی عطا فرمائی''۔عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ''نہیں''۔

فرمایا۔''کل میں نے (کرم خداوندی کا) دامن تھاما اور اپنے والدین اور ابوطالب کی بخشش چاہی۔فرمان جاری ہوا کہ ہمارے یہاں کا فیصلہ تو اٹل ہے کہ جو میری وحدانیت پر اور تمہاری رسالت پر ایمان نہ لائے اور بتوں کو چھوٹا نہ مانے اسے جنت عطا نہ فرماؤں گا۔اور نہ اسے دوزخ سے چھٹکارا دوں۔مگر فلاں شعبہ یعنی ٹیلہ پر تشریف لے جائیں اور اپنے والدین اور ابوطالب کو آواز دیں۔وہ زندہ ہوکر آپ کے روبرو حاضر آئیں گے آپ انہیں ایمان کی طرف لائیں وہ آپ پر ایمان لائیں گے تو میں عذاب سے انھیں چھٹکارا دوں گا۔میں نے ایسا ہی کیا اور بلندی پر گیا۔اور میں نے کہا اے میری ماں، اے میرے باپ، اے میرے چچا۔۔۔تینوں مٹی سے سر اور بدن جھاڑتے نکلے۔میں نے ان سے کہا کہ میں جس چیز کے ساتھ مبعوث فرمایا گیا ہوں تمہیں اس کی حقیقت معلوم ہے اور خدا کی وحدانیت بھی تم پر ثابت ہے اور بتوں کا باطل ہونا بھی تم سے پوشیدہ نہیں ہے۔سب نے جواب دیا کہ بے شک ہمیں بالتحقیق یہ معلوم ہو چکا کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے ارو بت باعمل ہیں اور آپ اس کے رسول برحق ہیں، اس پر ان پر مغفرت کی کرامت نازل ہوئی۔اور وہ خوشی خوشی اپنی قبروں میں واپس چلے گئے اور یہ ایمان اور مغفرت کی خصوصیت بھی انہیں کیلئے ہے۔کسی اور کو اس پر قیاس نہیں کرنا چاہئے۔(سبع سنابل شریف صفحہ ۹۰،

۹۱، ایڈیشن ۲۰۱۱ء، رضوی کتاب گھر دہلی)

(۲) تفسیر روح البیان میں ہے۔ جلد ۲، صفحہ ۵۲۳۔ **یقول الفقیر ا قدشبعنا الکلام فی الیمان ابوی النبی علیه السلام و کذا ایمان عمه ابی طالب وجده عبدالمطلب بعد الحیائ۔** یعنی فقیر کہتا ہے کہ مجھے ایسا کلام پہونچا ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے ایمان لانے کے متعلق کلام ہے جیسا کہ آپ کے چچا ابوطالب اور دادا عبدالمطلب کو زندہ ہوکر ایمان لانے کے متعلق آیا ہے۔

(۳) تفسیر روح البیان ۳/۴۱۶،

**وقد جاء فی بعض الروایات ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لما عاد من حجة الوداع احیی اللّٰہ له' ابویه وعمه فامنوا به۔** اور بے شک بعض روایات میں آیا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع کے موقع پر تشریف لائے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے آپ کے والدین اور چچا ابوطالب کو زندہ فرمایا اور آپ پر ایمان لائے۔

(۴) **ومن معجزاتهٖ احیاء الموتی و کلامهم معه وفی الجز ان اللّٰہ تعالیٰ احییٰ له' ابویه وعمه اباطالب فامنا به۔ (اذکره القرطبی فی التذکرة النعمة الکبری علی رسالة فی مولد آدم" از علامه ابن حجر)**

یعنی روایت میں آیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے آپ کے والدین اور آپ کے چچا ابوطالب کو زندہ فرمایا اور وہ آپ پر ایمان لائے۔ (امام قرطبی نے اپنی کتاب میں یہ روایت بیان کی ہے)۔

(۵) **کذالک ذکر سلمة بن سعید الجعفی ان اللّٰہ تعالیٰ احیاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمه اباطالب وآمن به کراماته ومعجزاته اکثر من ذالک** (مختصر تذکرہ قرطبی مطبوعہ مصر: ص۶)

یعنی تذکرہ قرطبی میں آمان عبداللہ قرطبی نے یہ روایت نقل فرمائی ہے۔ جیسا کہ سلمہ بن سعید جعفی نے بیان فرمایا ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے ان کے چچا ابوطالب کو زندہ فرما کر انہیں دوبارہ دولت ایمان سے مشرف فرمایا اور اس قسم کی کرامتیں اور معجزات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اکثر ظاہر ہوا کرتے تھے۔

(۶) عمدۃ القاری شرح بخاری جلد ۱۸ / ۲۷۶ ملاحظہ فرمائیں۔

**وقال قرطبی وقد سمعت ان اللّٰہ احیی عمه اباطالب فاٰمن به وروی سهیلی فی الروض بسنده ان اللّٰه احیاء النبی وآباه فآمنا به۔**

اور فرمایا قرطبی نے اور بیشک سنا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کے چچا ابوطالب کو زندہ فرمایا۔ پس وہ ایمان لائے اور روایت بیان کی سہیلی نے اپنی کتاب الروض میں سند کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کی والدہ اور والد کو زندہ فرمایا تو وہ آپ پر ایمان لائے۔

(۷) (تفسیر ساوی مطبوعہ مصر ۱۸۳) میں ہے

**وقیل انه احیٰ واسلم ثم مات ونقل هٰذا القول بعدض الصوفیة**

امام صاوی مالکی زیر آیت انک لاتهدی (حضرت ابوطالب کے تعلق سے) فرماتے ہیں: کہ انہیں زندہ کیا اور وہ اسلام لائے اور پھر فوت ہوئے اور یہ قول بعض صوفیہ نے نقل فرمایا ہے۔

جو قول وعمل بالکل آخر میں ہوتا ہے وہی ناسخ ہوتا ہے پہلے والے قول وعمل کا اب آقا علیہ السلام کا آخری قول وعمل نقل کرتا ہوں۔ کہ بلندی پر کھڑے ہو کر اپنے والدین اور چچا ابوطالب کو بلایا اور تینوں حضرات اپنی اپنی قبروں سے نکل کر زندہ کی صورت وحقیقت کے ساتھ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ ایمان لائے اور اپنی اپنی قبروں میں چلے گئے۔

حضرت ابو طالب مکہ میں ایمان لائے یا نہیں۔ شعیب ابی طالب میں مظالم کفار و مشرکین کو جھیلتے وقت مومن تھے یا نہیں۔ انتقال فرماتے وقت ایمان لائے یا نہیں اور کفر ابی طالب بتانے والی تمام روایات سب ابو طالب کے انتقال سے پہلے کی ہیں۔ اور آقا علیہ السلام کی معجزانہ شان کی وجہ سے، آقا علیہ السلام کا بلانا، آواز دینا، تینوں حضرات کا قبروں سے نکل کر دست مصطفیٰ پر ایمان لانا، پچھلی تمام روایات کو منسوخ کر دیا۔ اب میر عبدالواحد بلگرامی کی طرح ہمیں بھی مان لینا چاہیئے کہ شیخ بطحا ائمہ طاہرین کے جد کریم، جناب ابو طالب آج بھی قبر میں ایمان کے ساتھ ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے ایمان پر تمام علماء اور مشائخ کا اتفاق ہے پھر انھیں سے قبر سے زندہ کیوں اٹھایا گیا اور ساتھ میں ابو طالب کیوں؟

حضرت ابو طالب نے ابو جہل اینڈ کمپنی سے اپنا ایمان چھپا رکھا تھا اور جس مضبوط مصلحت کی وجہ سے ایمان ظاہر نہیں کیا۔ آقا علیہ السلام کو وہی ظاہر کرنا تھا۔ اور ظاہر ہو جانے کے بعد اہل شریعت کو ایمان ابو طالب تسلیم کرنے میں نہ کوئی شک ہوگا اور نہ تردد۔ کیونکہ حکم شرع ظاہر پر ہوتا ہے۔

اور والدین کو قبروں سے اسلئے بلایا، کلمہ پڑھایا، وہ ایمان لائے کیونکہ والدین نے اپنے نور نظر کو نبی اور رسول کے روپ میں ماتھے کی آنکھوں سے نہیں دیکھا تھا۔ تو سراپا معجزہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے والدین کو شرف دیدار بخشا۔

والدین اور چچا ابو طالب کو قبر سے نکال کر دوبارہ زندہ کیا گیا تاکہ ان پر بھی زندوں کے احکام جاری ہوں۔ اب جب تینوں حضرات نے زندہ رہتے ہوئے اپنی ماتھے کی آنکھوں سے رسول اللہ کو دیکھا اور پھر بحالت ایمان واصل بحق ہوئے تو اس معجزۂ رسول نے تینوں حضرات کو وہ ساری شرطیں عطا کر دیں جو صحابیٔ رسول ہونے کیلئے ضروری ہوتی

ہے۔(ا: دیدار مصطفیٰ، ۲: موت علی الاسلام)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی کے نزدیک صرف عالم ومفتی نہیں بلکہ ''محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی ہیں'' اور وہ تو حیات ظاہری میں ہی ایمان ابوطالب کے قائل ہیں۔

(۸) مدارج نبوۃ جلد ۲ صفحہ ۶۸، حضرت محقق دہلوی فرماتے ہیں:

''عباس بسوئے وے دید کہ می جنباند لبہائے خود راپس گوش نہاد عباس بسوئے او، اوگفت بآنحضرت علیہ السلام یا ابن اخی واللہ بتحقیق گفت برادر من کلمہ را کہ امر کردی تو اورا''۔

یعنی حضرت عباس نے انکی طرف دیکھا کہ ابوطالب کے لب ہل رہے ہیں حضرت عباس نے اپنے کان کوانکے لب پر رکھے اور سنا کہ وہ کلمہ پڑھ رہے ہیں۔حضرت عباس نے آنحضرت علیہ السلام سے عرض کیا کہ اے میرے بھائی کے بیٹے، اللہ کی قسم میرے بھائی نے وہ کلمہ پڑھ لیا جس کا آپ نے انہیں حکم دیا تھا۔

(۹) مدارج النبوۃ ج ۲، صفحہ ۲۵، شیخ محقق دہلوی فرماتے ہیں:

''نیز می آرند عباس سرخود را نزد او بروبشنید از وے کلمہ شہادت بحضرت رسانید ہمیں گفت اسلم عمک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پس خوشحال شد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عباس نے اپنا سر ابوطالب کے قریب کیا اوران سے کلمہ شہادت سنکر آنحضرت علیہ السلام سے عرض کیا یارسول اللہ آپ کے چچا (ابوطالب) نے اسلام قبول کرلیا۔ یہ سنکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اظہار مسرت فرمایا۔

(۱۰) معارج النبوۃ جلد دوم میں ہے:

''از اہلبیت ایشاں کہ اتفاق دارند برآنکہ ابوطالب بایمان رفتہ''۔

یعنی اہلبیت سے مروی ہے کہ ان تمام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت ابوطالب نے ایمان کے ساتھ انتقال فرمایا ہے۔

(۱۱) روضۃ الاحباب میں محدیث جمال الدین فرماتے ہیں:

''صاحب جامع الاصول آوردہ کہ زعم اہلبیت پاک آنست کہ ابوطالب مسلمان از دنیا رفتہ۔ یعنی صاحب جامع الاصول کا موقف یہ ہے کہ اہلبیت پاک کے مطابق حضرت ابوطالب اس دنیا سے مسلمان گئے ہیں۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے:

**عن سعید ابن مسیب عن ابیه قال لما ابوطالب الوفاة دخل علیه النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعندابی جهل وعبدالله بن امیة فقال رسول الله یاعمر قل لا اله الا الله کلمة اهدلک بها عند الله فقال ابوجهل و عبدالله بن امیة یا اباطالب اترغب عن ملة عبدالمطلب فلم یزل رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یعرفها علیه یعید انهم بتلک المقالة حتّٰی قال ابوطالب آخر ماکلمهة علی ملة عبدالمطلب قال رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَاللّٰه لا ستغفرن لک مالم انه عند فانزل الله تبارک وتعالیٰ مَاکَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ آمَنُوْا اَن یَّسْتَغْفِرُوْا وَالْمُشْرِکِیْنَ وَلَوْکَانُوْا اُوْلِی الْقُرْبیٰ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ۔ (الآیة) اِنَّکَ لَاتَهْدِی مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ (بخاری ۲/ ٦٧٥، اور مسلم ۱/ ۱۰۸)**

ترجمہ:۔ سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ جب ابوطالب کی وفات کا وقت قریب آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے پاس تشریف لائے جبکہ ابوجہل اور عبداللہ بن امیہ وہاں موجود تھے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے چچا لا الٰہ الا اللہ کہہ دیجئے میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں اس کی گواہی دونگا۔ پس ابوجہل اور عبداللہ بن امیہ نے ملت عبدالمطلب

پر قائم رہنے کی ترغیب دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کلمہ توحید پیش فرمایا۔ اور دونوں طرف سے تکرار جاری رہی حتی کہ ابو طالب کا آخری کلمہ یہ تھا کہ میں ملت عبد المطلب پر ہوں۔ (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا خدا کی قسم میں تیرے لئے اس وقت تک استغفار کرتا رہوں گا جب تک کہ مجھے روکا نہ جائے۔۔۔۔۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ (نبی اور مومنوں کی شان کے لائق نہیں کہ وہ مشرکین کیلئے استغفار کریں۔ خواہ وہ ان کے کتنے ہی قریبی ہوں جبکہ انھیں معلوم ہو چکا ہے کہ وہ دوزخی ہیں۔

اور یہ آیت کہ (محبوب آپ جیسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے یہ تو اللہ تعالیٰ کا کام ہے جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے)۔

یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ حضرت عبد المطلب اہل توحید ہیں اور ملت عبد المطلب شرکیات سے پاک اور نظریہ توحید پر مبنی ہے۔ آقا علیہ السلام نے دعوت توحید دی۔ ابو جہل اور عبد اللہ بن امیہ نے ملت عبد المطلب پر رہنے کا اصرار کیا۔ شیخ بطحا کو اچھا موقعہ مل گیا۔ ملت عبد المطلب کہہ کر بوجہلیوں کو خاموش کر دیا۔ اور عقیدۂ توحید کا اعلان ملت عبد المطلب کے الفاظ سے کر دیا۔

لیکن آیت کریمہ (مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا) کو حضرت ابو طالب کے حق میں کہنا، بہت بڑی زیادتی ہے کیونکہ اس آیت کا نزول حضرت ابو طالب کے وصال کے تقریباً دس سال بعد مدینہ منورہ میں ہوا ہے، پھر اس کا تعلق حضرت ابو طالب سے بتانا، کہاں کی دیانت علمی ہے؟۔

جب حضرت ابو طالب کی وفات کا وقت قریب تھا جیسا کہ حدیث صحیحین میں ہے۔ اس وقت مذکورہ آیت کریمہ نازل نہیں ہوئی تھی۔ یہ آیت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے پھر اس کو ابو طالب سے کیوں جوڑا جا رہا ہے؟

اب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی کے تیسرے ممدوح جنکا نام نامی اسم گرامی ''حضرت قاضی سید احمد دحلان مفتی مکہ شریف ہے۔اوران کی علمی شان اتنی بلند و بالا ہے کہ یہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کے بھی استاذ محترم ہیں۔۔۔۔۔۔۔فتاویٰ حسام الحرمین جوآج مسلک حقہ اہلسنّت و جماعت کیلئے معیار ہے۔فتاویٰ حسام الحرمین میں حرم مکہ اور حرم مدینہ کے تمام علماء اور مفتیان کرام کے سرخیل حضرت قاضی سید احمد دحلان مکی ہیں۔۔۔۔ حفظ الایمان،تحزیر الناس اور براہین قاطعہ کے خلاف قلمی جہاد رہا اس کے امیر لشکر یہی مفتی مکہ رہے۔اعلیٰ حضرت کو بھی ان کی شاگردی کا شرف حاصل ہوا ہے۔اب دیکھنا ہے کہ ایمان ابوطالب کے تعلق سے فتاویٰ حسام الحرمین کی جان سید احمد دحلان کا کیا موقف ہے؟

اس آیت مبارکہ سے متعلق پہلی بات تو یہ ہے کہ اس کا شان نزول حضرت ابوطالب کی وفات کے تقریباً دس سال بعد مدینہ منورہ میں ہوا ہے۔

(۱۲) اسنی المطالب صفحہ ۱۷،مطبوعہ مصر،مصنف استاذ العلماء مفتی مکہ معظّمہ قاضی سید محمد دحلان مکی فرماتے ہیں:

**اِنّھَا نَزَلَتْ فِیْ اِسْتِغْفَارِ اُنَاسٍ لِاٰبَائِھِمُ الْمُشْرِکِیْنَ لَا فِیْ اَبِیْ طَالِبٍ۔** یعنی بے شک یہ(آیت کریمہ ما کان للنبی)ان لوگوں کیلئے نازل ہوئی ہے جو اپنے مشرکین آباء کیلئے استغفار کرتے تھے اور یہ ابوطالب کے حق میں نہیں ہے۔

(۱۳) تفیسّر قرطبی میں ہے:

**وَقَالَ الْحُسَیْنُ بْنُ الْفَضْلِ وَھٰذَا بَعِیْدٌ لِاَنَّ السُّوْرَۃَ مِنْ آخِرِ مَا نَزَلَ الْقُرْآنُ وَ مَاتَ اَبِیْ طَالِبٍ فِیْ عُنْفُوَانِ الْاِسْلَا مِ بِمَکَّۃَ۔**

یعنی:اور کہا حسین بن فضل نے کہ یہ بعید ہے کیونکہ یہ سورۃ مبارکہ قرآن کے آخر پر نازل ہوئی ہے اور حضرت ابوطالب کا انتقال مکہ میں شروع اسلام کے ساتھ ہوا تھا۔

(۱۴) تفسیر کشاف جلد ۲، صفحہ ۳۱۵، مطبوعہ بیروت میں ہے:

**وھٰذا اصحُّ لانَّ موتَ ابی طالبٍ کان قبل الھجرۃِ وھٰذا آخرُ ما اُنزِلَ بالمدینۃِ۔** یعنی اور یہ صحیح ترین ہے کہ حضرت ابوطالب کا انتقال ہجرت سے پہلے ہوا اور یہ آیت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔

(۱۵) تفسیر مراح لبید جلد اوّل صفحہ ۳۵۷، مطبوعہ مصر میں ہے:

**فَظَھَرَہٗ بِھٰذَا الْاَخْبَارِ اَنَّ الْاٰیَۃَ نَزَلَتْ فِیْ اِسْتِغْفَارِ الْمُسْلِمِیْنَ لَاَقَارِبِھِمُ الْمُشْرِکِیْنَ لَانَزَلَتْ فِیْ حَقِّ اَبِیْ طَالِبٍ لِاَنَّ ھٰذَا سُوْرَۃُ کُلُّھَا مَدِیْنَۃ نَزَلَتْ بَعْدَ تَبُوْکٍ وَبَیْنَھَا وَبَیْنَ مَوْتِ اَبِیْ طَالِبٍ نَحْوَ اِثْنٰی عَشَرَ اسَنَۃً۔**

یعنی: پس یہ ظاہر خبریں ہیں اس آیت کے متعلق کہ اسکا نزول ان مسلمانوں کے حق میں ہے جن کے قریبی مشرک تھے۔ نہیں نازل ہوئی یہ ابوطالب کے حق میں۔ یقیناً یہ سورہ پوری کی پوری مدنی ہے۔ اور اس کے نزول بعد تبوک اور ابوطالب کی موت کے درمیان بارہ سال کا وقفہ ہے۔

(۱۶) حضرت امام فخرالدین رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں:

**اعلم ان فی قولہٖ تعالیٰ اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ**

**مسائل: المسئلۃ الاولیٰ: ھٰذا الاٰیۃ لا دلالۃ ظاھرھا علی کفر ابی طالب۔** جان لیجئے کہ بے شک **اِنَّکَ لَاتَھْدِیْ اِلٰی آخِر (الاٰیۃ)** اس میں کئی مسئلے ہیں۔ پہلا مسئلہ اس آیت میں ظاہر طور پر ابوطالب کے کفر پر کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔

(۱۷) تفسیر مراح لبید ج ۲، صفحہ ۱۴۲، مطبوعہ مصر میں ہے:

**اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ وَھٰذا الایۃ لا دلالۃ فی ظاھرھا علی کفر ابی طالب لا ن**

**اللّٰہ ھو الذی ھداھم بعد ان الیس منہ النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم اما الحدیث الدلالۃ علی عذابہ ودخولہٖ فھو الترک النطق بالشھادۃ ان اعتد بہ فالعذاب یکون فی مقابلۃ ترک فرض آخر ومایدل علی انہ آمن برسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم انہ قدوصی عند موتہٖ باتباغ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم۔**

ترجمہ:۔(انک لاتہدی) یہ آیت ظاہری طور پر کفر ابی طالب پر دلالت نہیں کرتی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ابوطالب کو ہدایت دے دی تھی جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ سے مایوس ہو گئے تھے اور وہ حدیث جو آپ کے عذاب اور جہنم میں داخل ہونے پر دلالت کرتی ہے وہ اس لئے بھی ہو سکتی ہے کہ انھوں نے شہادت کو (علی الاعلان) بیان نہ کیا۔ اگر اس کو بھی شمار کر لیا جائے تو یہ عذاب دوسرے فرض کے ترک کرنے کا معاملہ ہوگا۔ اور آپ کے ایمان لانے پر اہم ترین دلیل یہ ہے کہ آپ نے اپنے وفات کے وقت حضور پر ایمان لانے کی وصیت کی تھی۔

(۱۸) طبقات ابن سعد، تفسیر کشاف، تفسیر کبیر اور خصائص کبریٰ ۲۱۵ر میں ہے:

**عن عبداللّٰہ بن ثعلبہ بن صغیر العزری ان اباطالب لما حضرۃ الوفاۃ دعا بنی بعدالمطلب فقال لن تزالوا بخیر ما سمعتم من محد و ما اتبعتھم امرہ فاتبعوہ' واعینوہ ترشدواء۔**

عبداللہ بن ثعلبہ بن صغیر العزری روایت بیان کرتے ہیں کہ جب ابوطالب کی وفات کا وقت آیا تو آپ نے بنو عبدالمطلب کو جمع کر کے فرمایا: ''اگر تم محمد کی باتیں سنتے رہے تو ہمیشہ خیر پر رہو گے اور جو یہ حکم دیں اس کی تابعداری کرو ان کی اطاعت کرو فلاح پاؤ''۔

(۱۹) علامہ علی ابن برہان الدین شافعی انسان العیون میں لکھتے ہیں:

"عن مقاتل ان اباطالب قال قبل موتہ یا معشر بنی ہاشم الطیعوا

محمد و صدقوا ترشدوا"۔

مقاتل سے روایت ہے کہ ابو طالب نے وفات کے وقت بنی ہاشم کو وصیت کی اور فرمایا تم محمد کی اطاعت کروانکو سچا جانو ہدایت پا جاؤ گے۔

(۲۰) روض الانف ۲۵۹

وانی اوصیکم لمحمد خیرا فانہ' الامین فی قریش والصدیق فی العرب وہو جامع لکی اوصیتکم بہ وقد جاء بامر قلبہ الجنان وانکرہ اللسان مخالفہ الشنان۔

یعنی: اور میں تمہیں محمد کے ساتھ خیر اور بھلائی کی وصیت کرتا ہوں یہ قریش میں امین اور عرب میں صدیق ہیں۔ اور ان تمام تر صفات کے جامع ہیں جن کا میں نے وصیت میں ذکر کیا ہے یہ جو پیغام لیکر تشریف لائے ہیں میں نے اسے سچے دل سے قبول کرلیا ہے مگر اس بات کو ان کے مخالفین کی وجہ سے زبان پر نہیں لاتا۔

(۲۱) مدارج النبوۃ ۲ / ۸۴ محقق دہلوی فرماتے ہیں:

"من وصیت می کنم شمارا بہ محمد خیر را زیرا کہ وے امین است در قریش و صدیق است در عرب و وے جامع است ہر چیز را وصیت می کنم بداں بتحقیق آوردہ است امرے کہ قبول کردہ است آں را دلہا و انکار کردہ است زبان ہا از جہت ترک ملامت۔

یعنی: میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ محمد کے ساتھ بھلائی کرنا، کیونکہ یہ قریش میں امین اور عرب میں صدیق ہیں اور ان تمام تر صفات کے جامع ہیں جو میں نے وصیت میں بیان کی ہے اور جو پیغام آپ لائے ہیں میں نے اسے دل سے قبول کرلیا ہے مگر مخالفین کی وجہ سے زبان پر نہیں لاتا۔

کیا صدیق اکبر، فاروق اعظم، ذوالنورین اور شیر خدا سے لیکر امام حسن عسکری تک

کسی نے خواجۂ بطحا، عمران ذی شان حضرت ابوطالب کی تکفیر کی؟

کیا اولیائے صدیقین میں کسی نے حضرت ابوطالب کو کافر کہا؟

غوث الاغواث، قطب الاعلیٰ ، الانسان الکامل، عطائے رسول ہند الولی، محبوب الٰہی یا بانیان سلسۂ برکاتیہ کے کسی مرشد کامل نے شیخ بطحا کو کافر کہا؟

اہلبیت اطہار میں کسی نے بھی تکفیر نہیں کی۔ پھر میں نے حضرت ابوطالب کی طرف کفر کیوں منسوب کیا۔ برسوں پہلے میرے قلم سے یہ جملہ نکلا اور شائع ہو گیا۔

''جس طرح خاندان بنی ہاشم میں ابولہب جیسے گرم اور ابوطالب جیسے نرم کافروں کا وجود رہا ہے اسی طرح حاندان بنی امیہ میں بھی گرم اور نرم کافروں کا وجود تھا''۔

حضرت ابوطالب نرم کافروں میں نہیں ہیں بلکہ سید کائنات کے سرگرم محسنوں میں نام ہے۔ میں نے کافر لکھا اس کی معافی سب سے پہلے سید المرسلین سے، مولا علی مشکل کشا سے، خاتون جنت فاطمہ زہراء سے اور اپنے جد کریم حسن مجتبیٰ اور شہید کربلا سے معافی کی مقبولیت کی گزارش ہے۔

حضرت ابوطالب کو ''نرم کافر'' لکھنا اور اسے شائع کرنا، میری کھلی خطا ہے اور بہت پر امید ہوں کہ ابوالائمہ، قوت پروردگار کے والد ذی وقار، آقا علیہ السلام کا حصار حضرت ابوطالب اپنے گھر کے ایک نادان کی غلطی کو ضرور معاف فرما دیں گے۔ اپنی اس توبہ میں صحابہ کرام اور اہلبیت اطہار کو وسیلہ بناتا ہوں۔

کیونکہ صحابۂ کرام اپنے عدل کی وجہ سے محفوظ عن العذاب ہیں۔ اور اہلبیت اطہار محفوظ عن الخطاء ہیں، اپنی طہارت قطعی کے سبب انھی دونوں جماعتوں کے سہارے انشاء اللہ تعالیٰ ''عذاب اور خطا'' سے محفوظ رہوں گا۔

# ایک طائرانہ نظر کتاب پر:

کتاب کا نام ''خواجۂ بطحا حضرت ابوطالب''

مصنف: محقق عصر مولانا فخر عالم شیدا اکمای

زیر عنوان ''دیباچہ''، ابوتراب حضرت علی یعنی مٹی کے باپ حضرت علی کو دھیان میں رکھ کر چار مصرع اتنے خوبصورت لکھے ہوئے ہیں کہ میں نظرانداز نہیں کرسکتا۔ ملاحظہ فرمائیں:

شرف ملا ہے پیغمبر کی پرورش کا انہیں
مثال اپنی جگہ آپ ہیں ابوطالب
عذاب قبر کا ڈر ہے تو ان سے بغض نہ رکھ
زمیں کے باپ کے بھی باپ ہیں ابوطالب

حضرت آدم علیہ السلام کی صلبی اولاد میں تقسیم، بت پرستی کی ابتداء بہت معلوماتی ہے۔ اور یہ تاریخی دعویٰ جو مصنف نے کیا ہے وہ ذہن کے پرامن حصہ میں رکھنے کے قابل ہے۔

''یاد رہے! صرف انھی لوگوں نے بت پرستی نہیں کی جن کی صلبوں سے نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور نور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا گزر ہو رہا تھا۔ یہ سلسلہ حضرت عبداللہ و حضرت ابوطالب تک چلا، نہ حضرت عبداللہ نے کبھی بت پرستی کی نہ حضرت ابوطالب نیکی اور نہ ہی ان لوگوں نے کبھی شراب پی۔

سیرت حلبیہ جلد اوّل اور طبقات ابن سعد میں اسطرح مرقوم ہے۔ وکان ابوطالب متن حرم الخمر علی نفسہٖ فی الجاہلیۃ کابیہ عبدالمطلب۔ یعنی

ابو طالب اپنے والد عبد المطلب کی طرح زمانۂ جاہلیت میں شراب کو اپنی ذات پر حرام کرلیا تھا یعنی کبھی شراب نہیں پیا۔

''خواجۂ بطحا'' گاگر میں ساگر ہے یعنی کوزہ میں دریا ہے۔ مراجع و مصادر جمع کرنے میں علامہ شیدا کی ''شیدائی'' کے کمال نے واقعی انہیں ''کمالی'' بنادیا۔

حضرت ابو طالب کو جو لوگ مومن کہتے ہیں یا جو لوگ کافر کہتے ہیں اور جو لوگ خاموش ہیں، یہ کتاب تینوں طبقوں کیلئے مفید ہے۔ اسلوب بیان محققانہ ہے، ایسی متنازعہ بحث جس میں بڑے بڑے علماء شامل ہیں۔ مقام ادب بھی ہے اور تحقیق حق بھی ضروری ہے۔ نازک راہ، نازک سفر اور نازک مسافر، مگر واہ شیدا کمالی ''ضالاً'' میں ٹکے نہیں، رُکے نہیں اور ''فہدیٰ'' سے ہم کنار ہو گئے۔ مخالف دلائل کے سامنے اپنے دلائل قاہرہ کو ''انوار ساطعہ'' کے رنگ میں پیش کرنا، کوئی شیدا کمالی سے سیکھے۔

کمالی صاحب کی کتاب میں بکھرے ہوئے موتیوں کو چن کر میں نے اپنا مضمون بنادیا۔ آپ بھی اس کتاب کو پڑھیں اور میری طرح فیضیاب ہوں۔

مولا تعالیٰ ہم سب کو محبت اہلبیت کے ساتھ زندہ رکھے اور محبت اہلبیت میں موت عطا فرمائے۔ من مات فی حب آل محمد مات شہیداً۔ کا شرف بخشے۔ آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین و آلہٖ و صحبہٖ اجمعین۔

فقیر چشتی گدائے اشرفی

سیّد محمد ہاشمی اشرفی جیلانی

خانقاہ اہلبیت درگاہ روڈ کچھوچھہ مقدسہ امبیڈکر

14/09/2020، مطابق ۲۵ محرم الحرام ۱۴۴۲ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

# تقریظ پرتنویر

از قلم حق: اسیر اہلبیت، محقق دوراں حضرت علامہ مفتی محمد شفیق حیدری حنفی قادری
صدر:- اسمبلی برائے تحفظ ناموس اہل بیت اطہار ممبئی

الٰہی آبرو رکھ لیجیو ایمان والوں کی
یہ دنیا کر رہی ہے ذکر ایمان ابوطالب

**نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی آلہ الطیبین الطاہرین وبعد اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم۔**

خواجۂ بطحہ حضرت ابوطالب کائنات عالم کی اولین ہستی ہیں جنہیں محبوب محبوب رب العالمین ہونے کا شرف حاصل ہے، اسلام اور رسول اسلام کے لیئے جس قدر خدمات اور قربانیاں ابوطالب اور آل ابوطالب کی ہیں ان کی مثال بھی پیش نہیں کی جاسکتی، دعوت ذوالعشیرہ سے لیکر کربلاء معلیٰ تک اسلام اور رسول اسلام کی حفاظت کے لیئے ابوطالب اور ان کا گھرانہ پیش پیش نظر آتا ہے، جس وقت سارا عرب اعلان توحید باری تعالی کے سبب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دشمن بنا ہوا تھا اور آپ کے درپہ آزار تھا تو حضرت ابوطالب ایک ہمدرد، شفیق، مددگار، غم گسار کی طرح دشمنان اسلام اور رسول خدا کے درمیان مضبوط چٹان کی مانند حائل ہوئے اور اپنی زبان اور تلوار کے ذریعے دشمنان رسول اور دشمنان اسلام کے ہر وار کو ناکام بناتے رہے، جناب ابوطالب کی سیرت و کردار پر گہرائی سے نظر ڈالی جائے تو روز روشن کی طرح عیاں ہوجائیگا کہ آپ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم سے دل وجان سے محبت فرماتے، یہاں تک کے اپنی جان، مال اور اولاد کو جناب خاتم النبیین پر قربان کرنے کے لیئے ہمہ وقت تیار رہتے، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بچپن سے لیکر جوانی تک، اعلان نبوت سے لیکر شعب ابی طالب میں محصور ہونے تک، جب تک کے ابوطالب کے جسم میں روح تھی، وہ دل وجان سے آپ پر فدا اور آپ کی ہر ہر ادا پر قربان تھے۔

ما قصہ سکندر و دارا نخواندہ ایم　　　　از ما بجز حکایت مہر و وفا مپرس

میں نے سکندر و دارا کے قصے نہیں پڑھے ہیں، مجھ سے مہر وفا کی کہانی کے سوا کچھ نہ پوچھ۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پوری زندگی آپ پر عیاں تھی، اور نبوت محمدی کی برکات آپ کے دل ودماغ پر اثر انداز تھے، گاہے بگاہے جس کا اظہار آپ نے اپنے اشعار میں فرمایا ہے، جس سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ آپ اللہ کو لاشریک، رسول خدا کو صادق وامین نبی، اور اسلام کو دین حق جانتے اور مانتے تھے۔

چند اشعار نقل کرتا ہوں جو کہ دماغ کو روشن اور قلب کی جلاء کے لیے کافی ہیں۔

اللہ واحد اور لاشریک ہے.....

ملیک الناس لیس له شریک
الوهاب و المبدئ المعید
ومن تحت السماء له بحق
ومن فوق السماء له عبید

(دیوان ابوطالب ص ۳۷)

وہ تمام لوگوں کا مالک ہے اس کا کوئی شریک نہیں، بہت زیادہ عطا کرنے والا اولا پیدا کرنے والا اور اپنی طرف لٹانے والا ہے۔ جو آسمان کے نیچے ہے سب اسی کا حق ہے۔ اور

جو آسمان کے اوپر ہے اسی کی بارگاہ میں سر خم ہے۔

تصدیق نبوت۔۔۔۔

الم تعلموا انا وجدنا محمدا
نبیا کموسی خط فی اول الکتب

(سیرت ابن ھشام ص ۳۵۳)

کیا تمہیں خبر نہیں کہ ہم نے محمد کو ایسا نبی پایا ہے، کہ موسی کی طرح اگلی کتابوں میں اسکا حال لکھا ہے۔

اور دوسرے مقام پر فرماتے ہیں.....

انت النبی محمد
قرم اغر مسود

(دیوان ابوطالب ص ۳۵)

آپ محمد نبی ہیں، سید، معزز اور سردار ہیں۔

قرآن کی تصدیق۔۔۔

انت الرسول رسول اللہ نعلمه
علیک نزل من ذی العزۃ الکتب

(دیوان ابوطالب ص ۲۱)

آپ رسول ہیں اور اللہ کے رسول ہیں، ہمیں یقین ہے کہ آپ پر عزت کے مالک کی بارگاہ سے کتاب نازل کی گئی ہے۔

جب عرب اپنی حاجتیں لات ومنات سے کرتے، ان کے سامنے دعائیں مانگتے اس وقت جناب ابوطالب اللہ رب العالمین سے استغاثہ کیا کرتے۔

حضرت ابوطالب کا بارگاہ الٰہی میں استغاثہ۔۔۔

یا شاھد الخلق علی فاشھد
انی علی دین النبی احمد
من ضل فی الدین فانی مھتدی
یا رب فاجعل فی الجنان مقعدی

(دیوان ابوطالب ص ٤١)

اے مخلوق کے نگہبان میرے گواہ ہو جا، بے شک میں احمد نبی کے دین پر ہوں، جو شخص دین میں گمراہ ہوا، لیکن میں ھدایت پر ہوں، پس میرا ٹھکانہ جنت بنا دے۔

مذکورہ بالا اشعار اس بات پر دلیل قطعی کی حیثیت رکھتے ہیں کہ جناب ابوطالب اللہ کے وحدانیت، حضور کی رسالت اور قرآن کی صداقت کی دل سے تصدیق فرماتے تھے، ہمارے پیرے آقا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان جنت نشان ہے کہ:۔

الاسلام علانیۃ والایمان فی القلب: یعنی اسلام ظاہر ہے، اور ایمان دل میں۔

رہی بات زبان سے کلمہ پڑھنے کی تو اولین سیرت کی کتاب "سیرۃ ابن اسحاق" جو بخاری سے تقریبا ۱۰۰ سال قبل کی کتاب ہے، اس میں جناب ابوطالب کے کلمہ خوانی پر سیدنا عباس ابن عبدالمطلب کی تصدیق اور گواہی اہل علم کے لیئے کافی اور دردمند دل کے لیئے شافی ہے، اس پر مزید رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان بخاری اور مسلم میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول خدا نے" جو مر گیا اور اسے معلوم ہیکہ بجز اللہ کے کوئی عبادت کے قابل نہیں، وہ بہشت میں داخل ہو گا۔

جو حضرات خواجہ بطحا حضرت ابوطالب کے عدم ایمان کے قائل ہیں، اور اس پر بخاری و مسلم سے دلیل پکڑتے ہیں ان کے لیئے قرآن میں ابوطالب کے ایمان پر کثیر

دلائل موجود ہیں، چنانچہ جب اہل انصاف قرآن کریم کی روشنی میں ابو طالب کے کردار کو دیکھتے ہیں تو انہیں ابو طالب مؤمنین کی جماعت میں صف اول میں نظر آتے ہیں۔ چنانچہ اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:-

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۚ لَّهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ (سورہ انفال، 74)

اور جو لوگ ایمان لائے اور اپنے گھر چھوڑے اور اللہ کی راہ میں لڑے اور جن لوگوں نے انہیں (رسول اور مؤمنوں) کو پناہ دی اور ان کی مدد کی وہی سچے مسلمان ہیں، ان کیلئے بخشش اور عزت کا رزق ہے۔

اس آیت میں مومن برحق کے دو شرائط بیان کی گئی ہیں، ایک جنہوں نے مومنوں کو پناہ دی اور دوسرے جنہوں نے ان کی مدد کی بے شک یہی مؤمن برحق ہیں ان کے ایمان میں شک کی گنجائش نہیں۔

دل پر ہاتھ رکھ کر فیصلہ کریں جب ایمان لانے والوں، ھجرت کرنے والوں اور جہاد کرنے والوں کو پناہ اور مدد کرنے والوں کے لئیے اتنا بڑا انعام ہے تو جو رسول اللہ کی مدد کرے (جو مؤمن، مہاجر، مجاہد کی صفات سے بدرجہ اولی متصف ہیں) اور ان کو پناہ دے اس کے عظمت، بلندی، اور مغفرت کا عالم کیا ہوگا؟

بلا شبہ رسول مکرم، نبی معظم، شافع عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پناہ دینے والا اور نصرت وحمایت کرنے والا دوگنا اجر کا مستحق ہوگا۔

خواجہ بطحا حضرت ابو طالب، نے رسول خدا کی مدد، حمایت اور نصرت میں کوئی کسر باقی نہ رکھی، اور اپنی اولاد پر آپ کو ترجیح دی اس سے کسی بھی فرد بشر کو انکار کی گنجائش نہیں، رہی بات رسول خدا کو پناہ دینے کے تو آیئے قرآن اور تفاسیر اہل سنت سے معلوم کرلیں

چنانچہ اللہ تبارک وتعالی ارشاد فرماتا ہے۔

اَلَم یَجِدکَ یَتِیمًا فَاٰوٰی (سورہ والضحی ,٦)، کیا اس نے تمہیں یتیم نہ پایا پس جگہ (پناہ) دیا۔

امام رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں: اَلَم یَجِدکَ یَتِیمًا فَاٰوٰی "الی حجر ابیطالب، کیا اس نے تمہیں یتیم نہ پایا پس جگہ (یعنی پناہ) دیا ابوطالب کی آغوش میں۔

جمہور مفسرین نے فَاٰوٰی سے مراد ابوطالب لکھا۔ (١- تفسیر الکبیر امام رازی، ٢. تفسیر الجامع الاحکام امام قرطبی، ٣. تفسیر القرآن ابن کثیر وغیرھم)

محترم ,قارئین! اس بات کو تسلیم کیئے بغیر چارہ نہیں کہ آغوش خواجہ بطحہ حضرت ابوطالب کی ہے اور پناہ کی نسبت اللہ کی طرف ہے۔ الحاصل ابوطالب کی پناہ کو پروردگار اپنی پناہ فرمارہا ہے۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ پیارے آقا ابوطالب کے پناہ میں رہے اور ابو طالب نے اپ کی ہر مشکل میں نصرت وحمایت فرمائی تو سورہ انفال کی آیت ٧٣ کی روشنی میں تسلیم کرنا پڑیگا کے ابوطالب مؤمن ہی نہیں مومن کامل اور مؤمن برحق ہیں۔

ایک لطیف نقطہ:-

سورہ والضحی آیت ٦ میں اللہ تبارک وتعالی حضرت ابوطالب کی پناہ کو اپنی پناہ فرمارہا ہے، کسی مخلوق کے عمل کو خالق کا اپنا عمل بتانا یہ مقام محبوبیت ہے، جس کی مثالیں قرآن کریم میں موجود ہیں۔

وَمَا رَمَیتَ إِذ رَمَیتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمَیٰ (انفال ١٧): اے محبوب وہ خاک جو آپ نے پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی تھی، (آیت مذکور میں اللہ تعالی رسول خدا کے خاک پھینکنے کے عمل کے اپنا عمل بتارہے ہے)

یَدُ اللّٰہِ فَوقَ اَیدِیھِم (سورہ فتح آیت ١٠): اللہ کا ہاتھ ہے ان کے ہاتھوں پر،

(بیعت رضوان ,میں بیعت نبی کے ہاتھوں پر ہوئی مگر رب نے حبیب کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ (دست قدرت) فرمایا۔)

معلوم ہوا رب العالمین اپنے محبوبین کے عمل کو اپنا عمل قرار دیتا ہے، اور سورہ والضحی آیت ٦ میں ابوطالب کی پناہ کو اپنی پناہ قرار دیکر اعلان فرمادیا کہ ابوطالب صرف مؤمن ہو نہیں اللہ کی بارگاہ میں محبوب بھی ہیں، اب بھی جو حضرات عدم ایمان ابوطالب پر بضد ہیں ان سے مطالبہ ہیکہ وہ قرآن ,کی کوئی ایسی آیت دکھلائیں جس میں رب کائنات نے کسی کافرو مشرک کے عمل کو اپنا عمل قرار دیا ہو۔

ایمان ,ابوطالب پر مزید شرح صدر کے لئیے بغیۃ الطالب علامہ برزنجی، اسنی المطالب قاضی دھلان مکی، القول الجلی قاضی برخوردار ملتانی، ایمان ابوطالب خواجہ عطامحمد بندیالوی وغیرھم کا مطالعہ مفید ہوگا۔

چونکہ ایمان ,ابوطالب کو ایک اختلافی مسئلہ بنادیا گیا، جس کے سبب سے ایمان ابوطالب کی تعلق سے اہل سنت میں ۳ گروہ پائے جاتے ہیں۔

١.ایمان کے قائلین، ٢.عدم ,ایمان کے قائلین، ٣.سکوت کے قائلین۔

ایمان ,کے قائلین میں اکابر اولیاء اللہ اور جید علماء کی ایک طویل فہرست ہے جنہوں نے اپنی تحریر وتقریر میں ایمان ابوطالب کا قول فرمایا ہے عدم ایمان کے قائلین کا دلائل اور اشکالات کے جوابات دیے ہیں اور بعض نے باقاعدہ کتابیں بھی تحریر کی ہیں جن میں سرفہرست علامہ عبدالوہاب شعرانی، خواجہ نظام الدین اولیاء، علامہ ابن اسحق، علامہ جلال الدین سیوطی، علامہ سید محمد برزنجی، علامہ مؤمن شبلنجی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، میر عبدالواحد بلگرامی، امام قسطلانی، علامہ ابن حجر مکی، علامہ اسماعیل حقی، امام نبہانی، علامہ برخوردار ملتانی، خواجہ عطامحمد بندیالوی، پیر نصیر الدین نصیر، خواجہ قمرالدین سیالوی، علامہ

سید مختار اشرف سرکار کلاں، پیر کرم شاہ ازھری وغیرھم جیسی نابغۂ روزگار شخصیات موجود ہیں۔
حال ہی میں سوشل میڈیا پر ایک شور بپا کیا گیا اور یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی کہ ایمان ابو طالب کے قائلین سب رافضی ہیں۔ (العیاذ باللہ)

حالات کے پیش نظر ضرورت تھی کہ دلائل سے مزین ایک عام فہم کتاب معارض وجود میں لائی جائے جس میں خواجہ بطحہ، امین امانت رب العلی، والد مرتضی سیدنا ابو طالب رضی اللہ تعالی عنہ کے فضائل، شمائل، احوال، اخلاق و کردار اور ایمان, کے دلائل کو اہل سنت کی کتب اور بزرگوں کے اقوال کی روشنی میں جمع کیا جائے، الحمدللہ کے یہ سعادت بھی ہمارے معزز و مکرم ہر دل عزیز شخصیت، صاحب تصانیف کثیرہ، محقق کربلا، اسیر زلف مرتضی، صوفی باصفا، حضرت علامہ فخر عالم شیدا کمالی صاحب اطال اللہ عمرہ کے حصے میں آئی، زیر نظر کتاب نہایت ہی دلنشین انداز اور آسان لب ولہجہ میں تحریر کی گئی ہے، اس کتاب کے مطالعے سے علماء اور عوام ,اہلسنت میں موجود خلجان دور ہوگا اور انہیں جناب ابو طالب رضی اللہ تعالی عنہ کے بلند مقام اور باعظمت کردار سے شناسائی کا موقع فراہم ہوگا، اللہ رب العالمین سے دست بدعاء ہوں اللہ تبارک وتعالی موصوف کے علم و عمل میں مزید برکتیں عطا فرمائے اور اس کتاب کو ان کی نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین بجاہ النبی المرسلین و آلہ الطاہرین۔

کنیز زادہ زہراء پاک
محمد شفیق حیدری حنفی قادری
صدر:- اسمبلی برائے تحفظ ناموس اہل بیت اطہار ممبئی

# دُعائیہ

## از قلم حق: آل نبی اولاد علی پیر طریقت راز دار معرفت حضرت الحاج سید الشاہ میر محمد آصف قلندری قادری چشتی صاحب قبلہ خلیفہ قلندر اعظم حضرت دادا حیات قلندر چک منگلور کرناٹک

الحمدللہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہٖ واٰلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔

اما بعد! بسم اللہ الرحمن الرحیم، رسول اللہ، حبیب اللہ، نور اللہ، سید المرسلین رحمت للعلمین، جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاک اور مقدس بارگاہ میں درود وسلام کے پیشکش کے ساتھ اہلبیت اطہار میں اک مقدس شخصیت مولائے کائنات مولا مشکل کشا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے والد محترم ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چچا جنکی آغوش میں حبیب خدا آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے والدین کے پردہ فرمانے کے بعد اپنی پرورش پائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اعلان نبوت تک مکہ شریف میں ہونے والی تمام مخالفتوں میں ہمیشہ آنحضرت حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ ادب سے کھڑے ہونے والے ہر مشکل میں جان و مال کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت انجام دینے والے جن کی زندگی کے آخری سانس تک مکہ شریف کے تمام مخالفین سر نہ اٹھا پائے۔ وہ شخصیت جناب ابوطالب رضی اللہ عنہٗ کی ہے۔

جن کے تعلق سے اُمت محمدیہ میں کافی انتشار ہے۔ جس میں اہلبیت اطہار میں فھطی اماموں نے فقراؤں نے مجددوں نے مفتیوں نے علماؤں نے اپنے اپنے تاثرات ظاہر کئے ہیں۔ جس میں کسی کا کہنا ہے کہ وہ مومن تھے کسی کا کہنا ہے (معاذ اللہ) وہ کافر تھے تو کوئی اس موضوع میں خاموش رہنا مناسب سمجھتے ہیں۔ لیکن اس موضوع میں قرآن وحدیثوں کا مطالعہ کر کے چند حوالے اکٹھا کر کے عالیجناب مولانا شیدا کمالی صاحب نے جو حضرت ابوطالب کو مومن ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ بیشک سراہنے کے قابل ہے۔ اس کتاب کو پڑھ کر آپ

کے بھی علم میں اضافہ ہوگا، اور آج کے اُس پرفتن دور میں ہر شخص اپنے آپ کو بڑا علم داں سمجھتا ہے۔ اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر ایک دوسرے پر عجیب عجیب فتوے گڑھ دیتے ہیں۔ ایسے دور میں اس موضوع سخن پر قلم کشائی کرنا بہت بڑے جگر و کامل ایمان و عاشق رسول و عاشق اہلبیت اطہار ہونے کی دلیل ہے۔ میں سمجھتا ہوں۔ اللہ اس کام میں مولانا شیدا کمالی صاحب کی مدد عطا فرمائے جو امت محمدیہ کے بیچ انتشار کم کرنے کی کوشش ہے۔ اور حق بات کو واضح کر کے اصلاح کرنے کی کوشش ہے۔ آل نبی اولاد علی گیارہ امام جس کے جڑ ہوں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے تیئیسویں پیڑھی میں اللہ نے مجھے اس مقدس خاندان میں پیدا فرمایا۔ میں اُس کا شکر ساری زندگی بھی ادا کروں تب بھی کم ہے۔ ایسا میں سمجھتا ہوں۔ اس موضوع خاص میں میں کوئی حوالہ اُن کے مومن ہونے کا اس لئے نہیں لکھتا کیونکہ اس موضوع پر مولانا شیدا کمالی صاحب کو دل کی گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ اور اللہ رب العزت سے تمام بزرگوں کے وسیلے سے دُعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعے سے امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اصلاح کر کے ایک عظیم شخصیت کو جو اللہ کے حبیب کی پرورش کرنے کا ذریعہ بنا ہے کافر کہنے سے یا ماننے سے بری ہو جائے۔

چند کم علم جھوٹی سمجھ یا بہکاوے کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین یا مولا علی کے بابا پر یا کسی مومن پر کفر کا فتویٰ لگا دیا اور وہ شخص بروز محشر مومن نکلا تو اللہ رب العزت کے اس قہر سے خوف کرو کہ جنت کے سردار حضرت امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے دادا حضرت ابو طالب پر کفر کے فتوے کے بدلے اپنے تمام اعمال ضائع کر کے کہیں دوزخ کے حقدار نہ بن بیٹھو۔ میں اپنے تاثرات ایک مطلع کے شعر سے پڑھنے والوں تک پہونچانا چاہتا ہوں۔

چند کتابوں کا تو عالم فتوے دیتا گھر گھر میں      کون تھا کافر کون تھا مومن راز کھلے گا محشر میں

اللہ تعالیٰ کی تمام مسلمانوں کو حق سمجھنے حق بولنے کی توفیق عطا فرمائے اور مولانا شیدا کمالی صاحب کو دارین کی نعمتوں سے مالا مال کرے، اور قبر و حشر میں اہلبیت کے سائے میں رکھے۔ آمین ثم آمین۔

فقط الحاج سید میر آصف احمد قلندری قادری چشتی، خلیفہ جامع سلاسل وسجادہ نشین دادا حیات قلندر کرناٹک

**SYED LAYAQUE HUSSAIN AGHAI CHISHTY**

Gaddinashin Wa Khadim Hz Khwaja Gharib Nawaz (R.A.)

Waris-E-Khwaja Fakhruddin Gurdezi R.A.

19/200, Aghai Manzil, Dargah Sharif, AJMER - 305001 (India)

e-mail : custodiandargahajmersharif@gmail.com

Mob. : +91-9587786661
+91-7665511228


Ref. No.

Date..........................

16 محرم الحرام 1442ھ، مطابق 5 ستمبر 2020ء

# تاثر

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہٖ الکریم اما بعد:

فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علمبردار ناموسِ اہلبیت فاضل جلیل حضرت علامہ فخر عالم شیدا کمالی زید مجدہ وشرفہ کی تازہ ترین تصنیف خواجۂ بطحا حضرت ابوطالب اپنے حسن صوری ومعنوی ہر دو اعتبار سے لائق تحسین وصد آفرین ہے، محسن اسلام سیدنا حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہٗ کی پروقار شخصیت پر ہندوستان میں اس طرح کی تصنیف کی سخت ضرورت تھی جس کی انجام دہی کیلئے اللہ عزوجل نے حضرت علامہ شیدا کمالی صاحب قبلہ کو منتخب فرمایا۔ فالحمد للہ علی ھٰذا۔

اس کتاب کی خصوصیات تو بہت ہیں لیکن میری نظر میں دو چیزیں بہت خاص ہیں، ایک یہ کہ اس کتاب میں حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ کے اثبات ایمان واسلام پر دلائل کے انبار کیساتھ آپ کی سیرت طیبہ اور آپ سے متعلق ضروری معلومات بھی تحریر کی گئی ہے۔ جو کہ قارئین کی دلچسپی کا سبب بنے گی۔ اور دوسرے یہ کہ اس کتاب کے تمام مضامین کو بڑے محتاط انداز میں پیش کیا گیا ہے، حتی المقدور منکرین ایمان ابوطالب کے ساتھ کسی قسم کا سخت رویہ نہیں اپنایا گیا ہے جو کہ مصنف کی اعلیٰ صلاحیت کی روشن دلیل ہے۔ مصنف کتاب کی اس اہلبیت دوستی کے حوالے سے دنیا کے تمام سادات خصوصاً اور عامۃ المسلمین عموماً حضرت مصنت کو اپنی نیک دعاؤں سے نوازیں گے۔ یقیناً علامہ شیدا کمالی نے یہ کتاب تصنیف فرما کر ایک عظیم خدمت انجام دی ہے جو کہ رہتی دنیا تک زندہ رہے گی۔ میری دعاء ہے کہ مولیٰ تعالیٰ اس خدمت کو مقبولیت کی سند عطا فرما کر قبول انام وشہرت دوام عطا فرمائے اور اس کے تمام معاونین کی بخشش ومغفرت کا ذریعہ بنا دے۔ آمین۔

Layaque Hussain..

فقط دعا گو

سیّد لائق حسین آغائی چشتی

گدی نشین خانقاہ سرکار غریب نواز دار الخیر اجمیر شریف

SYED LAYAQUE HUSSAIN
AGHAI CHISHTY
GADDINASHIN WA KHADDIM
KHWAJA GHARIB NAWAZ R.A.
AJMER SHARIF +919587786661

Mobile : 9838360930, 09956829364, 9670247091

باسمہ تعالیٰ

Ref. No........................ Date 1-8-2020....

از قلم حق رقم گل گلزار فاطمیت آل رسول شہزادہ قطب المدار حضرت
علامہ الحاج پیر سید محمد مجیب الباقی جعفری المداری صدر سجادہ نشین
و تخت نشین خانقاہ عالیہ مداریہ دار النور مکن پور شریف ضلع کانپور نگر
(یوپی) انڈیا

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ۔ بسم اللہ الرحمن
الرحیم ۔ جماعت حقہ ناجیہ یعنی اہل سنت والجماعت کے قد آور علماء کی فہرست میں
ادیب شہیر مولف بے نظیر حضرت علامہ و مولانا فخر عالم رشید اکمالی زیدہ مجدہ
کا نام نامی بہت پہلے سے شامل ہے اور بلاشبہ یہ کرم ہے پنجتن پاک اور
جملہ خانوادان رسالت کا حضرت علامہ کی اور بھی تصنیفات نگاہوں سے گذر چکی
ہیں جن کے مطالعے اور ملاحظے سے یقین ہو چکا ہے کہ حضرت علامہ کے ذہن و
دل پر صرف اہل بیت کی ہی سلطانی قائم ہے زیر نظر کتاب (دافعہ للطعن حضرت ابوطالب
کی پی ڈی ایف فائل فقیر نے ملاحظہ کی ہے واقعتاً کتاب اپنے لاجواب اور انوکھے
انداز استدلال کی بنیاد پر ایک بے مثال محققانہ شاہکار کہلانے کی مستحق
ہے حضرت مولف نے اپنے موضوع کا حق ادا کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے
میں یقین کے ساتھ یہ بات لکھ رہا ہوں کہ منظر عام پر آنے کے بعد علمی حلقات میں

اسکی خوب پذیرائی ہوگی اور نئی نسل کے علماء و محققین اس
تحقیقاتی دستاویز سے استفادہ کریں گے
حضرت مؤلف علامہ کمال صاحب سے فقیر مداری امید کرتا ہے
کہ موصوف مستقبل میں بھی اہل بیت پاک علیہم السلام سے متعلق
معاملات کا اسی حسن عقیدت کے ساتھ دفاع کرتے رہیں گے
خانقاہ مداریہ دارالنور مکن پور شریف کہ جملہ سادات و مشائخ ان کی خیر و
عافیت و ترقی درجات کیلئے دعا گو ہیں بالخصوص فقیر مداری دعا کرتا
ہے اللہ عزوجل اس کتاب کو شرف قبولیت عطا فرماتے ہوئے موصوف
کیلئے ذریعۂ نجات و مغفرت بنائے اور عوام و خواص کو زیادہ سے زیادہ
استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے
اور مؤلف گرامی کو دارین میں سرخرو و سربلند رکھے آمین یارب العالمین
فقط و دعاگو = فقیر و حقیر سید مجیب الباقی جعفری مداری سرگروہ سلسلہ
مداریہ صدر سجادہ نشین خانقاہ مداریہ حویلی سجادگی
مکن پور شریف کانپور یوپی انڈیا

# دُعائیہ

**پیرطریقت واقف اسرارمعرفت خلیفۂ قطب الاولیاء حضرت صوفی محمد نعیم عطا شاہ صاحب قبلہ قادری چشتی ابوالعلائی جہانگیری حسنی منصوری خانقاہ محفل منصوری (آشرم) درگاہ روڈ کھنڈی پاڑہ نیئر درگاہ قطب الاولیاء بھانڈوپ ویسٹ، ممبئی ۷۸۔**

**نحمدہٗ ونصلی علی رسولہٖ الکریم امابعد!**

تمہیں ثمر ہو شجر دار باغ ہاشم کے
تمہیں سے شجرۂ عترت چلا ابوطالب

محقق عصر حاضر اسیر اہلبیت عزیزم مولانا محمد فخر عالم شیدا کمالی صاحب کی مایہ ناز تصنیف خواجہ بطحا حضرت ابوطالب نظر سے گزری۔ دیکھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔

اکثر تاریخ لکھنے والوں نے جو کھلے بازیاں کی ہیں اُن کی نشان دہی کرتے کرتے چودہ سو برس ہو گئے۔ لیکن آج تک نہ باطل رُکا نہ حق نے شکست مانی۔ کیونکہ حق کا کام ہی باطل کو شکست دینا ہے۔ تاریخ کے اُنھیں گھپلوں میں ایک بحث ایمان ابوطالب بھی ہے۔ اس موضوع کے حوالے سے مسلسل مضامین اور مکمل کتابیں لکھی جارہی ہیں، زیر نظر کتاب خواجۂ بطحا حضرت ابوطالب بھی احقاق حق اور ابطال باطل کے اسی درخت کی ایک مضبوط شاخ کی حیثیت سے پیش کی جارہی ہے۔ عزیز گرامی محقق عصر حاضر اسیر اہلبیت مولانا فخر عالم شیدا کمالی کو اللہ تعالیٰ نے اس سعادت سے سرفراز فرمایا۔ ۲۰۲۰ء کی اس لاک ڈاؤن میں بھی مولانا شیدا کمالی کا قلم خاموش نہیں رہا بلکہ عشق حضرت ابوطالب میں ڈوب کر اپنا کام کر گیا۔ جو عالم اسلام کی ضرورت تھی۔ حضرت ابوطالب کی گفتگو تاریخ نے کم محفوظ کی

ہے۔مگر جو بھی ہے جامع اور مدلل ہے۔ حضرت ابو طالب مدینۃ العلم اور باب مدینۃ العلم دونوں کے سرپرست تھے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زندگی کے پہلے چالیس سال کے راوی صرف حضرت ابو طالب ہیں۔ نبی محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعارف سب سے پہلے کسی راوی نے نہیں بلکہ ابو طالب نے کرایا ہے۔

خطا تو کوئی نہ مل سکی کہہ دیا کلمہ نہیں پڑھا تھا۔جب نہ اُمہات المومنین تھیں نہ صحابی تھے، نہ اُمت تھی، اس وقت سوائے حضرت ابو طالب کے کون تھا۔اسلام کا نقطۂ آغاز ہی ابوطالب ہیں، جس نے کبھی بت کے سامنے اپنا سر نہ جھکایا۔ بلکہ نبی محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اپنی ساری زندگی وقف کردی اُس کے کلمے اور ایمان پر بحث۔آج تک کسی یہودی اور عیسائی نے حضرت ابو طالب کو کافر نہیں کہا۔صرف مسلمانوں نے کہا۔جنہیں مولا علی سے پیار ہے وہ ابو طالب سے بھی پیار کرتے ہیں۔مصنف نے اس مسئلہ کی تحقیق کا حق ادا کیا ہے۔

علوم دینیہ کے کئی شعبے ہیں۔تدریس، افتاء، قضاء، تبلیغ، تصنیف وتالیف وغیرہ۔ظاہر ہے کہ ایک آدمی یہ سارے کام نہیں کرسکتا ہے۔جب کوئی صاحب علم کسی ایک کام کو اختیار کرے سعئ بلیغ کرتا ہے تو فقیر کو بڑی خوشی ہوتی ہے کہ اس عالم دین کو اپنی ذمہ داری کا احساس ہے۔انہیں عالم دین میں سے ایک نام مولانا فخر عالم شیدا کمالی کا بھی ہے۔جنھوں نے یہ کام انجام دیا۔اگر کوئی اس کتاب کو تعصب کی عینک اتار کر پڑھے گا تو یہ کتاب اس کے تمام شبہات، اعتراضات، سوالات، اور اس کی غلط فہمی اس سے دور کردیگی۔عرض یہ ہے کہ محبوب اور محب کا تعلق اور رشتہ یہ ہے کہ ہر اس چیز سے محبت کی جائے جس کی نسبت محبوب سے ہو۔اور ہر اس چیز کو محبوب رکھا جائے جسے محبوب نے پسند کیا ہو۔اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ اللہ کو راضی رکھنا ہے تو پھر اللہ کے محبوب کو محبوب رکھو۔پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے

ہیں، جو مجھے محبوب رکھنا چاہتا ہے وہ اسے محبوب رکھے۔ جسے میں نے محبوب رکھا۔ اسے پسند کرے، جسے میں نے پسند کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو آپس میں رشتہ ہے وہ سب کو پتہ ہے۔ دعوت ذوالعشیر سے شعب ابی طالب تک ایک ایک پل صرف اور صرف حضرت ابوطالب نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے گزارے۔ دنیا حضرت ابوطالب کا مثل نہیں پیش کرسکتی۔ جس کا شعور ذرا سا بھی بیدار ہوگا وہ اس کتاب سے استفادہ ضرور حاصل کریگا۔ مولانا فخر عالم شیدا اکمالی نے قوم کو جو انمول تحفہ بنام خواجۂ بطحا حضرت ابوطالب دیا ہے۔ رہتی دنیا انھیں فراموش نہیں کرسکتی۔

میری دُعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ پنجتن پاک علیہم السلام اور حضرت ابوطالب کے صدقے میں مولانا فخر عالم شیدا اکمالی کو دونوں جہاں میں شاد وآباد رکھے۔ اور اس کتاب کو ان کے لئے ذریعہ نجات بنادے۔ ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق رفیق عطاء فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین۔

فقط والسلام

**صوفی محمد نعیم عطا شاہ**

خانقاہ محفل منصوری آشرم

کھنڈی پاڑہ، مولن، ممبئی

5/9/2020

باسمہٖ تعالیٰ

# تقریظ

## پیر طریقت حضرت سیّد جاوید میاں جعفری صاحب قبلہ

سجادہ نشین خانقاہ چشتیہ مسعودیہ بھیاؤں شریف (یو پی) مقیم حال میرا روڈ، ممبئی

**الحمد لله الغفار و الصلوٰة والسلام علی رسوله المختار وعلی اٰلهٖ والاطهار واصحابهٖ الاخیار۔**

اللہ کے گھر کا جو نگہباں ہو وہ کافر
جو حق کے لیے اتنا پریشاں ہو وہ کافر
جو عرش معلیٰ کا مسلماں ہو وہ کافر
ایمان نہیں جو محسن ایماں ہو وہ کافر
اس بات پہ کیوں کوئی پریشان نہیں ہوتا
ایمان کا پر منکر ایماں نہیں ہوتا

اوّل اسلام سے اب تک لکھی گئی کتب احادیث وتواریخ کا دقت نظر سے مطالعہ کرنے پر چند مسائل میں اہل علم وفن کے علمی اختلاف کی جو جلوہ نمائی نظر آتی ہے ممکن ہے اختلاف بین الامۃ میں رحمت کی یہی صورت ہو اور مسلم مقولہ ہے کہ رحمتیں آسانیاں ساتھ لاتیں ہیں نہ کہ دشواریاں، تو پھر مختلف فیہ مسئلہ ایمان ابوطالبؑ درمیان امت دشوار مراحل سے گزارنے کے وجوہات آخر کیا ہو سکتے ہیں جبکہ یہ حقیقت تسلیم شدہ ہے کہ عصر حاضر کے قائلین عدم ایمان ابوطالب نے اثباتِ ایمان ابوطالب پر تصنیف شدہ کتابیں اور دلائل کا بغور ملاحظہ نہیں فرمایا ورنہ یک طرفہ اختلافی نظریہ پر مصر نہ رہتے۔

جس کے پیش نظر ہمیں چند اُن کتابوں کے ذکر کی ضرورت محسوس ہوتی ہے، جو اثبات ایمان ابی طالب پر دلائل و براہین کے جواہر سے سجی ہوئی ہوں۔ تا کہ زیر بحث مسئلے

پر عدم آگاہی کے سبب ہوات پر یقین رکھتے ہوئے حقائق سے ناآشنا رہیں بلکہ پیش نظر موضوع پر تحقیقی کتب ورسائل کے غیر جانب دارانہ مطالعہ سے اصل حقیقت تک پہونچنے کی کوشش کریں۔

عام قارئین کی خدمت میں اس عنوان کے تحت چند کتابوں کے نام پیش ہیں۔ جس ے مطالعہ سے انشاء اللہ کما حقہٗ حقائق تک رسائل حاصل کرنے میں آسانی ہوگی۔

۱) اسنی المطالب فی نجات ابی طالب......سید احمد زینی دہلان مکی علیہ الرحمہ

۲) بدیع الطالب لایمان ابی طالب...... محمد ابن رسول برزنجی علیہ الرحمہ

۳) القول الجلی فی نجات عم النبی وعلی...... محشی نبرات محمد برخوردار

۴) عیون المطالب فی اثبات ایمان ابی طالب......علامہ صائم چشتی پاکستان

۵) القول الغالب فی ایمان ابی طالب......منشا تابش قصوری

۶) عرفان ابی طالب...............ڈاکٹر طاہر القادری

۷) عرفان ابوطالب اور قرآن.........ڈاکٹر صداقت علی فریدی

مجھ احقر کو یقین ہے کہ حقیقت طلب اشخاص کے لئے ان معتبر علماء اہلسنّت کے کتب ورسائل حق شناشی کے لئے کافی ہوں گے۔

اور ساتھ ہی ساتھ پیش نظر مسودہ خواجۂ بطحا حضرت ابوطالب اتنے آسان عامیانہ اردو زبان میں ہونے کے سبب عام اردو داں طبقہ کے لئے انشاء اللہ مزید مفید تر ثابت ہوگی۔ جسے مصنف کتاب حضرت علامہ مولانا فخر عالم شیدا کمالی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ نے بڑی تحقیق وتدقیق سے تالیف فرما کر اپنی علمی لیاقت کو دیانتداری کا ثبوت دیا ہے۔

مولا کریم سے دُعا ہے کہ فاضل گرامی کو اس کاوش کا بہترین اجر عطا فرما کر اس کتاب کو مقبول انام فرمائے آمین بجاہ النبی وآلہٖ الیقین صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہم اجمعین۔

لہو عمران کا دولت خدیجہ کی لگی ساری بچایا دین اپنوں نے تو مالک غیر بن بیٹھے

فقط دعا گو! سیّد جاوید میاں جعفری 17/09/2020

# تقریظ

## فاضل جلیل حضرت علامہ ومولانا قاضی محمد انور حسین صاحب قبلہ

## فاضل فیض الرسول، کلکٹریٹ بستی ضلع بستی (یوپی) انڈیا

زیر نظر کتاب خواجۂ بطحا حضرت ابوطالب کا مسودہ جب سامنے آیا نگاہ پڑی تو دل باغ باغ ہوگیا، سوچا کہ پیر طریقت محقق کربلا حضرت علامہ مولانا حکیم محمد فخر عالم شیدا کمالی صاحب قبلہ کی شخصیت پر سرسری نگاہ ڈالتے ہوئے اس کتاب کی غرض وغایت پر روشنی ڈالی جائے۔ حضرت علامہ ومولانا محمد فخر عالم شیدا کمالی صاحب کی ولادت بروز جمعرات ۱۹۵۸ء کو ضلع بلرامپور (یوپی) کے ایک نہایت زرخیز گاؤں بھوجپور میں ہوئی۔ آپ کے والد اسیر اہل بیت عارف کامل حضرت حافظ محمد یٰسین صاحب قبلہ کمالی رحمۃ اللہ علیہ غوث وقت حضرت بابا سید عین الکمال شاہ صاحب قبلہ حسنی حسینی بستوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرید خاص اور خلیفہ تھے۔

مولانا شیدا کمالی صاحب کی ولادت سے چند دن قبل آپ کے والد حافظ محمد یٰسین صاحب قبلہ بستی تشریف لے گئے اور حضرت بابا کمال شاہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بابا نے فرمایا حافظ میں نے تو فخر عالم کو کھلایا ہے۔ یہ سن کر حافظ محمد یٰسین صاحب قبلہ خاموش رہے۔ جب حافظ محمد یٰسین صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ گھر تشریف لائے اور چند دن کے بعد مولانا شیدا کمالی صاحب کی ولادت ہوئی تو فرمایا کہ بابا نے اسی بچے کی خوشخبری دی تھی اور آپ کا نام فخر عالم رکھا۔

مولانا شیدا کمالی صاحب نے ابتدائی تعلیم اپنے والد صاحب سے حاصل کیا بعدہٗ

گاؤں کے مدرسے میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد درس نظامیہ کی تعلیم حاصل کرنے کیلئے جامع اہلسنّت امداد العلوم موضع مٹھنا ضلع بستی (یوپی) میں داخلہ لیا اُس وقت مٹھنا میں حضرت مفتی جمال الدین صاحب قبلہ ٹانڈوی اور حضرت علامہ زین العابدین صاحب قبلہ شمشی شاگرد رشید حضرت قاضی شمس الدین صاحب قبلہ جعفری پڑھارہے تھے۔علامہ شیدا کمالی صاحب ایک بہترین عالم کے تمام اوصاف حمیدہ میں ملبوس ہوکر ۱۹۷۸ء میں فارغ التحصیل ہوئے۔فراغت کے بعد اسی سال جامعہ اہلسنّت نورالعلوم ٹنڈوا ضلع بستی میں آپ کی تقرری ہوگئی اور دس سال تک جامعہ اہلسنّت نورالعلوم ٹنڈوا میں مدرس رہے۔طبیعت نہیں لگی پھر آپ نے سیاحت کو اپنا معمول زندگی بنالیا۔اور ایک عرصہ تک ملک و بیرون ملک کے بزرگوں سے فیوض و برکات حاصل کرتے رہے۔میں اُس زمانے میں جامعہ فیض الرسول براؤں شریف میں دورۂ حدیث کررہا تھا۔گاہے گاہے مولانا شیدا کمالی صاحب سے میری ملاقات ہوجاتی تھی۔ یہ میرا مشاہدہ ہے کہ اچانک مولانا موصوف میں تبدیلی آئی اور حضرت بابا کمال شاہ رضی اللہ عنہ کی دُعا کا اثر ظاہر ہوگیا۔بابا نے مولانا موصوف کو قلم کا شہشوار بنادیا پھر کیا کہنا مناقب آل رسول کے عنوان پر یکے بعد دیگرے کتابیں منظر عالم پر آنے لگیں۔جس میں حُسین وزینب، کربلا، مابعد کرلا، نقوش کربلا، مولائے کائنات کو کافی شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی۔اور ہمارے سنی عوام کو ناصبیت اور خارجیت کے چنگل سے آزاد ہوکر دامن اہلبیت سے جڑنے کا اور اصل حقائق سے لوگوں کو روشناش ہونے کا موقع ملا۔اب لوگ حضرت علی کے بجائے مولا علی کہنے لگے، مقصد حل ہوگیا۔

میں اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل مگر
لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا

ایک بہت بڑے مسئلہ پر ابھی بھی کام باقی تھا، اور وہ مسئلہ امین نور دعوت ذوالعشیر کے داعی انوار رسالت کو شموم کفر سے مثل فانوس حفاظت کرنے والے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ

علیہ وسلم کے مشفق چچا حضرت ابوطالب کے مقام عظمت سے لوگوں کو روشناش کرانے اور ان کے بارے میں بیہودہ باتیں کہنے والے کم ظرف ناصبی علماء کو منھ توڑ جواب دینے کی ضرورت تھی۔ اسی لئے پیر طریقت حضرت علامہ مولانا محمد فخر عالم شیدا کمالی کی اس اہم موضوع پر معرکتہ الآراء تصنیف ''خواجۂ بطحا حضرت ابوطالب'' وجود میں آئی۔ جو رافضیت ناصبیت اور خارجیت کی تاریکی میں پھنسی انسانیت کے ایمان کی بقاء کے لئے مشعل راہ ثابت ہوگی۔ کیونکہ متواتر احادیث اور کلام ربانی سے یہ مسلم الثبوت ہے کہ ایمان کی بنیاد صرف اور صرف محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اور میں دعوے کے ساتھ کہتا ہوں کہ پوری کائنات میں بعد رب العلمین اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت ابوطالب سے بڑھ کر محبت کرنے والا نہ کوئی پیدا ہوا ہے نہ ہوگا۔ جس نے چالیس سال بعد کلمہ پڑھا ہے وہ کیا جانے جب آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شکم مادر میں تھے تب سے لیکر اڑتالیس سال کی عمر تک رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگہداشت اور ہر ضروریات کی تکمیل کرتے ہوئے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشن کو آگے بڑھانے کے لئے تن من دھن آل و اولاد یہاں تک کہ آنے والی نسلیں بھی قربان کردیں اور کافر کہنے والے شروع سے آج تک توحید و رسالت کے حاسد اور دشمن تھے، ہیں اور رہیں گے۔ اپنے اپنے مقدر کی بات ہے۔ بارگاہ رب کائنات میں دُعا ہے کہ ہمارے ہردلعزیز دوست بھائی کاتب کتاب ھٰذا کو اور تمام قارئین کو مولا حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ کے صدقے میں جوار رحمت میں جگہ عنایت فرمائے اور دین و دنیا کی تمام جائز تمناؤں کو پوری فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

فقط

قاضی محمد انوار کلکٹریٹ بستی ضلع بستی (یوپی) انڈیا 2020-6-21

PROPAGATIVE, REFORMATIVE & WELFARE MOVEMENT

دعوتی، اصلاحی اور رفاہی تحریک

PAIGHAM-E-ISLAM

پیغام اسلام

مرکزی دفتر: امام حسینی مسجد، روڈ نمبر ۱۷، ذاکر نگر، تھانہ ر پوسٹ، آزاد نگر، جمشید پور، (جھارکھنڈ)۔ ۸۳۲۱۱۰

Head Office: Imam Hussaini Masjid, Road No. 17, Zakirnagar P.O./P.S. Azadnagar, Jamshedpur - 832110 (Jharkhand)

Contact No. : +91 9709616766, +91 9835130910


هو الصادق

۷۸۶ / ۹۲

تاریخ اسلام کی اوراق گردانی سے لاکھوں لاکھ ایسے مسائل آپ کو ملیں گے جن میں اکابرین واسلاف کے مابین اختلاف رہا ہے مگر ان مباحث کے سلسلے میں علما و ائمہ کا فیصلہ ہے کہ ایک عام مسلمان کا رجحان جس طرف ہو وہ ان عالم اور امام کی پیروی کر لے اور دوسرے پر ہرگز طعن و تشنیع نہ کرے۔ ان لاکھوں اختلافی مسائل میں ایک نازک اور حساس ترین مسئلہ ایمان ابو طالب کا بھی ہے، دونوں طرف سے نفی و اثبات کے اپنے دلائل ہیں مگر اس بات پر علمائے اہل سنت کا اجماع ہے کہ جناب ابو طالب کا ذکر خاص نسبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بنا پر ادب و احترام سے کیا جائے مگر ہم قیامت سے قریب ہیں اور ہر نت نئے فتنوں کا دور ہے یہی وجہ ہے کہ علمائے سو کا ایک طبقہ نہ یہ کہ صرف ایک موقف کو منوانے کی جان توڑ کوشش میں مصروف ہے بلکہ تکفیر ابو طالب پر اس قدر شدت اختیار کیا ہوا ہے کہ سراسر توہین و تذلیل ابو طالب کا کیس بنتا ہے، جو کسی بھی فکر کے عالم و محقق کے نزدیک نہ روا ہے اور نہ ہی یہ فکر و عقیدہ اہل سنت ہے۔ اس یک طرفہ سوچ اور جارحانہ شدت پسندی کی زد میں کیسے کیسے علما، ائمہ، صوفیہ، اولیا، مجددین اور اساطین امت آ رہے ہیں، اس قوم کو اس کا بھی قطعی خیال نہیں۔

ہو سکتا ہے کہ ظاہری اعتبار سے زیادہ مضبوط دلیل عدم ایمان والوں کی نظر آتی ہو مگر آپ اسے کیسے فراموش کر سکتے ہیں کہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنا لعاب دہن کھاری کنویں میں ڈال دیں تو پانی شیریں ہو جائے، دستر خوان میں ہاتھ پونچھ دیں تو اسے دنیا کی آگ جلا نہ سکے، جس آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پر ابو لہب چند لمحے کے لیے خوش ہو جائے تو اس کے عذاب میں تخفیف کر دیا جائے تو پھر بھلا حضرت ابو طالب جو اپنے پورے وجود کے ساتھ محمد بن عبد اللہ یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق و دفاع کے لیے سینہ سپر رہے اور جب ان کے حلق کے نیچے لعاب دہن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اترا ہو اسے کیا جہنم کی آگ جلائے گی؟؟؟ اس موضوع پر میری زبان خاموش رہتی ہے مگر دل ایمان حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ کی گواہی دیتا ہے۔ میں بالخصوص اس طرح کے نازک مسئلے پر اہل ثروت کو بحث و مباحثے سے گریز کرنے کا پیغام دیتا ہوں اور اکثر نوجوانوں سے یہ کہتا ہوں کہ ان کے جو مسائل چودہ سو سالوں میں مختلف فیہ رہے اور اکابرین ملت اسلامیہ حل نہ کر سکے تو اس اکیسویں صدی میں کیا آپ اسے حل کر لیں گے؟ مگر جب کسی ایک موقف کو ہی اصل دین بنانے کی کوشش کی جانے لگی تو ضروری ہے کہ اس کا دوسرا پہلو بھی سامنے آئے اور امت کسی غلط فہمی کی شکار نہ ہو۔ اس لحاظ سے فاضل جلیل حضرت مولانا محمد عالم رشید الکمالی زید مجدہٗ کی اس خدمت پر ہم ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ پاک اس تصنیف لطیف کے ذریعہ زبان درازیوں کو لگام، بے ادبوں کو ادب اور بھٹکے ہوئے لوگوں کو سوئے حرم کی راہ ملے۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین

خیر اندیش: سیف الرزاق

بانی و سربراہ تحریک پیغام اسلام جمشید پور

۹ اگست ۲۰۲۰ء مطابق ۲۰ محرم الحرام ۱۴۴۲ھ


ذیلی دفتر: بیت الحجاج، غوث نگر، ڈورنڈہ، رانچی-۲، (جھارکھنڈ)

Branch Office: Baitul Hujjaj, Ghaus Nagar, Doranda, Ranchi-2, Mob. : 9431278619, 97093139734

# تقریظ جلیل

محقق دوراں اسیر اہلبیت پاک حضرت علامہ مفتی نورالعین صاحب قبلہ مصباحی مدظلہ النورانی

سربراہ اعلیٰ وبانی جامعہ مسعودیہ عزیزالعلوم گھاسی پور، فخرپور، ضلع بہرائچ شریف

واردحال خطیب وامام جامع مسجد پوئی، ممبئی۔

**نحمدہٗ ونصلی ونسلم علی حبیبہٖ واٰلہٖ واصحابہٖ الکریم۔ امام بعد!**

حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ نے جس اخلاص ومحبت کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پرورش و پرداخت نصرت وحمایت، حفاظت ونگہداشت کا فریضہ انجام دیا ہے۔ یقینا وہ آیت میثاق **وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَا اٰتَیْتُکُمْ مِنْ کِتَابٍ وَحِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لِتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلِتَنْصُرَنَّہٗ** میں لئے گئے عہد و پیمان کی منھ بولتی تصویر ہے۔ اور آپ کی نسل پاک نے میدان کربلا میں جس ایثار وقربانی کے ذریعے بنیاد اسلام کو مضبوط و مستحکم کیا تاریخ اسلام اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اس کے باوجود بہت سے بنی امیہ کے کاسہ لیس بے غیرت لوگ اپنی تحریروں اور تقریروں کے ذریعے حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں یوں زہر اگلتے رہتے ہیں کہ نعوذ باللہ آپ نے کلمہ نہیں پڑھا۔

زباں سے کہہ بھی دیا لا الٰہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

اور اس سلسلے میں کتاب اللہ سے معارض ان روایتوں کا سہارا لیا جاتا ہے جو کتب احادیث میں حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ کے کلمہ نہ پڑھنے کے بارے میں وارد ہیں۔ حالانکہ فرمان باریٰ تعالیٰ موجود ہے۔ **فاصدَع بما تومرو اعرض عن المشرکین** (الحجر آیت ۹۴)۔ ترجمہ: تو

اعلانیہ سُنا دیجئے وہ حکم جو رب کی طرف سے ہوا ہے اور مشرکوں سے دوری اختیار کیجئے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے۔

**فَاِذَا رُوِیَ لَکُمْ عَنِّی حَدِیْثٌ فَاعْرِضُوْہُ عَلٰی کِتَابِ اللّٰہِ تَعَالٰی فَمَا وَافَقَ کِتَابَ اللّٰہِ تَعَالٰی فَاقْبَلُوْہُ وَمَا خَالَفَہٗ فَرُدُّوْہُ۔**

(اصول بذودی باب بیان قسم الانقطاع، توضیح وتلویح بحث سنت کشف الاسرار علی المنار جلد ۲، اصول الشاشی بحث سنت)

ترجمہ: اگر تمہارے سامنے کوئی حدیث بیان کی جائے مجھ سے تو اسے کتاب اللہ پر پیش کرو۔ اگر موافق ہو تو قبول کرو۔ مخالف ہو تو رد کر دو۔

لیکن افسوس کہ یہ امت روایات میں کھوگئی۔ حقیقت خرافات میں کھوگئی۔ پس اسی گمشدہ حقیقت کی بازیابی اور اس پر ڈالے گئے اہل ہوس کے دبیز پردوں کو چاک کرنے کی یہ ایک عظیم کوشش فاضل بزرگوار حضرت علامہ فخر عالم شیدا کمالی صاحب نے بڑے جرأت مندانہ انداز میں کی ہے جو ایک ذی علم صاحب بصیرت ہونے کے ساتھ ساتھ محب اہلبیت اور کہنہ مشق مصنف بھی ہیں۔ حضرت موصوف کی تقریباً ایک درجن کتابیں زیور طباعت سے آراستہ ہو کر مقبول خاص وعام ہو چکی ہیں۔ جن میں کربلا، مابعد کرلا، نقوش کربلا، مولائے کانات، خناس کی حقیقت کو غیر معمولی شہرت واہمیت حاصل ہے۔ فاضل بزرگوار کی یہ حسین کاوش دین آموز ایمان افروز اور متلاشیان حق کے لئے مشعل راہ ہے۔

مولیٰ تعالیٰ پنجتن پاک علیہم السلام کے طفیل ہم سب کی طرف سے حضرت کو دارین میں بہتر سے بہتر صلہ عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

نور العین مصباحی

بانی دار العلوم مسعودیہ عزیز العلوم گھاسی پور، پوسٹ فخر پور، بہرائچ شریف (یوپی) انڈیا۔

# تقریظ

## ازقلم حق: آل نبی اولاد علی پیر طریقت واقف اسرار معرفت حضرت صوفی عبدالرشید عرف مجاز علی شاہ درویش وارثی چشتی خانقاہ عالیہ وارثیہ رشیدیہ کھپولی شریف مہاراشٹر

موبائل نمبر:7738182128

**الحمدللہ رب العٰلمین، والصلوٰۃ والسلام علی رسولہٖ واٰلہٖ الکریم۔ اما بعد**

مصنف کتب کثیرہ اسیر اہلبیت حضرت مولانا شید کمالی صاحب کی تصنیف خواجۂ بطحا حضرت ابوطالب مطالعہ میں آئی۔ دل باغ باغ ہوگیا۔ اس سے پہلے بھی مولانا شیدا کمالی صاحب کی کئی کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ سیدنا ابوطالب رضی اللہ عنہ، نے عمر بھر جس انداز سے حضور اقدس سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت و الفت اور حفاظت ونصرت کا شاندار فریضہ سرانجام دیا ہے۔ وہ چودہ سو سال میں کسی بڑے سے بڑے مرد مومن کو بھی نصیب نہیں ہوا اورآپ کے پورے خاندان ذیشان نے میدان کربلا میں جس ایثار وقربانی سے دین اسلام کی مدد فرمائی ہے تاریخ عالم اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اس کے باوجود بعض سرپھرے اپنی جہالت کی بنا پر سیدنا ابوطالب اور والدین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تقریر وتحریر کے ذریعہ سے آئے دن بے بنیاد اعتراضات کرتے رہتے ہیں۔ کہ حضرت ابوطالب نے کلمہ نہیں پڑھا، مگر حقیقت یہ ہے کہ ایسے لوگوں کا اپنا ایمان ہی مشکوک ہے۔ جن لوگوں نے اس قسم کی روایات زبان وقلم سے بتائیں یا بنائیں۔ ہمیں ان کے ایمان میں تو شک ہوسکتا ہے۔ مگر سیدنا ابوطالب کے ایمان میں ایک لحظہ کیلئے بھی شک نہیں ہوکستا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد: **ھل جزاء الاحسان الا الاحسان۔** کے مطابق جس ابوطالب نے خدا کے دین پر احسان کیا ہے وہ خدا ابوطالب کے احسان کا بدلہ احسان کی صورت میں دیگا۔ اگر ایسا عاشق رسول نعوذ باللہ دوزخی ہے تو جنتی کون

ہوگا۔

ہر ایک پہ لگا دیتا ہے تو کفر کا فتویٰ
اسلام ترے باپ کی جاگیر نہیں ہے

حالانکہ حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کی صحیح حدیث شریف سے آپ کے کلمہ توحید پڑھنے کا ثبوت ملتا ہے۔اس کے علاوہ صوفیائے ملت اور علمائے امت کے واضح ارشادات سے بھی آپ کا مومن کامل ہونا ثابت ہے۔ یہ کتاب خواجہ بطحا حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ مولانا شیدا اکمالی صاحب نے عم النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ایمان کے متعلق تحریر فرمائی ہے۔
جس پر قلم اٹھانا ہر کسی کا کام نہیں ہے۔ فاضل مصنف نے اس مسئلہ کی تحقیق کا حق ادا کیا ہے۔

میری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ پنجتن پاک کے صدقے میں مولانا شیدا اکمالی صاحب کو دونوں جہان کی نعمتوں سے مالا مال کرے اور ایمان پر خاتمہ فرمائے، اور میدان محشر میں اہلبیت پاک کا سایہ عطا فرمائے۔آمین ثم آمین۔

فقط والسلام۔

صوفی عبدالرشید عرف مجاز علی شاہ درویش وارثی چشتی
خانقاہ حسینیہ چشتیہ قلندریہ وارثیہ کھپولی شریف مہاراشٹر

# مقدمتہ الکتاب

## ازقلم ترجمان اہلبیت محقق و مدبر مصلح و مبلغ مفتی و مدرس مصنف ومولف حضرت علامہ مولانا محمد قیصر رضا شاہ علوی حنفی مداری جامعہ عزیزیہ اہلسنت ضیاء الاسلام دائرۃ الاشراف جھراؤں شریف ضلع سدھارتھ نگر یوپی انڈیا

نحمدہ ونصلی ونسلم علی حبیبہ الکریم اما بعد

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ما اٰتکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا

یعنی رسول پاک جودیں اسے لے لو اور جس بات سے منع کردیں اس سے رک جاؤ بعد خطبۂ مبارکہ مقدمتہ الکتاب کا آغاز کرتا ہوں حضرت پیر نصیر گولڑوی کے ان اشعار سے

میں کہونگا کہ ہے محروم بڑی نعمت سے
جوکوئی دست کشِ خوانِ ابوطالب ہے
الفت پنجتن پاک نے بخشا یہ شرف
آج کل دل مِرا مہمان ابوطالب ہے
بعد تحقیق احادیث وروایات نصیر
میرا دل قائل ایمان ابوطالب ہے

ناظرین محترم!

جس طرح فخر ملت پاسبان اہلسنت مقبول بارگاہ پاک عترت حضرت علامہ ومولانا صوفی پیر فخر عالم شیدا کمالی صاحب قبلہ کی نامی گرامی بھاری بھرکم شخصیت ہر طبقے میں کافی مشہور ومقبول ہے، اسی طرح انکی تصانیف بھی ہر طبقے کیلئے کسی عظیم سوغات سے کم نہیں ہوتی ہیں۔

میں ذاتی طور پر جناب مولف کتاب ھذا کو بہت قریب سے جانتا ہوں اور اسکی روشنی میں لکھ رہا ہوں کہ انھیں جیسی علمی و مذھبی شخصیات علمائے حق کی انجمن میں مسند عزت وعظمت کی زینت بنتے ہیں ، انھیں کے مثل حق شعار علمائے دین اس زمین کی زینت اور ملت کا وقار و سرمایہ ہوتے ہیں حضرت بابرکت علامہ پیر صوفی فخر عالم شیدا کمالی کی یہ تصنیف لطیف المسمیٰ بہ خواجۂ بطحاء حضرت ابوطالب کو دیکھکر دل کو بڑی راحت میسر ہوئی ویسے تو علامہ کمالی کی اکثر تصنیفات اہلبیت پاک کے ہی پاک تذکروں پر مشتمل ہیں اور سب کی سب عوام و خواص کے درمیان کافی مقبول ہیں۔

لیکن حضرت علامہ کی یہ تصنیف بہت ہی اہم اور خاص الخاص ھے کیونکہ یہ ایک ایسے موضوع پر لکھی گئی ھے جس پر خامہ فرسائی ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں ھے اس مسئلے کو اعتدال و وسطیت کیساتھ نبھانے کیلئے بہت گہرے مطالعہ کیساتھ ساتھ کامل طور پر مومنانہ فہم و فراست درکار ھے۔

میں نے حضرت علامہ کی اس کتاب کو بہت دلچسپی کیساتھ ملاحظہ کیا ھے اسلئے مکمل یقین واعتماد کیساتھ لکھ رہا ہوں کہ یہ مایہ ناز تصنیف بیشمار اہل علم کے افکار و نظریات کا قبلہ تبدیل کردیگی کیونکہ حضرت مصنف نے اپنے موقف کو دلائل قاہرہ و براہین ساطعہ سے مرصع کرنے کے ساتھ ساتھ بڑے سلیقہ و شعور کیساتھ اپنی بات کو پیش فرمائی ھے اور بڑے مزے کی بات یہ بھی ہے کہ یہ کتاب جس طرح حضرت ابوطالب کے ایمان و اسلام پر دلائل قاہرہ کا مجموعہ ھے اسی طرح اس بزرگوار کی سیرت و سوانح کا بھی بیش بہا حصہ اس کتاب میں شامل ہوگیا ھے۔

حضرت موصوف کا اس زمانے میں اس موضوع پر قلم اٹھانا بہت ضروری تھا۔ کیونکہ اس مسئلے کے بابت اس دور میں جو جاہلانہ اور متعصّبانہ رویہ اختیار کیا گیا ھے وہ اس بات

کا متقاضی تھا کہ اس عنوان پر پوری علمی دیانت داری کیساتھ کام کیا جائے ناظرین کتاب کے اندر بچشم خود ملاحظہ کرینگے کہ مصنف موصوف نے اپنے موضوع کو بہت ہی خوبصورتی اور دیانتداری کیساتھ نبھایا ھے۔

ناظرین گرامی قدر! آپ مکمل وثوق کیساتھ جان لیں کہ قرآنی آیات کے مفاہیم و احادیث کریمہ اوراقوال اکابر سے سرکار بطحاء سیدنا حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مومن کامل ہونا روز روشن کی مانند عیاں ہے قرآن عظیم کی کسی صریح آیت سے انکا عدم ایمان ثابت نہیں ہوتا نیز اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو انکے عدم ایمان کی اکثر روایات قرآن عظیم سے متعارض ومتصادم نظر آتی ہیں لہٰذا ایسی صورت میں ہروہ روایت غیر درست وناقابل قبول ہوگی جو کتاب اللہ سے متعارض ومتصادم ہو۔

قرآن پاک سے حضرت ابوطالب کے مومن ہونے کی دلیل قال اللہ عزوجل ماکنت تدری ماالکتاب والایمان یعنی" نہ توآپ کتاب کوجانتے ہیں اورنہ ہی آپکوایمان کا پتہ تھا" (شوریٰ آیت نمبر ۵۲)

حضرت امام قسطلانی اس آیت کریمہ کے تحت فرماتے ہیں کہ امام مادردی امام واحدی اورامام قشیری رحمۃ اللہ علیہم نے اس آیت کے ضمن میں روایت بیان کی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ ارشاد کہ آپکو اس سے پہلے کتاب اورایمان کی کچھ خبر نہ تھی حذف مضاف کے باب سے ہے یعنی ایمان کا پتہ نہیں تھا تو یہ بات حضرت ابوطالب اورحضرت عباس اوردوسرے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے متعلق ہے کہ محبوب! آپ کے بتانے سے پہلے یہ نہ توکتاب کوجانتے تھےاورنہ ہی ایمان کی کچھ خبر تھی متن ملاحظہ ہو۔

واما قولہ تعالیٰ "ماکنت تدری ماالکتاب والایمان

حکاہ المادردی والواحدی والقشیری وقیل انہ من باب حذف المضاف

ای ماکنت تدری اہل الایمان ای من الذی یومن ابو طالب او العباس او غیرھما۔
(مواہب الدنیہ للامام احمد بن محمد بن ابی بکر الخطیب قسطلانی جلد دوم ص ٨٩ مطبوعہ بیروت)
امام زرقانی علیہ الرحمہ مذکورہ بالا عبارت کی تشریح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ
انه من باب حذف المضاف أی ماکنت تدری اهل الایمان من الذی یومن ابو طالب (عبدمناف) او العباس او غیرهما فلما ینافی انه مومن بالله وصفاته وقد یدل له بقیته آیته ولٰکن جعلناه نورًا نهدی به من نشآء من عبادنا
یعنی یہ آیت حذف مضاف کے باب میں سے ہے اور وہ اہل ایمان لوگ جو پہلے ایمان کو نہ جانتے تھے اور ایمان لائے وہ ابو طالب (عبدمناف) یا عباس اور دوسرے لوگ ہیں اور ان لوگوں کا اللہ عزوجل کی ذات وصفات پر ایمان لانا آیت مذکورہ کے منافی نہیں بلکہ یہ تو آیت کریمہ کے آئندہ آنے والے بقیہ اس حصہ پر دلالت کرتی ہے کہ "لیکن ہم نے اس قرآن کو نور بنایا جس کے ذریعہ سے ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہیں ھدایت کرتے ہیں"
ناظرین پر واضح ہونا چاہئے کہ مذکورہ دلیل ثبوت ایمان حضرت ابو طالب کے باب میں اس درجہ ٹھوس اور مضبوط ہے کہ جسے ہزاروں تاویلوں کے باوجود نہ تو الجھایا جا سکتا ھے اور نہ ہی مسترد کیا جا سکتا ھے۔
لہٰذا اب ہم ذیل میں اولاً انکے مومن ہونے کی کچھ روایات نقل کر رہے ہیں تا کہ انکی روشنی میں لوگوں کو اس عالی قدر کا مقام ومرتبہ اور علوِ شان کا علم ہو سکے۔
روایات ملاحظہ ہوں
**روایت نمبر ١**
قَالَ العباس واللہ لقد قالَ اخی الکلمتہ اللتی امرتہ بھا

یعنی حضرت سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ کے رسول سے کہا خدا کی قسم میرے بھائی نے وہ کلمہ پڑھ لیا ھے آپ انھیں جس کلمہ کے پڑھنے کا حکم دے رہیے تھے۔ (روض الانف مع سیرت ابن ھشام ج ا صفحہ ۲۸۵)

اسی روایت کو امام عبدالوھاب شعرانی نے اسطرح سے نقل کیا ھے

قال ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما مات ابو طالب سنته عشر من النبوة و کان قد بلغ عمره بضعا و ثمانین سنةو دخَل علیه رسول اللہ صلی اللہ علیه و آله و سلم فی مرض موته و قال له یا عم قلها یعنی کلمة الشهادة استحل لک بها الشفاعته فلما تقارب منه الموت جعل یحرک شفتیه فأصغی الیه العباس بأُذنه و قال و اللہ یا ابن اخی لقد قال کلمة التی امرته بها فقال رسول اللہ صلی اللہ علیه و سلم الحمد للہ الذی هداک یا عم۔

یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ھے کہ حضرت ابوطالب نے نبوت کے دسویں سال انتقال فرمایا اور اسوقت انکی عمر شریف ۸۵ سال سے اوپر تھی اور انکے مرض الموت میں رسول پاک علیہ السلام انکے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا چچا جان! کہہ دیجئے یعنی کلمۂ شہادت پڑھیئے تاکہ آپکی شفاعت کرنا ھمارے لئے جائز ہو جائے پس جب آپکی وفات کا وقت قریب آیا تو آپکے ہونٹ ہل رہے تھے تو حضرت عباس نے آپکے ہونٹوں پر کان لگا دئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ اے ابن اخی خدا کی قسم ابوطالب نے وہ کلمہ کہہ دیا ہے جسکا آپ نے انھیں حکم دیا تھا یہ سن کر حضور انور علیہ السلام نے فرمایا الحمد للہ الذی ھداک یا عم یعنی اے چچا شکر ھے اس معبود برحق کا جس نے آپ کو ھدایت بخشا۔ (کشف الغمہ للامام عبدالوھاب شعرانی ص ۱۲۰ مطبوعہ مصر)

حضرات! سیدنا سرکار ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلمہ پڑھ لینے کی یہ وہ شھادت

ھے جو اسی وقت دے دی گئی تھی جس موقع پر آپ سے تلقینِ کلمہ کا معاملہ درپیش تھا اس روایت کے ہوتے ہوئے وہ روایتیں کیونکر دلیلِ کفر بنائی جاتی ھیں جنکے راویان نہ تو اس مجلس میں موجود تھے اور نہ ھی حضرت عباس سے زیادہ ثقہ وقوی ھیں۔

روایت نمبر ۲

اِنَّ اللہ تعالیٰ احیا للنبیِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عمّہ ابا طالب وامن بہ

یعنی اللہ تعالیٰ نے آقا علیہ السلام کیلئے ابوطالب کو زندہ فرمایا اور وہ بزرگوار ان پر ایمان لے آئے (مختصر تذکرۂ قرطبی ج ۱ صفحہ ٦)

حضرات! محبینِ ایمان واسلام کیلئے یہ روایت بھی کچھ کم نھیں ھے ھاں منکرین کیلئے ایک دفتر بھی ناکافی ھے اس روایت کو قدرے کمی بیشی کے ساتھ صاحب روح البیان علامہ اسماعیل حقی نے بھی بیان کیا ھے بلفظہ ملاحظہ فرمایئے۔

روایت نمبر ۳

وقد جاءفی بعض الروایات ان النبیٔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لما عادَ مِن حجتہ الوداع احییٔ اللہ لہ ابویہ وعمہ فآمنوا بہ

یعنی اور بیشک بعض روایات میں آیا ھے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع سے تشریف لائے تو اللہ تعالیٰ نے آپکے لئے آپکے والدین اور چچا ابوطالب کو زندہ فرمایا اور وہ سب آپ پر ایمان لائے (روح البیان ج ۳ صفحہ ۴۱٦)

علاوہ ازیں امام ابنِ حجر مکی قدس سرہ نے بھی آپکے ایمان کی یہ روایت نقل فرمائی ھے ملاحظہ کیجئے۔

روایت نمبر ۴

ومن معجزاتہ صلی اللہ علیہ وسلم احیاء الموتیٰ وکلامھم وفی الخبر ان

اللہ تعالیٰ أحییٰ لہ ابویہ وعمہ اباطالب فآمنوا بہ

یعنی اللہ کے رسول علیہ السلام کے معجزات میں سے مردوں کو زندہ فرمانا اور انکے ساتھ گفتگو فرمانا ھے روایت میں آیا ھے کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے آپ کیلئے آپکے والدین کریمین اور عمِ محترم حضرت ابوطالب کو زندہ فرمایا اور وہ آپ پر ایمان لائے (النعمتہ الکبریٰ صفحہ ۹۱)

حضرات! اسکے علاوہ امام عبدالوھاب شعرانی نے بھی آپکے ایمان کی روایت اس انداز میں بیان کی ھے ملاحظہ ھو۔

**روایت نمبر ۵**

ذکرَ سلمہ بن سعید الجعفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ انَّ اللہ تعالیٰ احییٰ للنبیءِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمَّہ اباطالب وآمنَ بہ

یعنی روایت کیا حضرت سعید بن جعفی نے کہ بیشک زندہ کیا اللہ تعالیٰ نے حضورِ پاک علیہ السلام کے لئے انکے عمِ محترم حضرت ابوطالب کو اور وہ ان پر ایمان لائے۔

**روایت نمبر ٦**

رویَ عن اسحاق بن عبد اللہ بن حارث قال قال العباس لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اترجو لابی طالب؟ قال کل الخیر ارجو من ربی

یعنی اسحاق بن عبداللہ بن حرث سے روایت ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کیا آپ ابوطالب کیلئے پُرامید ہیں رسول پاک علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ہم اپنے پروردگار سے انکے لئے ہر خیر اور بھلائی کیلئے امیدوار ہیں۔ (طبقات ابن سعد جلد اول ص ۱۲۱، خصائص کبریٰ جلد اول ص ۲۱۵ مطبوعہ مدینہ منورہ، تفسیر مراح لبید جلد دوم ص ۱۴۷)

صاحب تفسیر مراح لبید امام محمد نوی الجاوی مذکورہ حدیث پاک کی تشریح کرتے ہوئے

رقمطراز ہیں کہ ممایدل علیٰ ان اباطالب مومن "ارجومن ربی "ورجاوہ محقق ولایرجو کل الخیرالامومن یعنی رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کا یہ فرمان کہ میں اپنے پروردگار سے انکے (حضرت ابوطالب) کیلئے ہربھلائی کی امید کرتا ہوں اس امرکی دلیل ھے کہ حضرت ابوطالب مومن ہیں اور حضور ختمی مرتبت علیہ السلام کا انکے لئے پُرامید ہونا محقق ہے جبکہ ہرخیراور بھلائی کی امید سوائے مومن کےنہیں کی جاسکتی۔ (تفسیر مراح لبید جلد دوم ص ۱۴۷ مطبوعہ مصر

**روایت نمبر ۷**

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اذاکان یوم القیامۃشفعتُ لابی وعمی

یعنی حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ جب قیامت قائم ہوگی تو میں اپنے والدین اور چچاجان کی شفاعت کروں گا (خصائص کبریٰ ص ۲۱۶ مسالک الحنفاء ص ۱۳۱ الدرج المنیفہ ص ۷ الحاوی للفتاویٰ ص ۲۱۰)

ناظرین روایت مذکورہ بھی حضرت ابوطالب کےمومن ہونے کی قوی دلیل ہے کیونکہ آقا علیہ السلام کسی کافریا مشرک کی شفاعت نہیں فرمائینگے چنانچہ مذکورہ بالا جملہ روایات سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ حضرت سیدنا ابوطالب مومن کامل ہیں اورآپکے ایمان لانے میں کوئی شک وشبہ نہیں ھے راقم السطور گدائے کوئے سرکار ابوطالب فقیر محمد قیصر رضا شاہ علوی حنفی مداری عرض کرتا ھے کہ کفر ابوطالب پرجتنی ساری روایتیں ھیں وہ سب درایۃً مشکوک اور مضطرب ہیں۔

ہماری مذکورہ تحریر پر احباب اہلسنت میں سے کچھ حضرات اختلاف ظاہر فرماسکتے ہیں لہٰذا میں ان تمام حضرات سے عرض گزارھوں کہ آپ تمامی صاحبانِ علم وتحقیق کواختلاف

کا بھرپور حق حاصل ھےلیکن واضح ہونا چاہئے کہ نام جنکا عمران اور کنیت ابوطالب ہے جو دادا ہیں حضرت امام عالی مقام سیدنا آقا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اور والد گرامی ہیں مولیٰ المسلمین سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے، اور ہمدرد وغمگسار ووفا شعار وجانثار و عاشق زار عمّ باوقار ہیں سید الانبیاء خاتم رسولاں سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان برزگوار کے ایمان واسلام کا مسئلہ کچھ اسطرح سے اختلاف کا شکار ہے کہ فرقۂ ضالہ حشویہ کلّی طور پر انھیں کافر قرار دیتا ھے۔ جبکہ دوسرا گمراہ فرقہ رافضیہ کلّی طور پر انھیں مسلمان و صاحبِ ایمان کہتا ہےلیکن اکابرین اہلسنت میں کچھ حضرات انکے عدم ایمان کا قول کرتے ہیں اور کچھ حضرات انکے ایمان وعدم ایمان کے بارے میں سکوت کے قائل ہیں لیکن اکثر اکابرین انکے ایمان واسلام کے قصیدہ خواں ھیں۔ خاص طور سے بزرگان دین اولیاء کاملین ایمان ابوطالب کا ہی دم بھرتے ھیں اب جبکہ صورت حال کچھ اس طرح کی ہے تو کچھ لوگ سنی العقیدہ ہونے کے باوجود انکے مسلمان اور صاحب ایمان ہونے کے قول کو پڑھکر ،سنکر، یا انکے نام کے ساتھ”حضرت“ یا”حضور“ یا رضی اللہ تعالیٰ عنہ“ دیکھ کر وحشی نیل گاۓ کی طرح کیونکر بدک جاتے ھیں؟

چلئے یہ بات اپنی جگہ مسلم کہ بخاری ومسلم وترمذی اور دوسری کتب احادیث کے اندر انکے خاتمہ بالکفر کی وہی چار پانچ روایتیں گھوم گھوم کر لکھی گئ ہیں۔

مگر انھیں کی طرح والدین رسول گرامی وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں بھی تو خاتمہ بالکفر کی روایت انھیں محدثین نے اپنی انھیں صحاح جوامع اور سنن میں تحریر کی ہیں پھر کیا بات ہے کہ ایک روایت تسلیم ہےاور ایک سے انکار ہے؟؟

حضرت ابوطالب کا کفر ثابت کرنے کے لئے بخاری ومسلم کو سر پر لیکر گھومنے والے کیا اب والدین پاک مصطفیٰ علیہم السلام کو بھی کافر ومشرک تسلیم کرینگے؟؟ اس مقام پر حضور اعلیٰ

حضرت کی یہ تحریر کافی مفید ہے جوانہوں نے بخاری مسلم اور کچھ دیگر کتب حدیث کے تعلق سے الفضل الموہبی میں زیب قرطاس کی ہیں نمونہ کے طور پر الفضل الموہبی ایک تحریر پیش کرتا ہوں: چنانچہ آپ لکھتے ہیں کہ کس آیت یا حدیث میں ارشاد ہوا ہے کہ بخاری یا ترمذی بلکہ امام احمد ابن المدائنی جس حدیث کی تصحیح یا تخریج کردیں وہ واقع میں بھی ویسی ہی ہے کونسا نص آیا ہے کہ نقد رجال میں ذہبی وعسقلانی بلکہ نسائی وابن عدی ودارقطنی بلکہ یحی بن قطعان ویحی بن معین وشعبہ وابن مہدی جو کچھ کہہ دیں وہی حق جلی ہے جب خود احکام الٰہیہ کے پہچاننے میں ان اکابر کی تقلید نہ ٹھہری جوان سے بدر جہا ارفع واعلیٰ اعلم واعظم تھے جنکے یہ حضرات اورانکے امثال مقلد ومتبع ہوئے جنکے درجات رفیعہ امامت انھیں مسلم تھے (الفضل الموہبی فی معنیٰ اذا صح الحدیث فہو مذھبی منزل سوم ص ۱۲)۔

تمام اہلسنت سے مخاطب ہوں کہ آپ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو عقلِ سلیم بخشی ہے اورعلم دین کے نور سے پرنور کیا ھے تو آپ اسکا بھی کبھی کبھی استعمال فرمایا کریں اور ہر کسی روایت کو درایۃً بھی پرکھنے کی کوشش فرمائیں دلائل کی کمزوری ومضبوطی پر بھی نظر رہنی چاہیئے۔

حضرات!! بخاری کی روایت ہے کہ جب حضرت سیدنا ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوگیا تو حضرت مولیٰ علی بارگاہِ نبوت میں تشریف لائے اور پیارے آقا علیہ السلام کو مخاطب کرتے لائے فرمایا کہ یارسول اللہ آپکا گمراہ چچا مرگیا۔اہل ایمان وانصاف بتائیں کہ جولب ولہجہ ایک محسن اسلام اور حضور پاک کے محبوب چچا کے لئے خود انکے دلبند حضرت علی کی جانب منسوب کیا گیا ھے کیا ان سے یہ ممکن ھے؟؟ کیا رسول عربی کی پرورش وتربیت نے حضرت علی پر اتنا بھی اثر نہیں کیا تھا کہ جس باپ کا جسدِ خاکی ابھی سپرد خاک بھی نہیں ہوا ہے اس باپ کے موت کی خبر اس درجہ غیر مھذب انداز میں دیں؟؟

کیا مذکورہ بالا لب ولہجہ باب علم نبی کا ہوسکتا ھے؟؟ ھر گز نہیں

حضرت ابوطالب کے عدم ایمان سے متعلق مسلم اور بخاری کی ان روایات کی حقیقت اور قرار واقعی معلوم کرنے کے لئے فقط اس قدر جان لینا کافی ہے کہ ان روایتوں میں جس آیت کو کفر حضرت ابوطالب سلام اللہ تعالیٰ علیہ کی دلیل کے طور پر ان کے حق میں نازل ہونا لکھا ہے وہ آیت مکہ میں نازل ہی نہیں ہوئی بلکہ دس بارہ برس کے بعد اسکا نزول مدینہ طیبہ میں ہوا اور یہ متحقق ہے کہ وصال حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہجرت سے تین سال قبل مکہ معظّمہ میں ہوا ھے خود بخاری کے اندر بھی اسکا ثبوت موجود ھے۔ اسی طرح اس عنوان کی ایک روایت حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام سے منسوب کرکے بیان کی گئی ہے جبکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتح خیبر کے بعد سات ہجری میں مسلمان ہوئے یعنی سرکار ابوطالب کے وصال پر ملال کے دس سال بعد چنانچہ یہ بزرگوار اسوقت نہ تو مسلمان ہوئے تھے اور نہ مکہ میں موجود تھے اور نہ تو روایت میں ایسا کوئی جملہ ہے کہ مجھ سے یہ بات فلاں نے بیان کی اور پھر اثبات کفر ابوطالب کا جنون جنکے آنکھوں کی نیندیں اڑا چکا ہے انھیں کیا تفاسیر میں یہ باتیں نہیں ملیں کہ آیات مبارکہ انَّکَ لا تَھدی من اَحببت اور ما کان للنبیُ الخ حضرت ابوطالب کے حق میں نہیں ہیں؟؟

اگر نہیں ملیں تو مطالعے کو اور وسعت دیں اور اگر ملیں ہیں تو کیا سبب ہے کہ کفری روایتوں پر ہی جان قربان کی جارہی ہے؟؟؟

آیت کریمہ: اِنَّکَ لاتَھدِی مَن اَحببَتَ حضرت ابوطالب کے حق میں نہیں نازل ہوئی۔ چنانچہ پوری آیت میں ظاہر طور پر ایک بھی ایسا لفظ نہیں ہے جس سے یہ ثابت کیا جاسکے کہ فی الواقع یہ آیت حضرت ابوطالب کے حق میں نازل ہوئی جیسا کہ مفسرین کرام نے بھی لکھا ہیکہ اس آیت میں کفر ابی طالب پر کوئی دلیل ظاہر نہیں ہے چنانچہ رئیس

المفسرین امام فخر الدین رازی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے سب سے پہلے یہی خیال ظاہر فرماتے ہیں ملاحظہ ہو۔

اعلم اِنَّ فی قولہ تعالیٰ انک لاتھدی من احببت ولٰکن اللہ یھدی من یشاءُ۔ مسائل المسئلۃ الاولیٰ ھذہ الآیۃ لادلالتہ فی ظاھرھا علی کفر ابی طالب۔

یعنی جان لیجئے کہ بیشک انک لاتھدی الی آخر الآیہ میں کئی مسئلے ہیں پہلا مسئلہ نہیں دلالت کرتی یہ آیت اپنے ظاہر میں کفر ابی طالب پر (تفسیر کبیر جلد ششم ص ۴۴۹)

علاوہ ازیں امام محمد بن عمر نوی جاوی اپنی مشہور انام تفسیر مراح لبید میں انک لاتھدی من احببت کے تحت فرماتے ہیں کہ انک لاتھدی۔ وھذہ الآیہ لادلالۃ فی ظاھرھا علی کفر ابی طالب لان اللہ ھو الذی ھداہ بعد ان ائیس منہ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اما الحدیث الدلالۃ علی عذابہ ودخولہ فھو الترک النطق بالشھادۃ وان اِعتدَّبہ فالعذاب یکون فی مقابلۃ ترک فرض آخر ومایدل علی انہ آمن برسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہ قد وصی عندموتہ باتباع رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم (مراح لبید جلد دوم صفحہ نمبر ۱۴۶ مطبوعہ مصر)

یعنی یہ آیت ظاہری طور پر حضرت ابوطالب کے کفر پر دلالت نہیں کرتی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوطالب کو ہدایت دے دی تھی جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ سے مایوس ہو گئے تھے اور وہ حدیث جو آپکے عذاب اور جہنم میں داخل ہونے پر دلالت کرتی ہے وہ اسلئے بھی ہو سکتی ہے کہ انھوں نے شہادت کو بیان نہ کیا اگر اسکو شمار کر بھی لیا جائے تو یہ عذاب دوسرے فرض کے ترک کرنے پر ہو گا اور آپکے ایمان لانے پر دوسری اہم ترین دلیل یہ ہیے کہ آپ نے اپنی وفات کے وقت حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ سلم پر ایمان لانے کی وصیت کی تھی۔

اسکے علاوہ تفسیر ابن کثیر اور در منثور میں نقل ہیکہ

عن سعید بن ابی راشد قال کان رسول قیصر جاء الی کتب معنی قیصر الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کتاباً فاتیتہ فدفعت الکتاب فوضعہ فی حجرہ ثم قال عن الرجل قلت من تنوخ قال ھل لک فی دین ابیک ابراھیم الحنیفۃ قلت انی رسول قوم وعلی دینھم حتی ارجع الیھم فضحک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ونظر الی صحابہ وقال انک لا تھدی من احببت ولٰکن اللہ یھدی من یشاء (تفسیر ابن کثیر صفحہ ۲۸۲، تفسیر در منثور صفحہ ۳۴۵)

حضرت سعید بن ابی راشد سے روایت ہیکہ حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں قیصر روم کا قاصد خط لیکر حاضر ہوا تو آپ نے وہ خط اس سے لیکر پتھروں کے درمیان رکھدیا اور سوال کیا کہ یہ شخص کس قوم سے تعلق رکھتا ہے کہا گیا کہ قبیلہ بنی تنوخ سے تو آپ نے اس شخص سے فرمایا کہ کیا تو چاہتا ہے کہ تجھے تیرے باپ ابراہیم کا دین حنیف نہ پیش کیا جائے تو اس نے کہا کہ میں اپنی قوم کا قاصد ہوں جب تک واپس نہ جاؤں دین کو تبدیل نہیں کرسکتا تو آپ نے تبسم فرماتے ہوئے صحابۂ کرام کی طرف دیکھا اور ارشاد فرمایا انک لا تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء۔ مذکورہ تفسیر خود صاحب قرآن نے فرمائی ہے جبکہ اسکے برخلاف پورے ذخیرۂ احادیث میں خود حضور ختمی مرتبت علیہ السلام کا کہیں کوئی ایسا قول مندرج نہیں ہے کہ جس میں اس آیت کو آنحضرت علیہ السلام نے بزبان خود سرکار ابوطالب کے حق میں بتایا ہو۔

بھائیو!! کیا صاحب قرآن کی اس تفسیر سے بہتر کسی کی تفسیر ہوسکتی ہے؟؟؟

مزید برآں امام شیخ احمد صاوی مالکی رحمۃ اللہ علیہ زیر آیت انک لا تھدی فرماتے ہیں کہ وقیل انہ اُحیٰ واسلم ثم مات ونقل ھذا القول بعض الصوفیۃ

(تفسیر صاوی صفحہ ۱۸۳، مطبوعہ مصر)

یعنی اور کہا کہ انھیں زندہ کیا اور وہ اسلام لائے اور پھر انتقال فرمایا اور یہ قول بعض صوفیائے اہل صفا نے نقل فرمایا ہے۔

منکرین ایمان سیدنا ابوطالب رضی اللہ تعالی عنہ کی جانب سے انکے عدم ایمان پر پیش کی جانے والی آیت کریمہ "وَھُم یَنھَونَ عَنہُ وَیَنئَونَ عَنہُ" بھی حضرت ابوطالب کے حق میں نہیں نازل ہوئی۔ پوری آیت کریمہ اس طرح سے ہے

حتیٰ اِذَا جَاءُوکَ یُجَادِلُونَکَ یَقُولُ الَّذِینَ کَفَرُوا اِن ھٰذَا اِلاَّ اَسَاطِیرُ الاَوَّلِین وَھُم یَنھَونَ عَنہُ وَیَنئَونَ عَنہُ وَاِن یَھلِکُونَ اِلاَّ اَنفُسَھُم وَمَا یَشعُرُونَ

(سورہ انعام آیت نمبر ۲۵ / ۲۶)

یعنی یہاں تک کہ جب تمہارے حضور تم سے لڑتے جھگڑتے حاضر ہوں تو کافر کہیں کہ یہ تو پہلوں کی داستانیں ہیں اور وہ اس سے روکتے اور اس سے دور بھاگتے ہیں اور ہلاک کرتے ہیں اپنی جانیں اور انھیں شعور نہیں۔

زیر نظر آیت کا جو ٹکڑا حضرت ابوطالب کیلئے پیش کیا جاتا ھے اسکا حضرت ابوطالب سے دور کا بھی کوئی رابطہ اور تعلق نہیں۔ دراصل یہ آیت عام کفار کیلئے ہے جیسا کہ آیت کا سیاق وسباق اس پر مشیر ہے چونکہ مضمون بہت زیادہ طوالت کا متحمل نہیں ہے اسلئے اختصار کے ساتھ کام لیتے ہوئے زیر نظر آیت کے تعلق سے چند مفسرین کی کتب سے حوالہ جات پیش کئے جا رہے ہیں تفسیر ابن عباس میں ھے

(وھم ینھون عنہ) وھوابوجھل واصحابہ وینھون عن محمدوالقرآن (وینئون عنہ) یمنعون عنہ ویتباعدونیعنی وھم ینھون عنہُ اور وہ ابوجہل اور اسکے ساتھی ہیں جو نہیں مانتے تھے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قرآن کو اور وینئون عنہ

دوسروں کو منع کرتے تھے( آپ سے اور قرآن سے )( تفسیر ابن عباس ص ۹۲ )

تفسیر خازن (وهم ينهون عنه) يعنى ينهون الناس عن اتباع محمد صلى الله عليه وآله وسلم (وينئون عنه) يعنى يتباعدون عنه بانفسهم نزلت فى كفار مكة كانوا يمنعون الناس عن الايمان بمحمد صلى الله عليه وآله وسلم وعن الاجتماع به وينهونهم عن استماع القرآن ( تفسیر خازن صفحہ ۱۰ )

(وهم ينهون عنه) یعنی لوگوں کا انکار اتباع محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وينئون عنه یعنی دور رکھتے تھے ان سے اپنی جانوں کو، نازل ہوئی یہ آیت کفار مکہ کے حق میں منع کرتے تھے لوگوں کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایمان لانے سے اور آپکے پاس جمع ہونے سے اور منع کرتے تھے قرآن سننے سے۔

تفسیر نسفی مدارک (وينهون عنه) ينهون الناس عن القرآن اوعن الرسول واتباعه والايمان به (وينئون عنه) ويبعدون عنه بانفسهم (تفسیر نسفی صفحہ ۸ مطبوعہ بیروت)

یعنی وينهون عنه انکار کرتے تھے لوگ قرآن سے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور انکی اتباع سے اور ایمان سے (وينئون عنه) اور دور رکھتے تھے اپنی جانوں کو ان سے۔

ناظرین پر واضح ہونا چاہئے کہ متذکرہ آیت کریمہ کا اطلاق حضرت ابوطالب پر ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ اہل تواریخ کا اس بات پر اجماع ہے کہ حضرت ابوطالب حضور پاک علیہ کی باتیں سنکر کبھی ان سے دور نہ بھاگے بلکہ تاحیات سایہ کی طرح آپکے ساتھ رہے یہاں تک کہ تین سال کی پر مشقت زندگی شعب ابی طالب میں گزاری لیکن آپ سے دور نہ بھاگے نیز ہمیشہ آپکی باتوں کی تعریف وتوصیف اور انکے فوائد وفضائل بیان کرتے تھے اور لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتوں پر عمل کرنے کا مشورہ دیتے تھے یہاں تک کہ اپنی

آخری وصیت میں بوقت نزع اہل قریش بالخصوص بنی ہاشم کو آپکے نقش قدم پر چلنے کی باضابطہ وصیت فرمائی اور یہی آپکی آخری وصیت ھے اوراسی کو بصیرت کے ساتھ دیکھیں تو اقرار باللسان بھی ھے لہٰذا وینھون عنه وینئون عنه کو جن لوگوں نے آپکے لئے سمجھا ہے ان سے ضرور چوک ہوئی ہے۔

آیت کریمہ ماکان للنبی والذین آمنوا ان یستغفروا للمشرکین حضرت ابوطالب کے حق میں نہیں نازل ہوئی جیسا کہ سنن ترمذی میں روایت ہے کہ ایک شخص اپنے مشرک والدین کے لئے دعاء مغفرت کررہا تھا جب یہ بات حضور پاک علیہ السلام کے پاس پہونچی تو آیتِ مبارکہ ماکان للنبیٔ الخ نازل ہوئی پوری حدیث بلفظہ ملاحظہ کریں

عن علی قالَ سمعت رجلا یستغفر لاَبویه وھما مشرکان فقلت له اتستغفر لابویکَ وھما مشرکان فقال اولیسَ استغفر ابراھیم لابیه وھو مشرک فذکرت ذٰلک للنبی صلی اللہ علیه وسلم فنزلت ماکان للنبی والذین اٰمنوا ان یستغفروا للمشرکین (ترمذی جلد دوم ص ۱۴۱)

دوستو! بتاؤ اس آیتِ مبارکہ کی جو تفسیر بابِ علمِ نبی حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے بیان فرمائی اور صاف صاف بتادیا کہ اس آیت کا نزول ایک شخص کی دعاء مغفرت جو اسکے مشرک والدین کیلئے ھورہی تھی اس کے تحت ھوا اب بتائیے کہ حضرت مولیٰ علی سے بڑا مفسرِ قرآن کون ھے جسکی روایت اس روایت پر ترجیح پاسکے؟؟

علاوہ ازیں اسی ایتِ کریمہ کے تحت صاحبِ تفسیرِ مراحِ لبید فرماتے ھیں کہ فظھرہ بھذا الاخبار انَّ الآیة نزلت فی استغفار المسلمین لاقاربھم المشرکین الانزلت فی حقِّ ابی طالب لانَّ ھٰذہ السُّورة کُلھا مدنیة نَزلت بعد تبوک اوبینھا وبین موت ابی طالب تکون اثنیٰ عشر سنة (تفسیر مراح لبید جلد اول صفحہ ۳۵۷)

یعنی پس یہ ظاہر خبریں ھیں اس آیت کے متعلق کہ اسکا نزول ان مسلمانوں کے حق میں ھے جنکے قریبی مشرک تھے اور نہیں نازل ھوئی یہ آیت حضرت ابوطالب کے حق میں تحقیق کہ یہ پوری سورۃ مدنی ہے اور اسکے نزول اور حضرت ابوطالب کی موت کے درمیان بارہ سال کا وقفہ ہے

نیز علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں کہ

لما مات ابو طالب جعل النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم یستغفر له فقال المسلمون مایمنعنا ان نستغفر لآبآئنا ولذوی قرابتنا وقداستغفر ابراہیم لابیه وهذَا محمد یستغفرُ لعمه فستغفروا للمشرکین فنزلت هذه الایة قال ابوالحسین بن منادیٰ هذا لایصح انما قال النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم لعمه لاستغفرَنَّ لک مالم اُنه عنک زاد المیسر (جلد سوم صفحہ ۵۰۸ مطبوعہ مصر)

یعنی جب حضرت ابوطالب کا انتقال ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکے لئے استغفار کرنا مقرر فرمایا تو مسلمانوں نے کہا کہ ہمارے آباء واجداد کیلئے استغفار کرنا منع نہیں ہے اور بیشک استغفار کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے چچا کیلئے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے چچا کیلئے استغفار کرتے ہیں پس مشرکین کے استغفار سے منع کرنے کیلئے یہ آیت نازل ہوئی ابوالحسین بن منادیٰ کہتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا کو کہا تھا کہ میں آپکے لئے استغفار کرونگا جب تک مجھے روکا نہ جائے۔

اسکے علاوہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آیت کریمہ ما کان للنبی الخ کے نزول کو حضرت ابوطالب کیلئے نہیں بتایا ھے بلکہ آپ فرماتے ہیں کہ یہ آیت ان مسلمانوں کے حق میں نازل ہوئی جو اپنے مشرک والدین کے استغفار کو جائز سمجھتے تھے چنانچہ آپ لکھتے ہیں کہ:

اِنَّمَاظَهَرَفِی هٰذِهِ السُّورةِ فلعل المومنین کان یجوزُلهم اَن یستغفروا لابویهم من الکافرین (تفسیر کبیر جز۱۶ ص ۲۰۸)

نیز اسی کتاب مستطاب میں آپ نے امام واحدی کے حوالے سے حضرت حسین بن فضل کا یہ قول بھی نقل فرمایا ہے۔

قال الواحدی قد استبعدَ الحسین ابن فضل لان هذه السورة من آخر القرآن نزولاً ووفاة ابی طالبٍ کانت بمکة (تفسیر کبیر جزء۱۶ صفحہ ۲۰۸)

یعنی واحدی کہتے ہیں کہ حضرت حسین بن فضل نے اسکو بعید جانا ہے اس لئے کہ یہ سورۃ کریمہ نزول کے لحاظ سے قرآن کی آخری سورۃ ہے اوروفات حضرت ابی طالب مکہ میں ہوچکی تھی۔

نیز صاحب تفسیر روح المعانی نے بھی مذکورہ آیت کریمہ کودرحق حضرت ابوطالب ماننے سے انکارکیا ھے جیسا کہ روح المعانی میں نقل ہے

لِاَنَّ هذه السورة من آخر قرآنٍ نزولاً ووفاة ابی طالب کانت بمکة فی اول الاسلام (تفسیر روح المعانی جزء۱۰ صفحہ ۹۲) یعنی تحقیق یہ آیت مبارکہ قرآن کے آخر پر نازل ہوئی اوروفات حضرت ابی طالب شروع اسلام کے وقت مکہ معظّمہ میں ہوئی ھے۔

ان سب کے علاوہ حضور سیدنا امام سُہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے متذکرہ آیت کریمہ یعنی ماکان للنبی الخ کےنزول کے تعلق سے بہت عمدہ وضاحت پیش کی ہے راقم الحروف افادۂ عام کی نیت سے اسے بھی نقل کرتا ھے چنانچہ آپ لکھتے ہیں کہ

وذکرقول اللہ تعالیٰ ماکان للنبی والذین آمنوااَن یستغفروا للمشرکین، وقد استغفرعلیه السلام یوم اُحدفقال اللهم اغفرلقومی فانهم لایعلمون و ذالک حین جرح المشرکون وجهه وقتلواعمه وکثیرامن اصحابه ولایُصحُ اَنّ

تکون الآیۃ نزلت فی عمہ ناسختہ الاستغفار یوم احد لِاَنَّ وفاۃ عمہ کانت قبل ذالک بمکۃ ولا ینسخ المتقدم المتاخر وقد اجیب عن ھذہ السوال باجوبتہ قیل استغفار لقومہ مشروط بتوبتھم من الشرک کانہ اراد الدعاء لھم بالتوبۃ حتیٰ یغفر لھم ویقوی ھذا القول وذکرھا ابن اسحٰق وھوان تکون الآیۃ تَاَخَّرَ نُزولُھا فنزلت بالمدینۃِ الروض الانف (صفحہ ۲۵۸ مطبوعہ مصر)

یعنی اور ذکر اللہ عزوجل کے اس فرمان کا مَاکَانَ لِلنَّبِی الخ بیشک احد کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دعاء استغفار فرمائی کہ یا اللہ میری قوم کو معاف فرمادے کہ یہ نہیں جانتے اور یہ اسوقت فرمایا جبکہ مشرکین نے آپ کے چہرۂ انور کو زخمی کیا اور آپکے چچا (حضرت امیر حمزہ) اور کثیر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو شہید کیا اور یہ صحیح نہیں کہ آپکے چچا (حضرت ابوطالب) کے حق میں نازل ہوئی ہے جو احد کے دن کے استغفار کی ناسخ ہے کیونکہ آپکے چچا (حضرت ابوطالب) کی وفات اس سے قبل مکہ میں ہو چکی تھی اور مقدم مؤخر کا ناسخ نہیں ہوتا اس سوال کے کئی جواب ہیں بعض نے کہا کہ آپکی قوم کیلئے دعائے استغفار انکی شرک سے توبہ کے ساتھ مشروط ہے گویا کہ انکی توبہ کیلئے دعاء کا ارادہ کیا تا کہ اللہ تعالیٰ انھیں بخش دے اسکو یہ قول قوی کرتا ہے کہ حضرت ابن اسحاق نے فرمایا کہ اس آیت کریمہ کا نزول متاخر ہے اور یہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے۔

مزید برآں ماکان للنبی الخ: کے تحت ارشاد الساری شرح بخاری میں امام قسطلانی فرماتے ہیں کہ واستشکلَ ھذا بان وفاۃ ابی طالب وقعت قبل الھجرۃ بمکۃ بغیر خلاف۔ یعنی اور یہ مشکل ہے کیونکہ حضرت ابوطالب کی وفات ہجرت سے قبل مکہ معظّمہ میں ہو چکی ہے اور اس معاملے میں کوئی اختلاف نہیں ہے مزید لکھتے ہیں کہ وفی ذالک دلالت علی تاخر نزول اَلآیۃ عن وفاۃ ابی طالب والاصل عدم تکرار النزول یعنی اس میں

وفات ابی طالب آیت کے نزول کے تاخر پر دلالت کرتی ھے اور اصل یہ ہے کہ عدم تکرار نزول ہے یعنی دو بار نازل نہیں ہوئی (ارشاد الساری جلد ہفتم ص ۲۲۶)

نیز حضرت فاضل بریلوی اور انکے والد گرامی کو اجازت سند حدیث دینے والے حضرت قاضی احمد زینی دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ زیر آیت ما کان للنبی الخ رقم طراز ہیں کہ انہا نُزلت فی استغفارٍ أُناسٍ لِآبائھم المشرکین لافی ابی طالب (اسنی المطالب فی نجاۃ ابی طالب صفحہ ۱۷ مطبوعہ مصر)

یعنی بیشک یہ آیت مبارکہ ان لوگوں کیلئے نازل ہوئی ھے جو اپنے مشرکین آباء کیلئے استغفار کرتے تھے اور یہ ابو طالب کے حق میں نہیں ہے۔

راقم السطور اس بابت ابھی اور بہت سارے مفسرین ومحدثین وعلماء ربانیین کے اقوال نقل کرسکتا ہے لیکن انھیں چند پر اکتفاء کرتا ہے اہل محبت وانصاف کیلئے یہی بہت کچھ ہے اور ضدی قسم کے لوگوں کیلئے پورا دفتر بھی نا کافی ہے۔

مجھے سخت تعجب ہیکہ جو یہ کہتے ہوے نہیں تھکتے کہ ایمان کا اگر احتمال واحد بھی پایا گیا تو منع تکفیر کے لئے کافی ہے وہی حضرات اتنی صراحتوں کے باوجود بھی کفر ہی کفر کا رٹّا مار رہے ہیں، یاللعجب۔ اور انکے نزدیک ایمان ابو طالب سلام اللہ علیہ پر حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی یہ قسمیہ روایت بھی نا قابل التفات ہے۔

قَالَ العباس واللہ لقد قال اخی الکلمۃ اللتی امرتہ بھا۔ یعنی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسولِ پاک علیہ السلام سے بقسم بیان فرمایا کہ میرے بھائی نے وہ کلمہ پڑھ لیا جسکا حکم آپ نے انھیں دیا تھا۔ (روض الانف مع سیرت ابن ھشام ج ۱ صفحہ ۲۸۵)

اللہ اکبر کبیرا! ہائے رے ستمگرانِ ابو طالب تمہیں انکے برادرِ گرامی کی قسم پر بھی اعتبار نہیں آتا؟ کیا احتمالِ واحد والا قانون صرف مخصوص ومحدود لوگوں کے لئے ہے یا یہ ضابطہ

عام ہے؟ اگر عام ہے تو کیا اس قدر تصریحات و روایات کے بعد بھی ایمان سیدنا ابو طالب سلام اللہ علیہ کا واحد اور ادنیٰ احتمال بھی نہیں ملا؟

علاوہ ازیں اور دوسرے درجنوں اکابر کے اقوال کیوں کر بھول جاتے ہیں جو اس بزرگوار کے ایمان و اسلام پر بین ثبوت ہیں۔ مثلاً، امام قرطبی نے بھی اثبات ایمان کی روایت پیش کی، امام سھیلی نے بھی پیش کی، امام شعرانی نے بھی پیش کی، امام قسطلانی نے بھی پیش کی، مام عینی نے بھی پیش کی، امام صاوی نے بھی پیش کی، امام سیوطی نے بھی پیش کی، امام ابن حجر نے بھی پیش کی، امام ابو نعیم نے بھی پیش کی، امام نوی نے بھی پیش کی، امام رازی نے بھی پیش کی، امام نبھانی نے بھی پیش کی، امام اسماعیل حقی نے بھی پیش کی، علامہ نور بخش توکلی نے بھی پیش کی، علامہ معین واعظ کاشفی نے بھی پیش کی، علامہ شبلنجی نے بھی پیش کی۔

خدا جانے کس کی رعایت مدنظر ہے کہ اس مسئلہ پر بعض علماء اہلسنت خود اپنے ہی اصول سے مسلسل صرفِ نظر فرما رہے ہیں اور احتمال واحد والے اصول سے قصداً منحرف ہیں۔

دوستو!! واضح کرتا چلوں کہ ایمان ابو طالب کا مسئلہ یا اہلبیت پاک کے کچھ اور معاملات کو قصداً عمداً ارادۃً اختلافی بنایا گیا ہے۔ چنانچہ اس امت میں خیر القرون سے لیکر آج تک اہلبیت کے ساتھ بلا کی دشمنی رکھنے والے موجود پائے گئے ہیں۔

یہ وہی لوگ ہیں کہ جنکے بیچ خاندانِ علی پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے گئے شش ماہے سے لیکر بزرگوں تک کو بے دردی کے ساتھ ذبح کیا گیا پردیس میں نبی زادوں کا خیمہ لوٹا اور پھر جلایا گیا بے قصور سکینہ کے رخساروں پر طمانچے مارے گئے خواتین اہلبیت کے سروں کی چادریں چھینی گئیں بے خطا عابد لاغر و بیمار کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پیروں میں بیڑیاں

ڈالکر بے جرم وخطا قیدی بنایا گیا۔ ذلیل کرنے کی غرض سے اسی امت کے لوگوں نے انہیں شہر شہر گھمایا اولادرسول کے کٹے ہوئے ،سروں کی نمائش کی گئی ،اب اگر آپ اتنا سمجھ چکے تو بس جان لیجئے کہ جوقوم نبی زادوں کے ساتھ اتنا سب کچھ کرسکتی ہے ائمہٗ اہلبیت کوزہر دے کرانکی جان لے سکتی ہے انکے بچوں کو یتیم اور انکی بیویوں کو بیوہ بنا سکتی ہے تو بتایئے اس قوم سے یہ کب بعید ہے کہ ان تمام نفوسِ قدسیہ کے جدِّ اعلیٰ محسنِ اسلام جناب ابو طالب کے خلاف ایک ایسی روایت وضع کرلے اوراکابرین کے نام سے منسوب کر کے سپلائی کردے کہ جس سے انکے ایمان واسلام کا انکار ممکن ہو سکے؟ اورعلی کے باپ کو بھی اسی صف میں کھڑا کیا جاسکے جس صف میں بڑے بڑے دشمنانِ رسول پہلے سے ہی کھڑے ہیں۔

چونکہ عہدِ بنوامیّہ میں علی اور خاندان علی کوممبر ومحراب سے گالی دینا عام بات تھی جابر حکاّم اس پاکیزہ خاندان کے پیچھے پڑے ہوئے تھےظلم وبربریت کی حد یہ تھی کہ روایانِ حدیث پر باضابطہ یہ پابندی تھی کہ جس روایت میں علی کا نام ہوتو وہ روایت انکا نام نہ لیتے ہوئے ڈائرکٹ نبی علیہ السلام کے نام سے بیان کردی جائے۔ مطلب یہ کہ جہاں تک بن پڑے انکا نام کسی اچھی جگہ نہ آنے دیا جائے۔

دوستو!! کیا یہ غلط ہے کہ حضرت علی کو گالی دینے کے جنون میں خطبۂ عیدین ایک زمانے تک قبل نماز عیدین دیا جاتا رہا؟؟

حضرات!! جب سلاطینِ زمانہ اس درجہ بغاوت پر آمادہ ہوں تو ان سے یہ کب غیر ممکن ہے کہ اس علی مرتضیٰ کے اس باپ کو جسکا گھر دین اسلام کی دعوت کا اول مرکز بنا جو رسولِ گرامی وقار کا سب سے بڑا وفادار صلاح کار رہا جسکی موت کے سال کورسول پاک علیہ السلام نے غم کا سال قرار دیا اسکی تاریخ کے ساتھ بنی امیہ کے اوباش لونڈے کھلواڑ نہ کریں۔

اس کام کو مستقل تاریخ بنانے کے لئے کچھ بزرگ اصحاب کے ناموں کا استعمال کیا گیا تاکہ بعد کے لوگوں کا اعتبار حاصل کیا جاسکے، چنانچہ کچھ اس انداز فکر کے ساتھ اس کام کو انجام دیا گیا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ھمارے بہت سارے بزرگ بھی اس جھانسے میں آ گئے اور متولئ کعبہ جانشین حضرت عبدالمطلب حضور سیدنا ومولانا وملجانا ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کافر ومشرک لکھ دیا۔ اور پھر انھیں کی اقتداء میں بعد کے بھی کچھ بزرگ اس کا شکار ہو گئے۔

جبکہ حدیثِ پاک کی روشنی میں ہمارے لئے اس قدر سمجھ لینا کافی تھا کہ مدارِ ہدایت ونجات اہلِ بیتِ رسول ہیں انھیں کے ساتھ قرآن ہے اور انھیں کے پاس روح دین و ایمان بھی ہے ان سے بہتر قرآن فہمی شریعت شناسی بڑے سے بڑے مفسر محدث مجتہد وفقیہ مجدد و مفتی کسی سے بھی متصور نہیں۔ چنانچہ مشہور کتاب معارج النبوۃ میں ان عالی قدر کے تعلق سے کئی روایات نقل کرنے کے بعد علامہ ملا معین واعظ کاشفی قدس سرہ لکھتے ہیں:

''از اھلبیت ایشاں کہ اتفاق دارند بر آنکہ ابوطالب با یمان رفتہ'' یعنی اہلِبیت کا اس بات پر اتفاق ہیے کہ ابوطالب اس دنیا سے باایمان تشریف لے گئے (معارج النبوۃ رکنِ دوم صفحہ 69)

اس کتاب کا اردو ترجمہ رضا اکیڈمی ممبئی نے بھی چھاپا ہے: حضراتِ باوقار اہلِ بیت جب دیگر معاملاتِ دینی میں بھی حرفِ آخر ہیں تو خود انھیں کے گھر کی بات کے تعلق کسی کی واہی تباہی کا کیا اعتبار؟؟؟

فقیر مداری دعاء گو ہے کہ اللہ عزوجل اس کتاب مستطاب کو قبول انام وشہرت دوام عطا فرما کر عوام وخواص سبکے لئے مفید ومفیض بنائے اور حضرت مؤلف کی نجات ومغفرت اور بلندئ درجات کا وسیلہ بنائے۔ آمین بجاہ النبی الامین الکریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

فقط یکے از خادمان سرکار ابوطالب فقیر وحقیر محمد قیصر رضا شاہ علوی حنفی مداری

11 محرم الحرام 1442 ہجری

31 اگست 2020 عیسوی بروز دوشنبہ بوقت صبح

# دیباچہ

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہٖ واٰلہٖ واصحابہٖ و شہدائہٖ فی کربلاء اجمعین۔اما بعد!

شرف ملا ہے پیمبر کی پرورش کا انھیں
مثال اپنی جگہ آپ ہیں ابوطالب
عذاب قبر کا ڈر ہے تو اُن سے بغض نہ رکھ
زمیں کے باپ کے بھی باپ ہیں ابوطالب

۲۸/مارچ ۲۰۲۰ء کوجس وقت ساری دنیالاک ڈاؤن میں جوجھ رہی تھی،اک طرف کرونا جیسی مہلک بیماری تو دوسری طرف لاک ڈاؤن، باہر نکلنا مشکل، ممبئی، دلی اور دیگر شہروں سے لوگوں کی بھگدڑ دیکھ کر ایسا لگ رہا تھا جیسے قیامت ٹوٹ پڑی ہے۔نفسی نفسی کا عالم تھا۔ایسے نازک ماحول میں ایک حضرت نے آکر بڑے فخر سے کہنا شروع کیا کہ ابوطالب کافرہیں،کافرہیں،کافرہیں۔لگاتار دس منٹ تک یہی رَٹ لگاتے رہے،ایسا لگتا تھا جیسے حضرت ابوطالب سے ان کے آباء واجداد کی کوئی پرانی دشمنی دشمنی ہے۔میں نے کہا: اس وقت ساری دنیا گھبرائی ہوئی ہے انہیں ابوطالب کا کفر دکھائی دے رہا ہے۔وہ حضرت چیلنج کررہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ ابوطالب کہیں سے مومن نہیں ہیں۔ یہ سن کر مجھے بیحد تکلیف ہوئی۔ میں نے کہاتم حضرت ابوطالب کوکیا مانتے ہو،کیانہیں۔اعلان کرنے کی اور چیلنج کرنے کی کیا ضرورت پڑگئی، کیوں قوم کوگمراہ کررہے ہو،تم حضرت ابوطالب کے کفر اورایمان کے پیچھے پڑگئے،کبھی اپنے بھی ایمان کودیکھا ہوتا۔میں نہیں چاہتا تھا کہ اس میٹر میں ہاتھ ڈالوں، کیونکہ یہ مسئلہ چودہ سوسال سے الجھا ہوا ہے،تو مجھ جیسا کم علم اس میں کیا کرسکے گا۔چھوٹا منھ بڑی بات۔میرے سمجھ میں یہ بات ابھی تک نہیں آئی کہ چودہ سوسال سے مسلمانوں کوصرف حضرت مولاعلی کے والد ماجد حضرات امامین حسنین کریمین کے دادا حضرت ابوطالب ہی کا کفر دکھائی دے رہاہے۔دنیا کا سارا کفرحضرت ابوطالب ہی کے سر

ہے۔نعوذ باللہ صد بارنعوذ باللہ۔ باقی سارے منافق بری ہو گئے۔ کہتے ہیں کہ ابو طالب نے کلمہ نہیں پڑھا۔ تم نے کلمہ پڑھ کے ہی کیا کرلیا۔ اپنی عبادت گاہ نہ بچا سکے حضرت ابو طالب نے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں کافروں کے شر سے بچایا ہے اور ابو طالب کے پوتے حضرت امام حسین نے تو کربلا میں ساری شریعت بچائی ہے۔

ع: تنہا حسین ساری شریعت بچا گئے

میں حضرت ابو طالب کا ایمان ثابت کرنے کے لئے اس کتاب کو نہیں لکھ رہا ہوں، میری کیا اوقات کہ میں ان کے ایمان کو ثابت کروں، جو سراپا صاحب ایمان ہے، بس اپنے اپنے مقدر کی بات ہے۔

حضرت ابو طالب نے عمر بھر جس انداز سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت والفت اور حفاظت ونصرت کا جو شاندار فریضہ سرانجام دیا ہے وہ چودہ سو سال میں کسی بڑے سے بڑے مرد مومن کو بھی نصیب نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضرت ابو طالب کی محبت عطا فرمائے۔آمین۔ یہ میرے والدین کا کرم ہے کہ انھوں نے مجھے اس لائق بنایا کہ اپنے مولا کے والد کی شان اجاگر کرسکوں۔ اللہ تعالیٰ حضرت ابو طالب کے صدقے میں مجھے اور میرے والدین، آباء واجداد کو جنت میں جگہ عطا فرمائے، اور میری اہلیہ واہل وعیال اور میرے مریدین کو ایمان پر قائم رکھے اور ایمان پر خاتمہ فرمائے، اور میدان محشر میں حضرت ابو طالب کا سایہ نصیب فرمائے۔آمین۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے عزیز جناب حاجی محمد بشیر صاحب قادری چشتی قلندری اوران کے بچوں کے رزق میں برکت عطا فرمائے اوران کے گھر والوں کو ہر آفات وبلیات سے محفوظ رکھے اور میدان حشر میں پنجتن پاک کے سائے میں جگہ عطا فرمائے اور جناب حاجی محمد عرفان صاحب قادری چشتی اوران کے اہل وعیال کو ہر بلا سے محفوظ رکھے، اور رزق میں برکت عطا فرمائے رکھے۔آمین

اسلام ما اطاعت خلفائے راشدین ایمانِ ما محبت آلِ محمد است

فقط:-محمد فخر عالم شیدا کمالی قادری چشتی قلندری مولائی

# حضرت بابا آدم علیہ السلام کے مختصر حالات

حضرت بابا آدم علیہ السلام کب اور کہاں پیدا ہوئے یہ تفصیل ہماری کتاب خناس کی حقیقت میں موجود ہے۔ جب آپ جنت سے اس دنیا میں تشریف لائے۔ تو آپ ہر سال طواف کعبہ اور مناسک حج کے لئے مکہ تشریف لاتے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکاً وَّ ہُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ۔
(سورہ آل عمران آیت نمبر ۹۶)

ترجمہ:- بیشک سب سے پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لئے بنایا گیا وہی ہے جو مکہ میں ہے۔ برکت والا ہے اور سارے جہان والوں کے لئے مرکز ہدایت ہے۔

ایک بار جب بابا آدم مناسک حج سے فارغ ہوئے تو کوہِ عرفات کے دامن میں آئے اور آرام کرنے لگے۔ خواب میں دیکھا کہ خداوند تعالیٰ نے اپنے ید قدرت سے آپ کے بدن کو چُھوا، اُسی وقت آپ کی ذُرّیات کے اثرات نمایاں ہونے لگے۔ اسی دن سے حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے سلسلۂ توالد وتناسل کے اثرات ظاہر ہونے لگے۔ جب حضرت آدم علیہ السلام اس خواب سے بیدار ہوئے تو آپ نے اپنا دایاں ہاتھ دیکھا تو نورانی چہروں کی صفیں نظر آئیں۔ حضرت جبریل علیہ السلام وہاں موجود تھے آپ نے ان سے دریافت کیا تو انھوں نے بتایا کہ یہ اصحاب الیمین یعنی جنت میں جانے والے ہیں۔ یہ صاحب عزت لوگ آپ کی نسل سے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ندا آئی **ھٰؤلاءِ لِلْجَنّۃِ وَلَا اُبَالِیْ**، یہ لوگ جنتی ہیں اور مجھے کوئی پروانہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے جب بائیں طرف دیکھا تو سیاہ چہرے والے لوگ نظر آئے حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا کہ یہ اصحاب الشمال یعنی یہ اللہ کی رحمت سے محروم لوگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ندا آئی **ھٰؤلاء لِلنَّار ولا ابالی**۔ یہ لوگ جہنمی ہیں اور مجھے کوئی پروانہیں (معارج النبوۃ ۲ / ۴۷)

کہا گیا ہے کہ جناب حواؑ اُنیس بار حاملہ ہوئیں اور ہر مرتبہ اُن کے دو بچے ایک لڑکا اور ایک لڑکی تولد ہوتے لیکن آخری حمل میں صرف حضرت شیث علیہ السلام پیدا ہوئے اس کی وجہ یہ تھی کہ اُن کی اولاد میں نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو منتقل ہونا تھا اس وجہ سے ان کو اس شرف وعزت سے ہمکنار کیا گیا۔ ان بچوں کے سن بلوغ کو پہونچنے کے بعد ایک کا دوسرے حمل سے پیدا ہونے والے لڑکے یا لڑکی سے عقد ہوتا تھا۔ (معارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۱۶۶)

حضرت شیث علیہ السلام کی ولادت سرزمین شام میں ہوئی تھی، لہٰذا آپ وہاں قیام کرتے تھے، جب آپ کو شادی کا خیال ہوا تو حکم ربی کے مطابق ایک حسین وجمیل عورت مخوائلہؑ کو اپنے عقد میں لائے، صاحب عرائش کے مطابق رب تعالیٰ نے حضرت شیث علیہ السلام کے لئے بے ماں باپ کے ایک حُور کو پیدا فرمایا، تا کہ ان کا جوڑا بنے۔ حضرت شیث علیہ السلام کے فرزند حضرت اُنوشؑ اسی حُور کے بطن سے متولد ہوئے۔ جناب شیث علیہ السلام کی شادی کے لئے حور کی تخصیص اس لئے کی گئی کہ جناب شیث علیہ السلام نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے امین وحامل ہونے کی وجہ سے تنہا پیدا ہوئے تھے۔ اس لئے اس نور مبارک کی تعظیم وتوقیر کی وجہ سے ان کے لئے خصوصی طور پر ایک حور کو پیدا کیا گیا۔ جب حضرت مخوائلہؑ حاملہ ہوئیں اور آثار حمل ظاہر ہوئے تو وہ اطراف وجوانب سے آنے والی آوازیں سنتی تھیں کہ تم نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حامل ہو۔ یہ شرف وعزت تمہیں مبارک ہو۔ (معارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۴۹۹)

حضرت شیث علیہ السلام شام میں پیدا ہوئے اور انتقال ایودھیا ضلع فیض آباد یوپی انڈیا میں ہوا۔ آپ کا مزار مبارک آج بھی ایودھیا میں موجود ہے۔ (مصنف)

حضرت آدم علیہ السلام سے یہ سلسلہ بالخصوص اس نسل پاک میں جس میں ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لانے والے تھے۔ حضرت عبداللہ تک نکاح ہوتا ہوا آیا ہے۔ اور یہ امر متحقق ہے کہ اس نور مبارک کی منتقلی عقد نکاح کے بعد ہوتی جس طرح کہ آج اسلامی معاشرہ میں مروج ہے۔ (معارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۴۶۹)

# آتش پرستی کی ابتداء

قابیل حضرت ہابیل کو قتل کرنے کے بعد یمن یا عدن کی جانب چلا گیا۔ وہاں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان نے بہکا دیا اور آتش پرستی شروع کردی یعنی آگ کی پوجا کرنے لگے، انھوں نے آتش کدے بنا لئے اور تاریخ میں یہی سب سے پہلے آتش پرست بنے، اور شیطان کے بہکانے کی وجہ سے انھوں نے نکاح کا سلسلہ ختم کردیا۔ ان کے یہاں بے نکاحی بچے ہونے لگے یہ شدید برائیوں میں مبتلا ہوگئے۔ (معارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۵۰۱) تو اللہ رب العزت نے حضرت ادریس علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، سے ایک روایت نقل ہے کہ اس زمانہ میں بابا آدم علیہ السلام کی اولاد دو حصوں میں بٹ گئی تھی۔ ایک قابیل کی اولاد اور ایک حضرت شیث علیہ السلام کی اولاد یعنی بابا آدمؑ کی دو طرح کی اولادیں ہیں۔
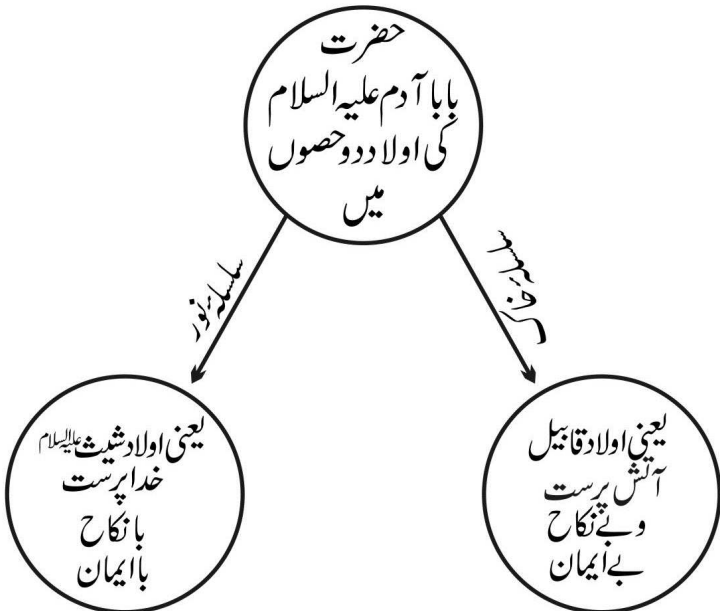
# دنیا میں بُت پرستی کی شروعات

بت پرستی کی شروعات اس طرح ہوئی کہ جب حضرت آدم علیہ السلام نے اس دنیائے فانی سے رحلت فرمائی تو مسلمانوں نے کافروں یعنی (بنی قابیل) کو حضرت آدم علیہ السلام کی زیارت نہ کرنے دی۔ تب وہاں ابلیس نے آکر انہیں تسلی دے کر کہا کہ تم غم نہ کرو میں تمہیں ایسی بات بتاتا ہوں جس کی وجہ سے تمہارا سر فخر سے بلند ہوجائیگا، اور تم مسلمانوں پر فوقیت حاصل کرلوگے۔

کافروں نے کہا بتاؤ وہ کیا بات ہے ابلیس نے کہا کہ میں تمہارے لئے آدم علیہ السلام کی شبیہ یعنی (پتلا) تیار کردوں گا تاکہ تم زندگی بھر اُس کی زیارت کرو اور اس کا طواف بھی کرو اور تمہاری نسل بھی قیامت تک کرتی رہے۔ چھوڑو مسلمانوں کو، کافروں نے کہا یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ بلکہ حضرت عروہ بن زبیر اور محمد بن کعب کا قول ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے پانچ نیک صالح بیٹے وَدّ، سُواع، یغُوث، یعوق، نسر تھے۔ ان میں بزرگتر وَدّ تھا جس کے انتقال کے بعد ماباقی بہت رنجیدہ ہوئے، تو شیطان نے ان سے کہکر اس کد تازگئ یاد کے لئے مسجد میں پیتل اور کانسے کی اس کی تصویر بنادی، یہاں تک کہ یکے بعد دیگرے انتقال کے بعد وہ تصویریں بناتا رہا، حتیٰ کہ وہ مسجد میں ان کی تصویروں سے بہک کر شیطان کے فریب میں آگئے اور انہیں پوجنے لگے۔ یہیں سے بُت پرستی کی ابتداء ہوگئی۔ جب بت پرستی انتہا کو پہونچی تو اللہ تعالیٰ نے اُن کی ہدایت کے لئے حضرت نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا کہ وہ انہیں ان بتوں کی عبادت سے روکیں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے جب انھیں تبلیغ کرنا شروع کیا تو وہ حضرت نوح علیہ السلام کی تبلیغ کا اثر نہ لیتے بلکہ کافر حضرت نوح علیہ السلام پر اُلٹا حملہ کرتے۔ اور پتھروں سے مار مار کر لہولہان

کر دیتے۔ یہاں تک کہ حضرت نوح علیہ السلام بعض دفعہ پتھروں سے دب جاتے۔ تب اللہ کے حکم سے حضرت جبریل علیہ السلام آتے اور انھیں وہاں سے نکال کر اُن کے زخموں پر اپنے پر کو ملتے تو زخم بھر جاتے۔ یہ لوگ بت پرستی اور فواحش کے ارتکاب پر بضد رہے۔

اسی قوم کے لئے حضرت نوح علیہ السلام نے تنگ آ کر بددعا کی تھی۔ جب طوفان نوح آیا تو یہ بُت غرقاب ہو گئے۔ اس کے بعد ابلیس نے ان بتوں کو وہاں سے اہل عرب کے لئے نکالا اور ان بدبختوں نے اپنے لئے ایک ایک بت کو منتخب کر لیا۔

قبیلۂ خزاعہ نے اپنے لئے وَدّ کو منتخب کیا، قبیلۂ حمیر نے نسر کو اپنا معبود بنایا، قبیلۂ کہلان نے یعوق کو اپنا خدا بنایا اور قبیلۂ اعلی والنعم نے یغُوث کو اپنی عبادت کے لئے مخصوص کیا۔

اس طرح تمام سرگروہ قبائل نے اپنے اپنے لئے ایک ایک بت کو منتخب کر لیا اور خوب زور و شور سے ان کی عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئے۔ یہ بت پرستی کا سلسلہ خوب زور و شور سے چلتا رہا۔

یاد رہے! مگر صرف اُنھیں لوگوں نے بت پرستی نہیں کی جن کی صلبوں سے نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور نور حضرت علی کرم اللہ وجہ کا گزر ہو رہا تھا۔ یہ سلسلہ حضرت عبداللہ و حضرت ابوطالب تک چلا۔ نہ حضرت عبداللہ نے کبھی بت پرستی کی نہ حضرت ابوطالب نے کی اور نہ ہی ان لوگوں نے کبھی شراب پی۔ (سیرت حلبیہ شریف جلد اوّل اور طبقات ابن سعد میں اس طرح مرقوم ہے)

وَكَانَ اَبُوْطَالِبٍ مَنْ حَرَّمَ الْخَمْرَ عَلٰى نَفْسِهٖ فِى الْجَاهِلِيَّةِ كَاَبِيْهٖ عَبْدِالْمُطَّلِبِ

(سیرت حلبیہ جلد اوّل طبقات ابن سعد)

حضرت ابوطالب نے اپنے باپ حضرت عبدالمطلب کی طرح زمانۂ جاہلیت میں

شراب کو اپنی ذات پر حرام کر لیا تھا، یعنی کبھی شراب نہیں پیا۔

اسی لئے اہل مکہ آپ کو حضرت عبدالمطلب کی طرح سید بطحا کے لقب سے یاد کرتے، اور مشکل و مصیبت میں انھیں کی طرف رجوع کرتے۔

صحن حرم میں حضرت عبدالمطلب کی طرح حضرت ابوطالب کے لئے بھی مسند بچھائی جاتی تھی۔ آپ کا کیا ہوا فیصلہ حرف آخر ہوتا تھا (طبقات ابن سعد)

شہر مکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام و حضرت اسماعیل و حضرت ہاجرہ علیہم السلام نے آباد کیا تھا۔ حضرت بی بی ہاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہم السلام کے بعد سب سے پہلے یہاں بنی جُرہم کا قبیلہ آباد ہوا۔ اس کے بعد تمام قبائل چاروں طرف سے صحرائی، بادیہ نشیں آتے گئے اور کعبہ کے چاروں طرف آباد ہوتے گئے۔ مگر حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام سے اجازت ہی لیکر آباد ہوتے تھے۔ کیونکہ ملکیت انہیں کی تھی سرداری انہیں کی تھی آبِ زم زم پر انہیں کا قبضہ تھا۔ کعبہ کے سردار اور محافظ انہیں کے خاندان کے لوگ رہے۔

یہ سلسلہ حضرت ابوطالب تک چلتا رہا۔ یہی لوگ کعبہ کے متولی رہے۔ صحن کعبہ میں مسند انہیں کے لئے لگائی جاتی تھی۔ کعبہ کے آخری مسند نشین حضرت ابوطالب رہے۔

مکہ میں جب چاروں طرف قبائل آ کر آباد ہونے لگے تو وہ اپنے اپنے بتوں کو بھی ساتھ لاتے رہے۔ اس طرح مکہ میں تین سو ساٹھ بت جمع ہو گئے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا دور آیا تو آپ نے ان بتوں کو توڑ کر جزائر عرب سے دور پھینکوا دیا۔ (معارج النبوۃ دوم صفحہ ۵۱۱)

# کعبہ کی تعمیر کتنی بار ہوئی

## کعبہ کی تعمیر کئی بار ہوئی ہے

پہلی مرتبہ:- اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت جبریل علیہ السلام اور فرشتوں نے کعبہ کی بنیاد رکھی۔

دوسری مرتبہ:- حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اسی جگہ بنیاد رکھی، جہاں حضرت جبریل نے رکھی تھی۔

تیسری مرتبہ:- جب حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں طوفان آیا اور ساری دنیا ڈوب گئی، کعبہ چھپ گیا طوفان ختم ہونے کے بعد حضرت نوح علیہ السلام نے کعبہ کی بنیاد پھر اسی جگہ رکھی جہاں کعبہ تھا۔

چوتھی مرتبہ:- جب حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اپنی بیوی حضرت ہاجرہؓ اور اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ملک شام سے لاکر اسی وادی غیر ذی زرع میں چھوڑ کر چلے گئے۔ پھر کچھ دنوں کے بعد دوبارہ تشریف لائے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے کعبہ کی بنیاد رکھی بلکہ دیوار اور چھت کا کام بھی مکمل کر دیا۔

اس کے بعد عمالقہ، پھر قصی بن کلاب نے بھی تعمیر کی۔ پھر جرہم اس سے سرفراز ہوئے، پھر عبداللہ ابن زبیر نے حطیم کو کعبے میں شامل کیا۔ پھر حجاج بن یوسف ثقفی نے بنایا۔ جو آج موجود ہے۔ (معارج النبوۃ دوم صفحہ ۱۹۴)

# دُعائے ابراہیمی

جب کعبہ بن کر تیار ہو گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی کہ یا رب میں نے تیرا حکم مانا، تیرا گھر تعمیر کر دیا۔ اب مجھے میری اُجرت دے تو اللہ تعالیٰ نے پوچھا اے ابراہیم علیہ السلام کیا اُجرت چاہتے ہو۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ نیاز میں یوں عرض کی اور کہا کہ یا اللہ جو تیرا آخری محبوب آنے والا ہے مجھ سے لیکر اُس تک ایک نسل کو ایمان والا رکھنا۔ اور یہ دُعا کی :-

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَا اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّکَ وَاَرِنَا مَنَاسِکَنَا وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ۔ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلاً مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِکَ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَةَ وَیُزَکِّیْهِمْ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ۔

(سورۂ بقرہ رکوع نمبر ۱۵)

ترجمہ :- اے ہمارے رب ہم دونوں کو اپنے حکم کے سامنے جھکنے والا بنا اور ہماری اولاد سے بھی ایک جماعت کو خاص اپنا تابع فرمابردار بنا۔ اور ہمیں ہماری عبادت (اور حج کے) قواعد بتا دے اور ہم پر رحمت و مغفرت کی نظر فرما، بیشک تو ہی توبہ قبول فرمانے والا مہربان ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جہاں کھڑے ہو کر دُعا کی تھی وہی جگہ مقام ابراہیم ہے۔

اس دُعا کے بعد کوئی گنجائش نہیں رہتی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نور اور مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا نور کسی مشرک کی پیشانی میں آیا ہو۔

تحقیق متاخرین ہمیں است کہ جمیع آبائے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تا آدم علیہ السلام ہمہ مومن بودند۔

ترجمہ :- بلاشک متاخرین کا یہی مذہب ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباء و اجداد آدم علیہ السلام تک مومن تھے۔ (تفسیر تیسیر الباری)

# متولیان کعبہ حضرت اسماعیلؑ سے حضرت ابو طالب تک

وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (الانفال)

ترجمہ: کیوں نہ ان کو عذاب دیا جائے جبکہ وہ محترم مسجد (بیت اللہ میں) آنے سے روکتے ہیں متولی تو متقی ہیں، اور اکثر لوگ نہیں جانتے۔

۱۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام
۲۔ حضرت قیذار
۳۔ حضرت حمل
۴۔ حضرت بنت
۵۔ حضرت سمیع
۶۔ حضرت اود
۷۔ حضرت آد
۸۔ حضرت عدنان
۹۔ حضرت معد
۱۰۔ حضرت نذار
۱۱۔ حضرت مضر
۱۲۔ حضرت الیاس
۱۳۔ حضرت مدرکہ
۱۴۔ حضرت خزیمہ
۱۵۔ حضرت کنانہ
۱۶۔ حضرت نصر
۱۷۔ حضرت مالک
۱۸۔ حضرت فہر
۱۹۔ حضرت غالب
۲۰۔ حضرت لوئی
۲۱۔ حضرت کعب
۲۲۔ حضرت مرّہ
۲۳۔ حضرت کلاب
۲۴۔ حضرت قصی
۲۵۔ حضرت عبد مناف
۲۶۔ حضرت ہاشم
۲۷۔ حضرت عبدالمطلب
۲۸۔ حضرت عبداللہ
۲۹۔ حضرت ابو طالب

---

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جن کے لئے دُعا کی تھی حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد یہی لوگ کعبہ کے متولی رہے اور یہی لوگ آل ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ درود ابراہیمی میں آل ابراہیم سے مراد یہی لوگ ہیں۔ جن پر پانچ وقت نمازوں میں درود بھیجا جاتا ہے۔

حدیث پاک میں جو صلب طاہرہ کہا گیا ہے وہ یہی لوگ ہیں انہیں لوگوں کی صلب سے نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور نور مولا علی کرم اللہ وجہہ کا گزر ہوا۔

ان میں سے کسی نے کبھی بھی بتوں کی پوجا نہیں کی، نہ شراب پیا، نہ شرک کیا۔ یہی لوگ دین ابراہیمی کے پیروکار تھے، یہی وہ لوگ ہیں جو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرتے رہے اور لوگوں کو وحدانیت کی دعوت دیتے رہے۔ اور برائیوں سے روکتے رہے۔

(معارج النبوۃ)

# درود ابراہیمی اور اس کا خلاصہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

اَللّٰھُمَّ صلِّ علی سیدنا مولانا محمدٍ وَّعلیٰ آلِ محمد کما صلیت علی اِبْرَاھِیْمَ وعلی آل ابراھِیْم انک حمیدٌ مجیدٌ۔

اے اللہ رحمت نازل فرما ہمارے سردار ہمارے مولا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور محمد ﷺ کی آل پر جیسا کہ تو نے رحمت نازل فرمائی ابراہیم علیہ السلام اور ابراہم علیہ السلام کی آل پر بیشک تو تعریف والا اور بزرگ ہے۔

اَللّٰھُمَّ بارک علی محمدٍ وَّعلیٰ آلِ محمد کما بارکت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انک حمیدٌ مجید۔

اے اللہ برکت نازل فرما محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور محمد ﷺ کی آل پر جیسا کہ تو نے برکت نازل فرمائی ابراہیم علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کی آل پر بیشک تو تعریف والا اور بزرگ ہے۔

یہی درود ابراہیمی ہے جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مقدس سے ارشاد فرمایا ہے۔ اسی درود ابریہمی کو ہر نماز میں پڑھنا واجب ہے۔ درود ابراہیمی سے یہ بات صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر پہلے رحمت وبرکت نازل فرما چکا ہے۔

یہ جاننا بہت ضروری ہے کہ آلِ ابراہیم علیہ السلام کون ہیں اور آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام سے حضرت ابوطالب تک یہ آل ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ جو پچھلے صفحہ پر موجود ہے۔ اور حضرت امام حسن علی جدہ وعلیہ السلام سے حضرت امام مہندی علیہ السلام تک یہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

# صلب طاہرہ وارحام مطہرہ سے نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ونورِ علی کرم اللہ وجہہٗ کا گزر حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت ابوطالب تک

ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِن بَعْضٍ وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (آل عمران)

جو مسلسل اولاد ایک سے دوسرا یعنی باپ اور بیٹے کے تواتر سے ہیں اور اللہ ان کی نسبت سنتا اور جانتا ہے۔

عِنْ سَلْمَانَ فَارسی قال النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ علیہِ وسلمْ کُنْتُ اَنَا وَ عَلِیٌّ نورًا بینَ یدیِ اللّٰہِ مُطِیْعًا یُسَبِّحُ اللہ ذالک النُّوْر ویقدس قبل ان یخلق آدم اربعۃ عشر الف عامٍ فلما خلق اللّٰہ آدم وَرَکِبَ ذالک النورُ فی صُلْبِہٖ فلم یزل ینقلب من صُلْبِ الی صلب حتی اقرّہ فی صلب عبدالمطلب فقسمَ قسمین فصارَ قسمی فی صلب عبداللّٰہ وقسم علی فی صلب ابی طالب فعَلِیٌّ منّی وانا منہ۔

(فضائل صحابہ، امام احمد بن حنبل، تذکرۃ الخواص سبط ابن جوزی)

حضرت سلمان فارسی سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں اور علی ایک نور سے تھے اور وہ نور آدمؑ کے پیدا کرنے سے چودہ ہزار سال پہلے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں طاعت وتقدیس کرتا تھا۔ جب آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو اس نور کو آدم کے صلب میں رکھا، اور برابر ایک صلب سے دوسرے صلب میں منتقل کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اُس کو عبدالمطلب کے صلب میں قرار دیا۔ پھر اس نور کو دو حصوں میں منقسم کیا۔ میرے حصہ کو عبداللہ کی پشت میں قائم کیا اور علی کے حصے کو ابوطالب کے صلب میں پس علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں۔

اَخْرَجَ الْجُوَیْنِیُ فی کتابہٖ فرائدُ السَمِیْطَنْ بسندہٖ عن زیاد بن المنذر عن ابی جعفر الباقر عن ابیہ عن جدہٖ الحسین عن علی ابن ابی طالب سلام اللہ علیہ عن النبی صلی اللہ علیہ و اٰلہٖ وسلم قال کنت انا و انت یا علی نوراً بین یدی اللہ تبارک و تعالیٰ من قبل ان یخلق آدم باربعۃ عشرہ الف عام فلما خلق آدم سلک ذٰلک النور فی صلبہٖ فلم نزل اللہ ینقلہ من صلب الی صلب عبد المطلب ثم قسمہ قسمین فاخرج قسماً فی صلب ابی عبد اللہ و قسماً لا صلب عمی ابی طالب فعلی منِّی وانا منہ لحمہٗ لحمی و دمہ دمی۔ (فرائد السمطین)

فرائد السمیطن میں علامہ جوینی نے زیاد بن منذر سے انھوں نے ابوجعفر امام محمد باقر سے امام باقر اپنے والد امام علی بن حسین زین العابدین سے روایت بیان کرتے ہوئے بیان فرمایا کہ ہمارے دادا حضرت امام حسین علی جدہ وعلیہم السلام نے ارشاد فرمایا کہ ہمارے والد ماجد حضرت علی کرم اللہ وجہہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے علی میں اور تو دونوں اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور میں آدم علیہ السلام کی پیدائش سے چودہ ہزار سال قبل ایک نور کی شکل میں موجود تھے۔ اللہ تبارک و تعالی ہمارے اس نور کو مسلسل ایک سے دوسری پشت میں منتقل فرماتا رہا حتی کہ یہ نور صلب عبدالمطلب میں جاگزیں فرمایا گیا۔ پھر اس نور کو دو حصوں میں تقسیم فرمایا۔ ایک حصہ میرے والد عبداللہ رضی اللہ عنہٗ اور ایک حصہ میرے چچا ابوطالب کے اصلاب میں مقرر فرمایا۔ چنانچہ علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں اس کا گوشت میرا گوشت اس کا خون میرا خون ہے۔ (معارج النبوۃ)

جس طرح نجس رحل پر قرآن نہیں رکھا جاسکتا اسی طرح اس نور یعنی بولتے قرآن کے لئے کافر کا صلب کیسے منتخب کیا جاسکتا ہے۔ علی بولتے ہوئے قرآن ہیں۔ جیسا کہ جنگ صفین کے موقع پر فرمایا ’’اَنا القرآنُ الناطق‘‘۔

# نورِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور نورِ علی کرم اللہ وجہہ کا صلب انبیاء علیہم السلام سے گزر

انَّ اللہَ تعالیٰ خلقنی و علیًا نوراً بین یدی العرش. نسبح اللہ ونقدّسہُ قبل أن یخلق آدمُ بألفی عامٍ فلما خلق آدمُ أسکنّا فی صُلبہٖ ثم نقلنا من صلب طیبٍ الیٰ باطن طاھر. لاتحتکُّ فینا عاھۃ حتی أسکنّا صُلبَ ابراھیمَ ثم نقلنا من الاصلاب الطاھرۃ الیٰ الارحام الزکیۃ، لایمسنا عارُ الجاھلیَّۃِ حتی اسکنّا صلب عبدالمطلب ثم افترق النُّورُ من عبدالمطلب ثلاثاً ثُلثان فی عبداللہ، وثلث فھی ابی طالب فخرجتُ من ظھر عبداللہ و خرجَ علیٌّ من ظھر ابی طالبٍ، ثم اجتمعَ النُّورُ منِّی و من علیّ، فی فاطمۃ فخرج منھا الحسنُ والحسینُ، فھما نورانِ من نور ربِّ العٰلمین۔ (الجزء المفقود من مصنف عبدالرزّاق)

بیشک اللہ تعالیٰ مجھے اور علی کو عرش کے سامنے ایک نور کی شکل میں پیدا کیا، ہم اللہ عزوجل کی تسبیح و تقدیس آدم علیہ السلام کے پیدا کیئے جانے کے دو ہزار سال پہلے سے ہی کیا کرتے تھے۔ تو جب اللہ عزوجل نے آدم کو پیدا کیا، ہمیں اس کی صلب میں ٹھہرایا، پھر ہمیں پاکیزہ صلب سے پاک شکم کی طرف منتقل کیا، ہمیں کوئی مرض ضرر نہیں پہنچاتا تھا۔ یہاں تک کہ ہمیں ابراہیم کی صلب میں ٹھہرایا پھر ہمیں پاک پشتوں سے ستھرے شکموں کی طرف لے جاتا رہا۔ ہمیں جاہلیت کی بے شرمی نہ چھوتی تھی، یہاں تک کہ ہمیں عبدالمطلب کی صلب میں رکھا پھر عبدالمطلب سے اس نور کے تین حصہ ہوئے دو حصہ حضرت عبداللہ میں منتقل ہوئے اور ایک حصہ حضرت ابوطالب میں۔ تو میں عبداللہ کے پشتسے ظاہر ہوا اور علی ابوطالب کے پشت سے۔ پھر وہ نور مجھ سے اور علی سے فاطمہ میں یکجا ہوا تو فاطمہ سے حسنین کریمین پیدا ہوئے۔ پس وہ دونوں رب العالمین کے نور سے دو نور ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام
حضرت شیث علیہ السلام
حضرت ادریس علیہ السلام
حضرت نوح علیہ السلام
حضرت ابراہیم علیہ السلام
حضرت اسماعیل علیہ السلام
حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ
حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ
حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ
نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم
نورِ علی رضی اللہ عنہ

# حضرت ابوطالب کے والدین

حضرت ابوطالب کی ولادت باسعادت ۵۴۰ء مکہ معظّمہ میں ہوئی۔ حضرت ابوطالب کے والد بزرگ وار کا نام حضرت عبدالمطلب ہے۔ جو سید بطحا اور سردار قریش کے نام سے جانے جاتے تھے، اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سگے دادا تھے۔

یوں تو حضرت عبدالمطلب کی چند بیویاں تھیں، مگر آپ کی وہ بیوی جن کا نام حضرت فاطمہ بنت عمرو مخزومی ہے۔ انہیں کے مقدس بطن سے حضرت عبداللہ اور حضرت ابوطالب یہ دونوں سگے بھائی پیدا ہوئے۔ حضرت عبدالمطلب کی باقی اولادیں جیسے حضرت امیر حمزہ حضرت عباس، ابولہب دوسری بیویوں سے تھے۔ حضرت عبداللہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لائے اور حضرت ابوطالب سے مولائے کائنات حضرت علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ تشریف لائے۔

## حضرت ابوطالب کے سگے بھائی جو ایک ماں سے ہیں۔

حضرت عبداللہ اور حضرت ابوطالب یہ دونوں ایک ہی ماں سے سگے بھائی ہیں۔ حضرت عبداللہ کی سسرال مدینہ شریف کے محلہ نجّار میں تھی آپؓ تجارت کی غرض سے داروان قریش کے ہمراہ شام کا سفر کیا۔ شام سے واپسی کے وقت کافی بیمار ہونے کے سففف اپنے رشتہ دار بنی عدی بن نجار کے یہاں ٹھہرے رہے، لیکن بیماری طول پکڑتی رہی، یہاں تک کہ ایک ماہ بستر نشیں رہ کر حالت مرض وفات پائی اور مدینہ شریف مقام دارالنابغہ میں مدفون ہوئے۔

اُس وقت آپ کی عمر تیئس (۲۳) سال کی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت شکم مادر میں تھے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، کے انتقال کے بعد حضرت آمنہ خاتون سلام اللہ علیہا

کی دیکھ بھال حضرت عبدالمطلب فرمانے لگے۔ یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔

## حضرت ابوطالب کی زوجۂ محترمہ

حضرت ابوطالب کی زوجۂ محترمہ کا نام حضرت فاطمہ بنت اسد ہے، آپ عرب کے مشہور قبیلہ کے نامور سردار جناب اسد کی بیٹی ہیں آپ کو حضرت مولا علی کی ماں ہونے شرف حاصل ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی والدہ حضرت سیدہ آمنہ خاتون سلام اللہ علیہا کے انتقال کے بعد حضرت فاطمہ بنت اسد سلام اللہ علیہا ہی نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دیکھ بھال کی اور والدہ کی غیر موجودگی کا احساس نہیں ہونے دیا۔ اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ اٰلہٖ وسلم آپ کو ماں کہہ کر بلاتے تھے۔ یہی وہ خاتون ہیں جن کو خانۂ کعبہ کے اندر جانے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ آپ مہاجرہ بھی ہیں، مکہ معظّمہ سے مدینہ منورہ کی ہجرت کی ہے۔ آپ کا انتقال مدینہ منورہ میں ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کے لحد کی مٹی خود اپنے ہاتھوں سے نکالی ہے اور قبر میں جب ان کو اتارا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کے ساتھ قبر میں لیٹ گئے آپ نے ان کو کفن میں اپنا کرتا پہنایا۔ کافی دیر تک ان کی قبر پر بیٹھے دُعا کرتے رہے۔ آپ فرماتے تھے کہ ابوطالب کے بعد میرے ساتھ آپ سے اچھا سلوک کرنے والا کوئی نہ تھا۔ (طبقات ابن سعد)

## حضرت ابوطالب کی اولادیں

حضرت ابوطالب کی کل چھ اولادیں ہیں۔ چار بیٹے دو بیٹیاں۔

بیٹے:- طالب، حضرت عقیل، حضرت جعفر طیار، حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ

بیٹیاں :- حضرت سیدہ ام ہانی ؓ، حضرت سیدہ جمانہ ؓ۔

طالب کو کفار مکہ جنگ بدر کے موقع پر جبراً بدر میں لے جارہے تھے، آپ راستے ہی میں غائب ہو گئے۔ کچھ لوگوں نے لکھا ہے کہ میدان بدر میں پہونچے تھے وہاں سے غائب ہوئے، آج تک پتہ نہ چلا کہ کہاں چلے گئے۔ حضرت عقیل پردہ فرما گئے، حضرت جعفر ؓ جنگ موتہ میں شہید ہوئے۔ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ کوفہ کی جامع مسجد میں ۱۹ / رمضان کو شہید ہوئے۔

حضرت ابوطالب کی بڑی بیٹی حضرت امّ ہانی ؓ ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج حضرت اُمّ ہانی ؓ کے گھر سے ہوئی تھی۔

# حضرت ابوطالب کو ابوطالب کیوں کہا جاتا ہے

حضرت ابوطالب کا نام عبد مناف ہے، بعض روایات میں عمران بھی آیا ہے۔ مگر آپ ابوطالب کی کنیت سے مشہور ہیں، اہل عرب اپنی کنیت سے مشہور ہوتے تھے۔ ہر شخص خود کو اپنے بڑے بیٹے سے منسوب کر کے مشہور ہوتا تھا۔ جیسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ابوالقاسم کہا جاتا ہے، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بڑے صاحبزادے کا نام قاسم ہے۔ اسی لئے درود تاج میں ابوالقاسم محمد ابن عبداللہ پڑھا جاتا ہے۔

اسی طرح حضرت ابوطالب کے بڑے بیٹے طالب تھے، بیٹے سے منسوب ہوکر ابوطالب کی کنیت سے مشہور ہو گئے۔

اسی طرح حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ کے بڑے بیٹے کا نام امام حسن علی جدہٖ وعلیہ السلام ہے، مولا علی بھی ابوالحسن کے نام سے مشہور تھے۔ حضرت سیدہ کائنات صلوات اللہ علیہا آپ کو ابوالحسن کہہ کر بلاتی تھیں۔ آج بھی عورتیں اپنے شوہروں کو بڑے بیٹے سے منسوب کر کے بلاتی ہیں اے فلاں کے ابو۔

# حضرت ابوطالب اور جشن عید میلا د النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا منظر

عن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال سمعت ابا طالب یُحدث ان آمنۃ بنت وہب لما ولدت النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جاءہٗ عبدالمطلب فاخذہٗ و قبلہٗ ثم دفعہٗ الیٰ ابی طالب فقال ھُوَ وَدیعتی عندک لیکونن لابنی ھٰذا شانٌ ثم اَمر نخرت الجزائر، ذبحت الشاۃ واطعم اہل مکۃ ثلاثاً ثم نحر فی کل شعب من شعاب مکۃ جزوُرًا لایمنع منہ انسان ولا سبع ولا طائر۔ (دلائل النبوۃ جلد اوّل/۴۱)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت ابوطالب سے روایت کرتے ہیں کہ جب سیدہ آمنہ بنت وہب رضی اللہ تعالی عنہما کے یہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ولادت باسعادت ہوئی تو آپ کے پاس حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہٗ تشریف لائے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو اٹھا کر بوسہ دیا پھر آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو حضرت ابوطالب کی گود میں دیکر فرمایا کہ میں یہ اپنی امانت تمہارے سپرد کرتا ہوں، یہ میرا بیٹا بڑی شان والا ہوگا۔ پھر آپ نے حضرت ابوطالب کو قربانی کرنے کا حکم دیا تو اونٹوں اور بکریوں کے ذبیحوں سے تین دن تک اہل مکہ کی دعوت کی گئی، پھر مکہ معظّمہ کے تمام راستوں پر اونٹ ذبح کئے گئے، اور انسانوں کے علاوہ چرندو پرندنے بھی کھانا کھایا۔

حدثنا ابو محمد بن حِبّان قال حدثنا ابو عبداللہ العاصمی قال حدثنا الغلابی قال حدثنا علی بن الحکم الحجدری قال حدثنی الربیع عبداللہ بن حسن عن امہٖ فاطمۃ بنت الحسین عن عمتہا زینب بنت علی عن ابیہا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہٗ ولدت النبی صلی اللہ علیہ وسلم جائہٗ عبدالمطلب فاخذہ وقبّلہٗ دفعہ الی ابی طالب فقال ھوودیعنی عندک لیکونن لابنی ہذا

شان ثم امر نحرت الجزائر و ذبحت الشاة و اطعم اہل مکة ثلاثا ، نُحر فی کل شعب من شعاب مکة جزور الایمنع منه انسان ولاسبع ولا طائر۔ (دلائل النبوۃ ابو نعیم مطبوعہ مصر صفحہ ۱۴)

ہم سے ابو محمد بن حبان نے حدیث بیان کی کہا کہ مجھ سے ابو عبداللہ عاصمی نے ان سے الغلابی نے ان سے علی بن حکم الحجد ری نے حدیث بیان کی انھوں نے کہا کہ مجھ سے ربیع بن عبداللہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت عبداللہ بن حسن اپنی والدہ مکرمہ سیدہ فاطمہ بنت حسین علیہ السلام سے روایت بیان کرتے ہیں کہ میری پھوپھی جان سیدہ زینب بنت علی سلام اللہ علیہا نے اپنے والد گرامی حضرت علی ابن ابی طالب سے روایت بیان فرماتی ہیں، کہ میرے والد حضرت ابو طالبؑ سے یہ روایت سنی کہ جب حضرت سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا کے گھر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت مبارکہ ہوئی تو حضرت عبدالمطلبؑ یہ مسرت کی خبر سن کر حضرت آمنہ سلام اللہ علیہا کے حجرۂ مقدس پر تشریف لائے حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ حضرت سیدہ آمنہ نے اپنے شہزادے کو دادا کی آغوش میں دیا تو آپ نے حضور کو چومنا شروع کیا پھی میرے والد حضرت ابو طالب کی گود میں دیکر فرمایا کہ میں یہ اپنا عظیم الشان بیٹا تمہارے سپرد کرتا ہوں۔ تم جا کر اس خوشی میں صدقہ کے لئے اونٹ اور بکریاں ذبح کرو اور تمام مکہ والوں کی تین روز تک دعوت کرو، چنانچہ حضرت ابو طالب نے اپنے والد کے حکم کی تعمیل میں مکہ کے تمام راستوں پر جانور ذبح فرمائے۔ مسلسل تین روز تک نہ صرف مکہ والوں کو بلکہ تمام جانور چرند اور پرند بھی کھاتے رہے۔

XXXX

# حضرت عبدالمطلب کا انتقال کے وقت حضرت ابوطالب کو وصیت

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے انتقال کا وقت قریب آیا، اُس وقت حضرت عبدالمطلب کی عمر شریف کم و بیش ایکسو بیس سال کی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر شریف آٹھ سال کی تھی۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے سینہ پر بٹھایا اور اپنے بیٹوں کو طلب کیا۔

ابولہب لعنۃ اللہ علیہ، حضرت امیر حمزہ ؓ، حضرت عباس ؓ، حضرت ابوطالب حاضر ہو کر باادب کھڑے ہوئے اور بغور سننے لگے کہ میرے والد کیا فرماتے ہیں۔ کس کو متولیٔ کعبہ بناتے ہیں، کسے سردار مکہ بناتے ہیں، کسے خانۂ کعبہ کی کنجی دیتے ہیں۔

مگر حضرت عبدالمطلب ؓ نے متولیٔ کعبہ بننے کی بات کی نہ سردار مکہ بننے کی بات کی نہ کعبہ کے کنجی کی بات کی۔ حضرت عبدالمطلب ؓ نے صرف ایک ہی بات کی کہ تم میں کون اس فرزند دلبند کی دیکھ بھال اور نگرانی کی ذمہ داری لیتا ہے۔ اس لئے کہ عبدالمطلب ؓ کو معلوم ہے کہ خانۂ کعبہ کی سرداری کچھ نہیں خانۂ کعبہ کی کنجی کچھ نہیں، جو کچھ ہیں اس کے قدم سے ہیں۔ اس کا خیال رکھنا جدھر یہ جائے گا خدا کی مرضی اُدھر جائے گی۔

(معارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۱۴۲)

ابولہب عُمر میں سب سے بڑا تھا آگے بڑھا، اور کہا کہ اے شاہ عرب خدا تعالیٰ آپ کو آپ کے مُرادوں تک پہونچائے انہیں میرے سپرد کر دیجئے میں اس کی دیکھ بھال کروں گا۔

حضرت عبدالمطلب ؓ نے کہا اے ابولہب مجھے معلوم ہے کہ تو بہت دولتمند ہے، اس بچہ

کو پال سکتا ہے، لیکن اے ابولہب تو زبان کا بہت بدتمیز ہے تو بہت سخت زبان ہے، تیری زبان میں نرمی نہیں ہے۔ یتیم خستہ دل اور مجروح ہوتے ہیں، اور تھوڑی سی تکلیف کی بھی قوت برداشت نہیں رکھتے۔ میرے انتقال کے بعد اگر میرے پوتے سے تو نے سختی سے بات کی تو میری روح قبر میں لرز جائیگی، میں اسے تیرے حوالے نہیں کروں گا۔

پھر سید الشہداء حضرت امیر حمزہؓ آگے بڑھے اور عرض کیا کہ اے آبروئے عرب اگر میں اس خدمت کے لائق ہوں تو میرے سپرد کر دیجئے۔ حضرت عبدالمطلبؓ نے فرمایا تم اس کی حفاظت میں سب سے زیادہ موزوں ہو، لیکن تمہارا کوئی فرزند نہیں اور جس کا کوئی فرزند نہیں فرزند کی قدر نہیں جانتا اور اُس کی پرورش صحیح طور پر نہیں کر سکتا۔

اس کے بعد حضرت عباسؓ آگے بڑھے اور عرض کیا اے اُمید گاہ ملک وملت اور پشت پناہ دین ودولت اگر میں اس لائق ہوں تو مجھے عنایت فرمایئے۔ حضرت عبدالمطلب نے فرمایا تو اس خدمت کے سزاوار ہے۔ لیکن تیرے زیادہ بچے ہیں اور جس کے زیادہ بچے ہوں اپنے بچے کے ہوتے ہوئے دوسرے کے بچے کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتا۔

اس کے بعد حضرت ابوطالبؓ آگے بڑھے اور کہا اے بندگان خدا کے رہنما، اے سردار قریش، اے اہل عیش کی راحتوں کے سرمایہ، اگرچہ مال ودولت میرے پاس کم ہے، مگر اس مقصد کا عشق سب سے زیادہ ہے۔ حضرت عبدالمطلبؓ کی نور بصیرت دیکھ رہی تھی کہ نور محمدیؐ کا ایک جُز یعنی نور علی ابوطالب کے صلب میں موجزن ہے۔ حضرت عبدالمطلبؓ نے فرمایا اس خدمت کے لائق تم ہی ہو۔ کیونکہ تم نرم دل اور شیریں گفتار ہو اور عہد وپیمان کو نبھانے والے ہو پھر اس کے بعد حضرت عبدالمطلبؓ نے کہا کہ میں اس معاملے میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حکم بناتا ہوں یہ جس کو چاہیں پسند کریں، ان کی پسند میری پسند ہے۔

در روایت آمدہ کہ آنحضرت مخیر ساختند کہ کفالت کدام یکے از اعمام خود را میخواہی،

آنحضرت ابوطالب را اختیار کرد۔(مدارج النبوۃ ۲ / ۲۴)

روایت میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ آپ اپنے چاچاؤں میں سے کس کی کفالت میں رہنا پسند کرتے ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوطالب کو پسند فرمایا۔

ایک مرتبہ حضرت عبدالمطلب نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ انور کی طرف دیکھا اور کہا کہ تم کسے چاہتے ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دادا کی گود سے اُترے اور ابوطالب کے آغوش میں آ گئے۔(معارج النبوۃ دوم ۱۴۵)

سوال پیدا ہوتا ہے کہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب حضرت ابوطالب کے ساتھ رہنا پسند کیا تو کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس وقت نبی نہیں تھے؟ آپ کہیں گے نبی تھے۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے من کنت نبیًّا و آدم بین الماءِ والطین۔ میں اُس وقت بھی نبی تھا جب حضرت آدم علیہ السلام آب وگل کے درمیان تھے۔ نبی کہتے ہی ہیں اُسی کو جو ماضی، حال، مستقبل کی خبر رکھتا ہو۔ آپ کے چچا سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ آنے والے وقت میں دونوں مسلمان، مومن ہونے والے تھے۔ انھیں دونوں میں سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کو پسند کر لیتے۔ پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوطالب ہی کے ساتھ کیوں رہنا پسند کیا؟ حضرت ابوطالب کو قدرت نے انتخاب کیا تھا۔

بچے کو گود میں لینے کے بہت سے طریقے ہیں مگر آغوش اُسے کہتے ہیں کہ ہاہا کار سے دونوں بانہوں میں بچے کو لیا جائے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی اے محبوب اس چہاردیواری کی قسم جس میں تم ہو محبوب پیارا تو محبوب جس چیز کے حصار میں آجائے وہ شئ بھی پیاری چاہے وہ چادر ہو، چاہے وہ مکہ کی چہاردیواری، سب سے بڑھ کر حضرت ابوطالب کے آغوش کا حصار ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود آغوش ابوطالب کو پسند کیا ہے۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوطالب کو پسند کرلیا اور آپ کے پاس آ گئے تب حضرت عبدالمطلب نے فرمایا الحمدللہ میری پسند محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پسند کے موافق آئی پھر حضرت ابوطالب کو وصیت کی اور کہا اے ابوطالب خیال رکھنا۔ اس دُرِ گراں کی کس طرح حفاظت کرے گا۔ جسے ماں باپ کی فضائے محبت تک نہیں لگی۔ اور والدہ کی شفقت کو نہیں دیکھا اے ابوطالب اس فرزند کو اپنے جسم میں دل کی مانند سمجھنا۔ میں باقی اولاد کے متعلق وصیت کو موقوف کر کے خصوصیت کے ساتھ تجھے صرف اسی کے متعلق وصیت کرتا ہوں۔ کیونکہ تم اور اس کا باپ ایک ہی ماں سے ہو، اور تیرے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے درمیان اس قدر محبت ہوگی جس کی بدولت تو دوسرے چاچاؤں سے ممتاز ہوگا۔ اے ابوطالب مجھے اس کے حالات سے تمام مخلوقات سے زیادہ علم ہے۔ کما حقہ اس کی قدر کرنا کیونکہ یہ جلد ہی قوم کا سردار بلکہ تمام اولاد آدم اور اٹھارہ ہزار عالم کا سردار ہوجائیگا۔

وہ سعادت و نیک بختی جس تک تمہارے کسی بھی آباواجداد میں سے کسی کی رسائی نہیں ہوسکی۔ تجھے چاہئے کہ اس کی یتیمی و تنہائی پر شفقت و مہربانی کرے۔ پھر حضرت عبدالمطلب نے حضرت ابوطالب سے پوچھا کہ تم نے میری اس وصیت کو قبول کیا۔ ابوطالب نے کہا میں نے دل و جان سے قبول کیا۔ میرا خدا گواہ ہے جو دلوں کے رازوں سے آگاہ ہے، حضرت عبدالمطلب نے کہا ہاتھ بڑھاؤ۔ حضرت ابوطالب نے ہاتھ بڑھا دیا حضرت عبدالمطلب نے اُن کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر کہا اب موت میرے لئے آسان ہوگئی ہے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اور چہرے کو بوسے دیئے اس کے بعد حضرت عبدالمطلب کا انتقال ہوگیا۔ مکہ کے قبرستان حجون میں انہیں دفن کیا گیا۔

حضرت عبدالمطلب جہاں دفن کئے گئے اُس زمانے میں اُس قبرستان کا نام حجون تھا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دور میں اُس کا نام جنت المعلیٰ ہوا۔ جو آج تک اسی نام سے مشہور ہے۔

حضرت ام ایمن کہتی ہیں کہ حضرت عبدالمطلب کے انتقال کے دن اُن کا جنازہ لے جاتے ہوئے میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنازے کے پیچھے چل رہے تھے اور رو رہے تھے۔ (معارج النبوۃ صفحہ ۱۴۶)

پرورش کے لئے سونپا تھا یوں رب نے اُن کو
دہر میں سب سے سمجھدار ابوطالب ہیں

وقال عَلَّامۃُ ابن حجر فی اصابۃِ فی تمیز صحابۃِ لما مات عبدالمطلب رضی اللہ عنہٗ وَصَّی محمدًا صلی اللہ علیہ وسلم الیٰ ابی طالب فکَفَّلہٗ واحسن تربیتہٗ وسافر بصحبتِہٖ الی الشام وہو شاب وبُعِث قام فی فریضۃ وذبَّ عنہ لمن عاداہ ومدخہ عدۃ مدائح منہا قولہٗ لما استسقی اھل مکۃ فمطر۔

(الااصابہ فی تمیز صحابہ)

علامہ ابن حجر اصابہ فی تمیز صحابہ میں لکھتے ہیں کہ جب جناب عبدالمطلب کا انتقال ہونے لگا تو آپ نے جناب ابوطالب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تربیت اور پرورش کے لئے وصیت فرمائی حضرت ابوطالب نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بڑی عمدگی کے ساتھ کفالت کی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ساتھ لیکر ملک شام کا سفر کیا۔ اور اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جوان ہو چکے تھے، اور جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ پاک کی طرف سے اپنی رسالت کے اعلان فرمانے کا حکم ہوا، اس وقت حضرت ابوطالب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمن ہو گئے تھے، ان کو حضورؐ سے دور کیا اور حضورؐ کی بہت تعریفیں بیان کیں۔ جب اہل مکہ نے استسقاء کیا تو بارش ہوئی۔

# کلمہ کیا ہے؟

سوال :-کلمہ کیا ہے؟

جواب :- لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

اقرار باللسان و تصدیق بالقلب

سوال :-اس کا ترجمہ کیا ہے؟

جواب :-نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

اقرار باللسان و تصدیق بالقلب

زبان سے اقرار کرنا اور دل سے تصدیق کرنا۔

الاسلام علانیۃ والایمان فی القلب (متفق علیہ)

یعنی اسلام اعلانیہ اظہار کا نام ہے، اور ایمان کا تعلق دل کے ساتھ ہے۔

ایمان میں دو چیزیں ہیں۔نمبر ۱:- اقرار باللسان جس کا تعلق زبان سے ہے۔ نمبر ۲:-تصدیق بالقلب جس کا تعلق دل سے۔زبان اقرار کرے اور دل تصدیق کرے کہ اللہ ایک ہے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس کے رسول برحق ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خطبۂ نکاح میں کلمہ الحمدللہ حضرت ابوطالب کی زبان پر تھا اور محمد رسول اللہ اُن کی آغوش میں تھے۔اب اور کلمہ کیا ہے۔

# ایمان کی تعریف

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں      یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں (اقبال)

لَا یُوْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔

(متفق علیہ)

ترجمہ:۔ یعنی تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا ہے جب تک کہ وہ ہم سے اپنے ماں باپ آل واولاد اور عزیز واقارب سے بڑھ کر محبت نہ کرے۔

علامہ روم کہتے ہیں:۔

روح ایماں مغز قرآں اصل دیں      ہست حُب رحمت اللعلمین

ترجمہ: ایمان کی روح، قرآن کا مغز، دین کی اصل صرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ہے۔

ایمان کوئی مارکیٹ سے خرید کر لانے والی چیز نہیں ہے، جیسے آلو، پیاز، لوٹا، برتن، کپڑا وغیرہ، کہ جا کر مارکیٹ سے لے آئے۔ ایمان تو نام ہے جان ایمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سچے دل سے مان لینے کا، محبت رسول میں فنا ہو جانا ہی اصل ایمان ہے۔

وکان ابو طالب لا مالا وکان یحبہٗ حبا شدیدا لا یُحبہٗ ولدہٗ وکان لا ینامُ اِلا الی جنبہٖ ویخرجُ فیخرجُ معہٗ۔ (طبقات ابن سعد خصائص کبریٰ زرقانی)

یعنی حضرت ابوطالب کے پاس اگرچہ دنیاوی مال و دولت نہیں تھی مگر اُن کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شدید محبت تھی ایسی محبت انہیں اپنی اولاد سے بھی نہیں تھی۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بغیر آغوش میں لئے نہیں سوتے تھے، اور آپ جب کہیں باہر جاتے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے ساتھ ہوتے۔ حضورؐ کو کبھی اکیلے نہیں چھوڑتے، حالانکہ یہ کام اپنی اولاد کے لئے بھی نہیں کرتے تھے۔

مدحت کے گہر کم ہیں تعریف کروں کیسے　　ایمان سے بڑھ کر ہے عرفان ابوطالب

# یہی تو ایمانِ ابوطالب ہے

انت الرسول رسول اللّٰہ نعلمہ　　علیک نزل من ذی العزۃ الکتاب

(دیوان ابوطالب)

ترجمہ:- آپ رسول ہیں اور اللہ کے رسول ہیں ہمیں یقین ہے کہ آپ پر عزت کے مالک کی بارگاہ سے کتاب نازل کی گئی ہے اس کے علاوہ اور ایمان کیا ہے؟

اِنِّیْ عَلٰی دِیْنِ النَّبِیِّ اَحْمَدَ
مَنْ ضَلَّ فِی الدِّیْنِ فَاِنِّیْ مُھْتَدِی

(دیوان ابوطالب)

(سب کو بتادو کہ) میں احمد کے دین پر ہوں (اگر کوئی گمراہ ہے تو ہوا کرے)
لیکن میں یقیناً ہدایت یافتہ ہوں۔

و دعوتنی و علمتُ ان صادق
ولقد صدَّقْتَ و کنت قبل امینا

(دیوان ابوطالب)

ترجمہ: اور آپ مجھے دعوت اسلام دیتے ہیں، اور میں جانتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ اور میں آپ کو سچا مانتا ہوں، اور اس سے پہلے بھی آپ صادق اور امین ہیں۔

علامہ تفتازانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

من علم ان للہ ربہ وانی نبیہ صادقا عن قلبہ حرم اللّٰہ لحمۂ الی النار۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص یہ جان لے کہ اس کا پروردگار اللہ ہے اور مجھے دل سے اللہ تعالیٰ کا سچا نبی تسلیم کرلے تو اس کے گوشت کو اللہ تعالیٰ نے آگ پر حرام کردیا۔　　(طبرانی)

## دنیا میں جو جس سے محبت کریگا اُس کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا

بخاری شریف میں ایک روایت ہے کہ ایک صحابی نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت کب آئیگی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے لئے کیا تیاری کی ہے۔ صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کچھ بھی نہیں۔ صرف اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، سنو! جو شخص دنیا میں جس سے محبت کرتا ہے اُسی کے ساتھ اُس کا حشر ہوگا۔ (بخاری شریف)

حضرت ابوطالب نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوطالب سے محبت کی، حشر میں ساتھ رہیں گے۔

## حضرت ابوطالب کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے والہانہ محبت

عبداللہ بن ثعلبہ بن صغیر العذری وغیرہ سے مروی ہے کہ جب قریش نے اسلام کا غلبہ اور مسلمانوں کا کعبہ کے گھر بیٹھنا دیکھا تو حیران رہ گئے۔ اور پھر ابوطالب کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی کہ آپ ہمارے بزرگ ہیں اور ہم لوگوں میں افضل ہیں ان بے وقوفوں یعنی معاذ اللہ مسلمانوں نے آپ کے بھتیجے کے ساتھ ہوکر جو کام کیا ہے وہ آپ نے بھی دیکھا جیسا کہ ہمارے معبودوں کو ترک کردینا اور ہم پر طعنہ زنی کرنا اور ہمارے نوجوانوں کو بیوقوف کہنا ہے۔

اس سلسلہ میں وہ لوگ ولید بن مغیرہ کو لیکر حضرت ابوطالب کے پاس آئے اور کہا کہ آپ اسے لے لیں اس کے بدلہ میں آپ اپنے بھتیجے کو ہمیں دے دیں حضرت ابوطالب نے کہا ایسا کبھی نہیں ہوسکتا ہے۔ جواب سننے کے بعد ان لوگوں نے کہا کہ اگر آپ ہماری

باتیں نہیں مانتے تو اپنے بھتیجے ہی کو بلا دیں تا کہ ہم انصاف اور فیصلہ انہی کے سپرد کر دیں۔
حضرت ابو طالب نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیغام بھیج دیا آپ تشریف لائے تو حضرت ابو طالب نے کہا یہ آپ سے فیصلہ کرنا چاہتے ہیں۔
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفار قریش سے ارشاد فرمایا کہو کیا بات ہے۔ ان لوگوں نے کہا آپ ہمارے معبودوں کو برا کہنا چھوڑ دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفار قریش سے ارشاد فرمایا کہ اگر ہم تمہاری بات مان لیں تو کیا تم بھی ہم سے ایک ایسا کلمہ کہنے کا وعدہ کرو گے جس کو ادا کرنے سے تم سارے عرب کے مالک ہو جاؤ گے اور عجم بھی تمہارے تابع ہو جائے گا۔
ابو جہل نے کہا کہ یہ کلمہ تو نہایت نفع بخش ہے آپ کے والد کی قسم ہم اسے اور اس جیسے دس کلمے کہنے کو تیار ہیں۔
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر یہ بات ہے تو کہو لا الٰہ الا اللہ کفار قریش نے جب یہ سنا تو سخت برہم ہو گئے۔ اور واپس ہو گئے، اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اپنے معبودوں کی پرستش پر سختی سے قائم رہو۔ یہ بات عقبہ بن ابی معیط نے کہی تھی چلتے چلتے ان لوگوں نے حضرت ابو طالب کو دھمکی دی کہ اس کے بعد ہم اب آپ کے پاس کبھی نہیں آئیں گے۔ اور اس سے بہتر ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دھوکے سے قتل کر دیا جائے۔ جب یہ رات گزری اور دوسرے دن کی شام ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم گم ہو گئے۔ حضرت ابو طالب آپ کے دوسرے چچاؤں کو ساتھ لیکر آپ کی قیام گاہ پر حاضر ہوئے تو آپ کو گھر میں موجود نہ پا کر سخت پریشان ہو گئے، اور یہ خیال گزرا کہ کہیں کفار نے آپ کو شہید نہ کر دیا ہو۔
چنانچہ فوراً ہی حضرت ابو طالب نے بنو عبد المطلب اور بنو ہاشم کے سترہ نو جوانوں کو جمع کیا اور ہر نو جوان کو آپ نے گھر کے اندر سے لا کر سترہ خنجر دیئے اور کہا کہ میرے ساتھ چلو، اور جب میں بیت الحرام میں داخل ہو جاؤں تو تم میں سے ایک ایک نو جوان ہر بڑے سردار

کے پاس بیٹھے جن میں ابوجہل بھی ہو اگر خدا نہ خواستہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم قتل کردیئے گئے ہوں تو ابوجہل اس میں یقیناً شریک ہوگا۔ ابھی یہ تیاری ہو ہی رہی تھی کہ اسی بیچ میں زید بن حارثہ تشریف لے آئے اور حضرت ابوطالب کو اس حال میں دیکھ کر پریشانی کا سبب پوچھا، تو حضرت ابوطالب نے فرمایا زید تم نے کہیں میرے بھتیجے کو دیکھا ہے۔ زید نے عرض کی ہاں میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت سے آرہا ہوں۔ حضرت ابوطالب خوش ہوگئے اور فرمایا خدا کی قسم جب تک میں آپ سے ملاقات نہ کرلوں اپنے گھر نہیں جاؤں گا۔ حضرت زید فوراً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا قصہ عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت کوہ صفا پر ایک مکان میں صحابہ کرام کے ساتھ گفتگو فرمارہے تھے۔ جب جناب زید نے سارا واقعہ بیان کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی وقت تشریف لاکر اپنے پیارے چچا حضرت ابوطالب کو شرف زیارت بخشا حضرت ابوطالب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی عرض کیا اے میرے بھتیجے کہاں تھے کوئی تکلیف تو نہیں پہونچی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خیریت سے ہوں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قیام گاہ کے اندر تشریف لے گئے۔ دوسرے دن حضرت ابوطالب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور کل والے سترہ جوانوں کو لیکر قریش کی مجلس میں تشریف لائے اور فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں نے کیا ارادہ کیا تھا انہوں نے کہا نہیں۔

حضرت ابوطالب نے تمام ہاشمی نوجوانوں سے فرمایا جو کچھ تمہارے ہاتھوں میں ہے اُسے کھول دو ان نوجوانوں نے جب کپڑوں کو کھولا تو ہر شخص کے پاس چمکتی ہوئی تیز دھاروالی خنجر موجود تھی۔ حضرت ابوطالب نے کفار قریش سے فرمایا کہ اگر کہیں میرے بھتیجے کو قتل کردیتے تو خدا کی قسم تم میں سے کسی ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑتا۔ حضرت ابوطالب کا یہ ارشاد سنا تو تمام قوم بھاگ کھڑی ہوئی اُن سب میں تیز بھاگنے والا ابوجہل تھا۔

(طبقات ابن سعد ا /۳۰۱-۳۰۲)

حضرت ابوطالب نے فرمایا:

وَاللّٰہُ لَنْ یُصِلُوْا اِلَیْکَ بِجَمْعِہِمْ　　حَتّٰی اُوَسَّدَ فِی التُّرَابِ دَفِیْنَا

خدا کی قسم وہ اپنی جمعیت کے ساتھ ہرگز تجھ تک پہونچ نہیں سکتے یہاں تک کہ مجھے دفن کر کے مٹی میں ٹیک لگا کر لٹا نہ دیا جائے۔

## حضرت ابوطالب کی دُعا سے قحط مکہ میں خوب بارش ہوئی

ایک بار مکہ میں سخت قحط پڑ گیا کافی دنوں تک بارش نہیں ہوئی، چرند پرند جانور انسان سب پریشان ہو گئے، مکہ و اطراف مکہ میں تین سو ساٹھ قبیلے آباد تھے، ہر قبیلے کا اپنا ایک بُت تھا جس کی وہ پوجا کرتے تھے، امیروں کے بت بڑے ہوتے تھے، غریبوں کے بت چھوٹے ہوتے تھے۔ مکہ کے سارے کفار و مشرکین اپنے اپنے بتوں کے سامنے بارش کے لئے عاجزی انکساری منت وسماحت کرتے تھے۔ تھک گئے کہ بارش ہوجائے مگر بارش ہونے کا نام نہیں۔ جب کفار ناامید ہو گئے تو آپس میں طے کیا کہ سارے مکہ والے اپنے اپنے بتوں کو لیکر فلاں وقت صحن کعبہ میں حاضر ہوں اور اجتماعی طور پر دُعائیں کی جائیں۔

کفار و مشرکین حضرت ابوطالب کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ آپ سردار مکہ ہیں آپ شیخ بطحا ہیں، کیا پانی کے بغیر ہم لوگ مر جائیں، آپ کے پاس ہم لوگ اس لئے آئے ہیں کہ فلاں وقت صحن کعبہ میں سارے مکہ والے اپنے اپنے بتوں کو لیکر حاضر ہوں گے اور اجتماعی دُعا ہوگی، لہٰذا آپ بھی وقت مقررہ پر تشریف لائیں۔

مکہ والے جانتے تھے کہ حضرت ابوطالب کے پاس نہ گھر میں کوئی بُت ہے نہ کعبہ ہی میں کوئی بت ہے۔ دیکھئے ابوطالب کیا لیکر آتے ہیں۔ وقت مقررہ پر سارے کفار و مشرکین اپنے اپنے بتوں کو لیکر صحن کعبہ میں جمع ہوئے۔ اب سب کی نظریں حضرت ابوطالب پر تھیں

کہ دیکھئے ابوطالب کیا لے کر آتے ہیں۔

کچھ دنوں پہلے ایسے ہی ایک منظر حضرت ابوطالب اپنے والد بزرگوار سید بطحا حضرت عبدالمطلب سے دیکھ چکے تھے۔ اُن کو اپنے والد گرامی حضرت عبدالمطلب کا ارشاد یاد تھا جو انھوں نے حضرت ام ایمن کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا تھا کہ یہ میرا بیٹا محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اِس اُمت کا نبی ہے، دیکھئے اس سے غافل نہ ہونا۔

حضرت ابوطالب اپنے والد محترم حضرت عبدالمطلب کے نقش قدم پر عمل کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنے کاندھے پر اٹھایا اور کعبہ کی طرف چل پڑے، جب کفار و مشرکین کی نظریں حضرت ابوطالب پر پڑیں اور یہ منظر دیکھا تو اُن کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ حضرت ابوطالب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنے کاندھے پر لیکر صحن کعبہ میں تشریف لائے۔ جب سارے مکہ والے دُعا کر چکے بارش نہ ہوئی تو سب سے آخر میں سردار مکہ شیخ حرم حضرت ابوطالب نے سید حرم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تھوڑا بلند کیا اور ٹھیک اسی طرح جس طرح حضرت عبدالمطلب نے دُعا کی تھی ابوطالب نے دُعا کی۔ کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے رب تیری مخلوق پریشان ہے، اپنے محبوب کے صدقے میں بارش کر دے یہ کہہ کر اپنے دونوں ہاتھوں سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو لیے آسمان کی طرف بلند کیا۔

ابھی دُعا ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ آسمان میں بادل چھا گئے اور دیکھتے دیکھتے موسلا دھار بارش ہونے لگی مکہ واطراف مکہ پانی سے لبریز ہوگیا، چاروں طرف پانی ہی پانی نظر آنے لگا۔ (امام بخاری تاریخ الکبیر)

پھر ابوطالب نے فرمایا:-

وَعَنْ عَائِبِ اللَّاتِ فِی قَوْلِهٖ　　وَلَوْ لَا رِضَا اللَّاتِ لَمْ نُمْطَرِ
وَاِنِّی لَاَشْنَأُ قُرَیْشًا لَهُ　　وَاِنْ کَانَ کَالذَّھَبِ الْاَحْمَرِ

(دیوان ابوطالب)

ترجمہ:- اور جولات (بت) کے عیب حوالے سے یہ کہتے ہیں کہ اگر لات خوش نہ ہوتو ہمارے یہاں بارش بھی نہیں ہوتی۔

میں قریش کے اس بات سے نفرت کرتا ہوں اگر چہ وہ اُن کے نزدیک سُرخ سونے ہی کی کیوں نہ ہو۔

اب تمھیں کون سا ایمان چاہیئے بھائی، اس سے بڑھ کر ثبوت ایمان کی دلیل اور کیا ہوگی۔

اخرج ابن عساکر عن جلهمة بن عرفطة قال قدَّمْتُ مكة وهم فى قحط، فقالت قريش يا ابا طالب اقحط الوادى واجْدَبَ العيالُ فهلم۔ فَاسْتَسْقِ فخرج ابو طالب و معهٗ غلام كانَّهٗ شمسٌ وجنٌ تحلتْ عنهٗ سحابةٌ قتماءُ حولهٗ فَاَخَذَ ابو طالب فالْصَقَ ظهرهٗ بالكعبةِ ولاد باصبَعَهٗ الغُلَامُ ومافى السماءِ قَزْعَةُفَاَقْبَلَ السَّحَابُ من هَاهُنَا وهَاهُنَا۔ واَغْدَقَ وانفجر لهٗ الوادى اخضَبَ البادى والنادىُ ففى ذالک قالَ ابو طالب۔

(ابن عساکر) خصائص کبریٰ جلد اوّل صفحہ ۳۰۲، الاصابہ فی معرفۃ الصاحبہ ۹۱)

ابن عساکر جلہمہ بن عرفطہ سے روایت کرتے ہیں انھوں نے کہا کہ میں مکہ آیا اور مکہ والے قحط سالی میں مبتلا تھے، قریش نے کہا اے ابوطالب وادیٔ مکہ انتہائی قحط زدہ ہے۔ پس آپ تشریف لائیے اور بارش طلب کیجئے، حضرت ابوطالب آئے آپ کے ساتھ ایک بچہ تھا، گویا سورج کا ٹکڑا تھا جس سے شعائیں نکل رہی تھیں، اُس کے چاروں طرف چھوٹے چھوٹے بچے تھے۔ پس ابوطالب نے اپنے پشت کو کعبے کے ساتھ ملایا اور اس خوبصورت بچے کی انگلی کو پکڑا۔ حالانکہ آسمان پر بادل کا کوئی ٹکڑا نہیں تھا، یعنی مطلع بالکل صاف تھا، یقینا بادل ادھر سے اٹھا اُدھر سے آیا۔ گرجا چمکا اور زور کی بارش شروع ہوگئی، جس سے شہر کے اندر

اور باہر پانی ہی پانی ہوگیا۔

اُس وقت حضرت ابوطالب نے یہ شعر ارشاد فرمایا:-

وَأَبْیَضَ یُسْتَقٰی الْغَمَامُ بِوَجْہِہٖ ثِمَالُ الْیَتَامٰی عِصْمَۃٌ لِلْاَرَامِلِ

ترجمہ:- وہ پیکر حسن و جمال جن کے چہرۂ انور کے وسیلہ سے بارش طلب کی جاتی ہے، وہ جو یتیموں کی پناہ گاہ اور بیواؤں کے ملجا و ماویٰ ہیں۔

# یہ واقعہ روضۃ الاحباب میں اس طرح ہے

کذا فی روضۃ الاحباب در عہد کفالت ابوطالب نیز در مکہ معظّمہ قحط افتادہ بود ابن عساکر از عرفطہ آوردہ کہ گفت قدوم آوردم مکہ را در آں قحط سال بود عظیم پس آمدند قریش نزد ابوطالب برائے استسقاء برآمد ابوطالب و حال آنکہ گردے کودکاں اند قریش میان ایشاں بود کودکے مثل آفتاب تاباں کہ پردۂ اکبر از روئے وے برافتادہ باشد پس گرفت او را ابوطالب و بچسپاند پشت او بکعبہ پس اشارت کرد آن کودک بانگشت خود بجانب آسمان و حال آنکہ نیست در آسمان نشانے از ابر پس گرد آمد قطعہائے ابر از ہر جانب و برہم نشستند و باریدن گرفتند تا روان شد رودہا و پُرشدُ وادی، دریں قصیدہ گفتہ است ابوطالب در مدح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

وَاَبْیَضَ یُسْتَسْقَی الْغَمَامُ بِوَجْہِہٖ ثِمَالَ الْیَتَامٰی عصمۃٌ للاَرَامِلِ

ترجمہ:- وہ پیکر حسن و جمال جن کے چہرۂ انور کے وسیلہ سے بارش طلب کی جاتی ہے، وہ جو یتیموں کی پناہ گاہ اور بیواؤں کے ملجا و ماویٰ ہیں۔

روضۃ الاحباب میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوطالب کے زیر کفالت تھے، اور مکہ معظّمہ میں خشک سالی کی وجہ سے قحط برپا ہوگیا ابن عساکر عرفطہ سے روایت کی ہے کہ

انھوں نے کہا کہ میں مکہ معظّمہ میں آیا تو دیکھا کہ لوگ قحط سالی میں مبتلا ہیں اسی اثناء میں قریش حضرت ابوطالب کے پاس پانی لینے کے لئے حاضر ہوئے۔تو ابوطالب اس حال میں باہر تشریف لائے کہ آپ کے گرد قریش کے بچوں نے گھیرا ڈالا ہوا تھا۔ اوران کے درمیان ایک انتہائی خوبصورت آفتاب جیسا بچہ موجود تھا،جس کے منور چہرے سے بادل پانی طلب کرے۔ حضرت ابوطالب نے اس بچے کو آغوش میں لیا اوراس کی پشت مبارک کعبہ معظم کے دیوار کیساتھ لگادی تو اس بچے نے آسمان کی طرف انگلی سے اشارہ کیا اس وقت آسمان پر بادلوں کا نشان تک نہ تھا،مطلع بالکل صاف تھا،آپ کی انگشت مبارک اٹھتے ہی بادلوں کے ٹکڑے ہر طرف سے امڈ امڈ کر جمع ہو گئے۔ اور آپس کی ٹکر سے موسلا دھار بارش ہونے لگی اور تمام ندی نالے رواں ہو گئے۔ وادیاں پانی میں ڈوب گئیں ایسے ہی مدینے میں جب ایک بار قحط پڑ گیا اہل مدینہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور بارش طلب کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دُعا کیا خوب بارش ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اگر آج میرے چچا ابوطالب ہوتے تو خوش ہوجاتے۔اُنکی آنکھیں ٹھنڈی ہوجاتیں۔

لِلّٰہِ دَرُّ اَبِیْ طَالِبٍ لَوْکَانَ حَیًّا لَقَرَّتْ عَیْنَاہُ

اللہ ہی کی عطا سے ابوطالب کی بھلائی ہے۔اگر وہ زندہ ہوتے تو ضرور ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی۔

## مدینے میں بارش کے موقع پر رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اپنے چچا حضرت ابوطالب کو یاد کرنا

امام بیہقی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنے شعروں میں قحط اور خشک سالی کی شکایت کی تو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو گئے اور ممبر شریف پر تشریف لے آئے اور آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر دُعا فرمائی ابھی آپ کے مقدس ہاتھ اوپر ہی تھے کہ بادلوں کی گرج اور بجلیوں کی کڑک شروع ہوگئی اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے موسلا دھار بارش ہونے لگی۔ اور پھر اس قدر زور کی بارش ہوئی کہ بستی کے ڈوب جانے کا خدشہ لاحق ہوگیا۔ چنانچہ آپ کی خدمت اقدس میں یہ صورت حال پیش کی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اللھم حوالینا ولا علینا۔

یعنی اب بارش شہر کے اطراف و جوانب میں ہو اور ہم پر نہ ہو اور اس کے ساتھ ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبسم فرمایا اور آپ کے دندان مبارک موتیوں کی لڑی کی طرح چمکتے ہوئے نظر آنے لگے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے لئے خوبی ہو ابو طالب رضی اللہ عنہ، کی اگر وہ زندہ ہوتے اور بارش کے اس منظر کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں۔ اور پھر فرمایا کہ تم میں ایسا کون ہے جو ہمیں اُن کے وہ اشعار سنائے۔ فوراً حضرت مولائے کائنات حضرت مولا علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم نے عرض کیا آپ اُن کے یہ شعر سننے کی خواہش رکھتے ہیں۔ (بخاری جلد ۱، صفحہ ۴۷۰)

وابیض یستسقی الغمامُ بوجھہ ثمال الیتامی عصمةٌ للارامِل

تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہاں ہم یہی شعر سننا چاہتے تھے۔

# حضور غوث الاعظم کی بشارت

## ہندو عقیدتمند کا ایمان پر خاتمہ اور کفن دفن

شہر برہان پور میں ایک ہندو رہتا تھا وہ سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا بہت عقیدتمند تھا اور خود کو آپ کا مرید بتاتا تھا اور ہر سال کھانے پکوا کر علماء اور فقراء کو کھلاتا اور مشعلوں کو روشن کرتا اور مجلس کو مزین کرتا اور یہ سب کچھ آپ کی محبت کی وجہ سے کرتا۔ جب وہ فوت ہوا

تو ہندوؤں نے اسے مرگھٹ پر لے جا کر آگ میں ڈالا لیکن اس کا بال بھی بیکا نہ ہوا۔ پھر انہوں نے اتفاق رائے سے اسے دریا میں ڈال دیا۔ سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بزرگ کو خواب میں فرمایا فلاں ہندو میرا روحانی فرزند ہے جس کا نام مردان خدا کے نزدیک سعد اللہ ہے اسے پکڑ کر غسل دو اور اس پر نماز پڑھ کر دفن کر دو۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ تیرے مریدوں کو دنیا اور آخرت کی آگ میں نہ جلاؤں گا اور ان کا خاتمہ ایمان پر اور توبہ پر کروں گا۔ (حوالہ: تفریح الخاطر، صفحہ ۴۲)

نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
جو ہو ذوق یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

**نوٹ:** جب ہندو عقیدتمند کا یہ حال ہے جو بظاہر کلمہ بھی نہ پڑھا تھا نہ آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تھا اور نہ آل ابراہیم علیہ السلام میں تھا، یاد رہے حضرت ابو طالب آل ابراہیم علیہ السلام میں ہیں۔

# حضرت ابو طالب کا دستر خوان

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آٹھ سال تک اپنے محترم دادا حضرت عبد المطلب کی کفالت میں تھے۔ جب دادا کا انتقال ہو گیا اور آپ نے حضرت ابو طالب کو پسند فرمالیا تو حضرت ابو طالب آپ کو اپنے گھر لے آئے اور بڑے ادب و احترام کے ساتھ پیش آتے۔ اپنے کسی بھی فرزند سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کے برابر محبت نہیں کرتے تھے۔ شب و روز آپ کے حالات کا جائزہ لیتے تھے، اور ہر وقت گہری نظر رکھتے، رات کو اپنے پاس سلاتے تھے اور کسی شخص سے بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق مطمئن نہیں تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی کے بغیر ہرگز ہرگز دوپہر اور شام کا دستر خوان نہیں بچھاتے

تھے۔حضرت ابوطالب ہمیشہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک ہی برتن میں کھانا کھاتے تھے اور جس کھانے کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہاتھ نہ لگاتے حضرت ابوطالب نہیں کھاتے تھے۔

حضرت ابوطالب اور آپ کے اہل وعیال جب تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھانے کیلئے ہاتھ نہیں بڑھاتے، کھانا شروع نہیں کرتے تھے۔کیونکہ جس کھانے تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دست مبارک پہونچ جاتا متبرک ہوجاتا تھا۔ اور جلدی ختم نہیں ہوتا تھا، سب کے سب سیر ہوجاتے اور کھانا بچا رہتا۔ (تاریخ ابن ہشام)

# حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیر اللہ کے نام کا ذبیحہ نہیں کھاتے تھے

حدثنا مُعَلّٰی بن اسد حدثنا عبدالعزیز یعنی ابن المختار اخبرنا موسی ابن عقبۃ قال اخبرنی سالم انہ سمع عبد اللہ یحدث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اَنَّہٗ لقی زید بن عمرو ابن نفیل باسفل بلدَحْ و ذاک قبل اَنْ یُّنزَلَ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الوحیُ، فقدم الیہٖ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سُفْرَۃً فیہا لحمُ فائی اَنَّ یاکُلَ منہَا ثم قال انی لاَاُکلُ ممّا تذبحون علی انصابکم ولا اکل الا مما ذکر اسم اللہ علیہ۔

(بخاری شریف مترجم ۲ / ۳۱۵، عمدۃ القاری المستدرک ۳ / ۲۱۶)

راویان حدیث معلّٰی بن اسد، عبدالعزیز بن مختار، موسی بن عقبہ، سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہم کو رسول کریم سے روایت کرتے ہوئے سنا، کہ آپ نے زید بن نفیل سے مقام اسفل بلدح پر ملاقات کی اور یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہونے سے پہلے کا ہے۔ اور اُس نے آپ کے سامنے دستر خوان بچھایا جس پر گوشت تھا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس کے کھانے سے انکار فرما دیا، اور فرمایا میں اُس سے نہیں کھاتا ہوں جس کو تم اپنے بتوں پر ذبح کرتے ہو اور میں صرف اسی کو کھاتا ہوں جس کو اللہ تعالیٰ کے نام سے ذبح کیا گیا ہو۔

(المستدرک ۳ / ۲۱۶)

نتیجہ: اس سے پتہ چلا کہ حضرت ابوطالب بھی اللہ کے نام سے ذبحہ کرتے تھے غیر اللہ کے نام کا ذبیحہ نہیں کھاتے تھے ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہرگز ہرگز ابوطالب کے دستر خوان پہ نہ کھاتے اس کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ جب حضرت ابوطالب نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نکاح پڑھا تو خطبہ نکاح الحمد للہ سے شروع کیا، کسی بت کے نام سے نہیں شروع کیا۔

# حضرت ابوطالب کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلی مرتبہ شام کے سفر میں

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارہ سال دو ماہ دس دن کے ہو گئے تو حضرت ابوطالب نے قریش کی ایک جماعت کے ساتھ بغرض تجارت شام کی طرف جانے کا ارادہ کیا۔ جب سارے انتظامات مکمل کر لیئے اور روانگی کے لئے سامان باندھ لیا حضرت ابوطالب کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ساتھ لے جانے کا ارادہ نہیں تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے مشفق چچا کی جدائی دشوار معلوم ہوئی، تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوطالب کے اونٹنی کی مہار پکڑ لی، اور کہا چچا جان آپ مجھے اس شہر میں کس امید پر چھوڑے جا رہے ہیں، میرے مہربان ماں باپ بھی نہیں، بس اتنا سننا تھا کہ حضرت ابوطالب پر رقت طاری ہو گئی، اور قسم کھائی کہ انھیں ضرور اپنے ساتھ لے جائیں گے۔

ان کے گھر والوں نے افسوس کیا کہ اس فرزند کو جس سے سورج کی گرمی بھی پرہیز کرتی ہے، چاند اس کے رخسارہ پر رشک کرتا ہے۔ بارہ سال کی عمر میں اسے کیسے کوئی شخص سفر میں لے جا سکتا ہے۔ یہ سن کر حضرت ابوطالب تردد میں پڑ گئے، اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو واپس کر دینا چاہا۔ حضرت ابوطالب نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک گوشہ میں تنہا بیٹھے رو رہے ہیں، حضرت ابوطالب نے کہا کہ اے میرے آنکھوں کے نور کیا بات ہے، کیوں تم رو رہے ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش رہے۔ حضرت ابوطالب نے کہا کہ شاید تمہارا رونا ہماری جدائی کی وجہ سے ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا کہ ہاں حضرت ابوطالب نے کہا خدا کی قسم آج کے بعد کبھی بھی تجھ سے جدائی نہیں اختیار کروں گا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لے کر حضرت ابوطالب شام کی طرف روانہ ہو گئے۔ حضرت ابوطالب سفر میں ہمیشہ آپ کی دیکھ بھال کرتے، اور آپ پر نگاہ رکھتے۔ اسی سفر میں بحیرا راہب کا واقعہ بھی پیش آیا۔ (معارج النبوۃ ۲/ ۱۴۹)

# بحیرا راہب اور مقام کعرَبہ کا منظر

یہ پانچ سو چھیاسی عیسوی کا واقعہ ہے اسی سفر میں حضور ﷺ کی نبوت کا بحیرا نے اعلان کیا تھا۔ بحیرا نام کا ایک بہت بڑا راہب تھا، بحیرا راہب کا نام تاریخوں میں نمایاں ہے۔ بحیرا قوم نصاریٰ یعنی عیسائی مذہب کا بہت بڑا عالم و فاضل تھا، اُسے آسمانی کتابوں بر عبور حاصل تھا۔ اُس نے آسمانی کتابوں سے معلوم کیا تھا کہ نبیٔ آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم فلاں سن میں دنیا میں تشریف لائیں گے۔ اور فلاں مہینے میں فلاں راستے سے ۱۲/سال کی عمر میں گزریں گے اور فلاں درخت کے نیچے قیام کریں گے۔

جو بصریٰ کے قریب چھ میل کے فاصلہ پر ایک کعربہ نامی گاؤں تھا وہیں ایک تاریخی درخت بھی تھا، جس درخت کے نیچے بنی اسرائیل کے انبیاء کرام میں کچھ حضرات کبھی کبھی اسی درخت کے نیچے قیام کرتے تھے سب سے آخر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس درخت کے نیچے قیام کیا تھا۔ اسی وجہ سے قوم نصاریٰ آج بھی اس درخت کا احترام کرتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد وہ درخت خشک ہو گیا تھا، اسی درخت کے قریب ہی عرب سے شام کی طرف جانے کا راستہ کل بھی تھا اور آج بھی ہے۔ اسی راستہ سے مکہ سے ملک شام اور شام سے مکہ آنے جانے والا قافلہ گزرتا تھا۔

بحیرا راہب نے آسمانی کتابوں میں یہ پڑھا تھا کہ نبیٔ آخر الزماں ﷺ اس سرزمین کو اپنے قدم ناز سے روشن کریں گے، اور اسی درخت کے نیچے قیام کریں گے۔ اسے سال اور مہینے کا بھی علم تھا کہ کس سال اور کس مہینے میں آئیں گے۔

بحیرا راہب نے ٹھیک اسی درخت کے سامنے والی زمین خرید کر ایک عظیم الشان گرجا

گھر تعمیر کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ملاقات کے لئے اُس نے اس گرجا گھر کو بنایا تھا۔

جو علامات اور پیشینگوئیاں اُس نے آسمانی کتابوں میں پڑھی تھیں، بحیرا ہمیشہ اسی بات کا متلاشی رہتا کہ علامات معلومہ کا مشاہدہ کرے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت سے سعادت حاصل کرے۔ وہ جانتا تھا کہ اسی سال باشندگان ام القریٰ مکہ کا قافلہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی معیت میں اسی جگہ سے گزرے گا، اور اسی درخت کے نیچے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قیام فرمائیں گے۔ بحیرا رات بھر عبادت کرتا اور صبح اپنے عبادت خانہ کی چھت پر آجاتا اور مکہ سے آنے والے قافلوں کی طرف متوجہ ہوجاتا۔ اور تلاش میں بیٹھ جاتا۔ صبح سے شام تک بس یہی کرتا تھا۔ وقت گزرتا گیا۔ ایک دن بحیرا اپنے عبادت خانہ کی چھت پر بیٹھا ہوا تھا سورج بلندی پر آگیا تھا۔ سورج کی شدت اور حرارت شباب پر تھی یکا یک بحیرا کی نظر ایک قافلہ پر پڑی جس کے اوپر بادل کا ایک ٹکڑا سائبان بنا ہوا تھا۔ اور وہ بادل کا ٹکڑا اس جماعت کی حرکت کے مطابق حرکت کرتا۔ بحیرا انہیں غور سے دیکھ رہا تھا کہ وہ قافلہ جس راستہ سے گزرتا اُس راستے کے درخت اور ٹہنیاں اور پتھر قافلے والوں میں سے ایک شخص کو سجدہ کرتے ہیں۔ بحیرا نے پتھروں اور درختوں سے بلند آواز میں الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کہتے ہوئے سنا بحیرا کے خوشیوں کا ٹھکانا نہ رہا۔

جب قافلہ والے بحیرا کی عبادت گاہ کے سامنے والے درخت کے نیچے آکر اُترے تو اس بادل کے ٹکڑے نے اس درخت پر اپنا سایہ ڈالا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قدم ناز رکھتے ہی وہ برسوں کا سوکھا ہوا خشک درخت فوراً سرسبز اور شاداب ہوگیا، اسی وقت پتے پھول اور پھل بھی نکل آئے۔ اسی وقت سے اس درخت کو صحابی درخت کہا جانے لگا۔ آج بھی وہاں پر ایک بڑا بورڈ لگا ہوا ہے۔ جس پر لکھا ہے کہ یہ صحابی درخت ہے، چودہ سو سال سے آج بھی وہ درخت سرسبز و شاداب ہے۔

# صحابی درخت

بحیرا راہب کا گرجا گھر اسی درخت کے سامنے تھا۔

نوٹ:-اسی درخت کو صحابی درخت کہتے ہیں یہ الازرک شہر سے پینتالیس کلومیٹر دور ہے۔اس وقت یہ ملک اُردن میں ہے۔آج بھی اس درخت کی زیارت کو دور دور سے لوگ آتے ہیں۔کافی بھیڑ رہتی ہے۔موبائل پر آپ اس درخت کو انٹرنیٹ کے ذریعے دیکھ سکتے ہیں۔سوال اس بات کا ہے کہ اس درخت نے کب کلمہ پڑھا؟ اگر نہیں پڑھا تو صحابی کیسے کہا جانے لگا؟

بُحیرا کا علم الیقین عین الیقین میں بدل گیا۔ بحیرا آثار و علامات معلوم کر لینے کے بعد برداشت نہ کر سکا اُچھل کر اٹھا اور گرجا گھر یعنی (چرچ) کا دروازہ کھولا اور بھاگتا ہوا اس جماعت میں آیا اس سے پہلے اس گرجا گھر سے باہر نکلنے کا دستور نہیں تھا۔ بحیرا نے آتے ہی حضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے دست مبارک کو پکڑ لیا اور بے خود ہو کے کہا ھٰذا سید المرسلین ھٰذا سید المرسلین۔ اے اہل قافلہ جان لو کہ یہ سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ مکہ کے وہ بوڑھے جو اس قافلے میں تھے انھوں نے کہا کہ آپ نے اس حقیقت کو کہاں سے معلوم کیا اور یہ گہرا راز کون سے تحقیق کے ورق سے پڑھا ہے۔

بحیرا نے جواب دیا کہ تم لوگ جب اُس گھاٹی سے اس وادی میں اُترے تھے تو کوئی پتھر اور کوئی درخت ایسا نہیں تھا جس نے تمھیں سجدہ نہ کیا ہو اور یہ تسلیم نہیں کیا جا سکتا کہ اشجار و احجار نبی و رسول کے بغیر کسی کو سجدہ کریں۔

اس کے علاوہ بہت سی علامات و دلائل اس بچے میں موجود ہیں۔ جو اس کی نبوت پر دلالت کرتے ہیں۔

بحیرا نے کہا کل آپ لوگوں کی ہمارے یہاں دعوت ہے، کوئی شخص غیر حاضر نہ رہے۔ مکہ کے ایک شخص نے سوال کیا کہ بحیرا کیا بات ہے؟ ہم کئی مرتبہ آپ کے پاس سے گزرے ہیں آپ نے کبھی اس قسم کی تواضع و مہربانی نہیں کی۔ بحیرا نے کہا ہاں ایسا ہی ہے۔ لیکن اس بار تمہارے قافلے کا سردار بہت عظیم الشان ہے اور بڑے فضائل والا ہے۔ چونکہ تم مہمان ہو اس لئے میں تمہاری مہمانی سے عزت و افزائی کرنا چاہتا ہوں۔ اور کھانے کا انتظام کرنا چاہتا ہوں تا کہ تم کھانا کھاؤ۔ یہ کہہ کر بحیرا اندر چلا گیا اور کھانے کا انتظام کرنے لگا۔ دوسرے روز حسب وعدہ تمام قریش گرجا گھر میں گئے۔ بحیرا تعظیم کے لئے کھڑا ہو گیا، اور بڑی عزت و احترام کے ساتھ بلند مقام پر بٹھایا۔

ولما بلغ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اثنتی عشرۃ سنۃ خرج معہٗ عمّہٖ ابی طالب الیٰ الشام حتی بلغ بصریٰ، فرآہٗ بحیری الرّاھبُ واسمُہٗ جرجیسُ، فعرفہ بصفتہٖ فقال وھوَ آخذٌ بیدہٖ، ھذا سید العالمینَ، ھٰذا یبعثہٗ اللہُ رحمۃَ للعالمین فقیل لہٗ وما علمُک بذٰلکَ؟ فقال انکم حینَ أشرفتُمْ بہٖ من العقبۃِ لم یبقَ شجر ولاحجرٌ ساجدًا ولایسجُدُ الّا لنبیٍ وانّی اعرفہٗ بخاتمِ النبوّۃِ فی اسفل من غضرُوفِ کتفیہٖ، مثل التفّاحۃِ، وانّا نجدُہٗ فی کتبنا و سألَ اباطالب أن یرُدَّہ خوفًا علیہ من الیھود، و بحدیث رواہٗ ابن ابی شیبۃِ وفیہِ انہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اقبل وعلیہ غمامۃ تظلہٗ۔

(رواہٗ ابن ابی شیبۃ)

ترجمہ: یعنی جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارہ سال کی عمر میں اپنے چچا حضرت ابوطالب کے ساتھ سفر شام کے دوران شہر بصریٰ پہنچے، تو بحیری راہب جرجیس نے آپ کو دیکھ کر آپ کے اوصاف سے پہچان لیا۔ اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ یہ تمام جہاں کے سردار ہیں اللہ تعالیٰ انھیں سارے جہاں کے لیے رحمت بنا کر مبعوث فرمائیگا۔ تو اس سے لوگوں نے کہا مجھے اس کے بارے میں کیا جانکاری ہے اس نے کہا جب تم انھیں لے کر گھاٹیوں سے اتر رہے تھے تو کوئی درخت و پتھر ایسا نہ بچا جو انھیں سجدہ نہ کرتا ہو اور یہ نبی کو ہی سجدہ کرتے ہیں اور یقیناً میں انہیں ان کے شانہ کی نچلی ہڈی میں سیب جیسی مہر نبوت کے ذریعہ پہچانتا ہوں اور بلاشبہ ہم ان کے متعلق اپنی کتابوں میں پاتے ہیں اور ابوطالب سے عرض کی کہ یہودیوں کے خوف کے وجہ سے اسے واپس لے جائیں۔ اس حدیث کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا اور اس میں یہ بھی مذکور ہوا کہ آپ اس حالت میں آئے کہ آپ پر بادل کا ٹکڑا سایہ فگن تھا۔

# نبوت کی تصدیق

بحیرا کے گرجا گھر میں اسی دن سات یہودی ملک شام سے آپہونچے اور بحیرا سے کہا کہ ہمارے عالموں اور کاہنوں نے بتلایا ہے کہ اسی تاریخ میں نبیٔ آخرالزماں شام کے سفر میں ہیں اُنھیں کے قتل کی تلاش میں ہم لوگ یہاں پہونچے ہیں۔ بحیرا نے حضرت ابوطالب سے کہا کہ آپ نے سُن لیا یہ نبیٔ آخرالزماں ہیں۔ آپ انہیں مکہ جلدی واپس لے جائیں ورنہ یہودی کہیں قتل نہ کردیں۔ حضرت ابوطالب کو یقینی طور پر تصدیق ہوگئی کہ یہ نبی آخر الزماں ہیں۔

حضرت ابوطالب کو بحیرا کے اس اعلان سے بھی معلوم ہوگیا تھا کہ یہ میرا بھتیجا سید المرسلین ہے۔

بحیرا نے حضرت ابوطالب سے کہا کہ آپ انھیں مکہ واپس لے جائیں، شام نہ جائیں۔ یہودی ان کے قتل کے درپہ ہیں۔ حضرت ابوطالب اپنا سارا مال وہیں فروخت کر کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ لے کر چلے آئے۔ (ابن ہشام، معارج النبوۃ، سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

# اس سفر کا پورا منظر حضرت ابوطالب نے اپنے قصیدے میں یوں بیان کیا ہے

اَلَمۡ تَرَنی من بعد ھمٍّ ھممتُہٗ

بفرقۃِ حُرِّ الوالدین کرامِ

ترجمہ: کیا تم نے مجھے اس وقت نہیں دیکھا جبکہ میں اپنے آباء کرام کی سرزمین سے سفر کا ارادہ کر چکا تھا۔

بِاَحْمَدَ لمّا اَنْ شَدَدْتُ مطیَّتِیْ

بِرَحْلِیْ وقدْوَدَّعْتُہٗ بِسَلَامِ

ترجمہ: تو اس وقت احمد (سامنے آگئے) جب کہ میں اپنی سواری پر پالان باندھ چکا تھا اور اُن کو سلام کر کے رُخصت کر چکا تھا۔

بکیٰ حزنًا وَالعیسُ قد فصلتْ بنا

وامسکَ بالکفینِ فضلَ زمامِی

ترجمہ: وہ غم سے رونے لگے حالانکہ اُونٹ ہمیں لے کے چل پڑے تھے۔ اور اُنھوں نے میرے ناقے کی لٹکتی ہوئی مہار کو اپنے دونوں ہاتھوں سے تھام لیا۔

ذکرتُ اباہُ ثمّ رقرقتُ عبرۃً

تجُوْدُ منَ العینینِ ذاتَ سِجامِ

ترجمہ: اس وقت مجھے ان کے والد یاد آگئے اور میری آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب چل پڑا۔

فقُلْتُ ترحّلْ راشدًا فی عمُوْمَۃٍ

مُواسینَ فِدا الْباساءِ غیرِ لئَامِ

ترجمہ: پس میں نے اُن سے کہا: چلو خوشی سے چلو، اپنے اُن چچاؤں کے درمیان جو مصیبت کے وقت ہمدردی کرنے والے اور نہایت شریف ہیں۔

فرُحْنا معَ الْعِیْرِ الَّتِیْ رَاحَ رَکْبُھا

شامی الھوی والْاصْلِ غیر شامِ

ترجمہ: تو ہم سب اس قافلے کے ساتھ چلے جو خوش بختی کے ساتھ شام کی جانب رواں تھا۔

فلمّا ھبِطْنَا ارضَ بُصریٰ تشرَّفُوْا

لنا فوقَ دُوْرٍ ینظُرُونَ جسامٖ

ترجمہ: پس جب ہم بُصریٰ کی سرزمین پر فروکش ہوئے تو وہاں کے لوگ اپنے بڑے بڑے مکانات کے اوپر سے ہمیں دیکھنے لگے۔

فجاءَ بُحیرا عندَ ذالکَ حاشِدًا

لنا بشرابٍ طیّبٍ وطعامٖ

ترجمہ: تو اس وقت بحیرا راہب، ہمارے لیے نہایت عمدہ کھانے پینے کا انتظام کرکے آیا۔

فقال اجْمعُوا اصحابکُمْ لطعامِنَا

فَقُلنا جَمَعْنا الْقَوْمَ غَیْرَ غُلامٖ

ترجمہ: وہ کہنے لگا کہ ''ہمارے یہاں کھانے کے لیے اپنے تمام ساتھیوں کو جمع کرو'' تو ہم نے کہا کہ ''ہم سارے ہی جمع ہیں سوائے ایک لڑکے کے''۔

یَتِیْمًا فقالَ ادْعُوْہ اِنَّ طَعَامَنَا

کثیرٌ علیہِ الیوْمَ غَیْرُ حَرَامٖ

ترجمہ: (ہم نے کہا) ''وہ لڑکا یتیم ہے''۔ تو اس نے کہا: ''اُن کو بھی بلاؤ ہمارے پاس کھانا بہت ہے اور آج ان کے لیے یہ کھانا حرام نہیں ہے''۔

فلوْلَا الَّذِیْ خبَّرْتُمْ عن محمدٍ

لَکُنْتُمْ لَدَیْنَا الْیَوْمَ غَیْرَ کِرَامٖ

ترجمہ: (اُس نے کہا) ''اگر تم لوگوں نے مجھے محمد کے بارے میں یہ نہ بتادیا ہوتا کہ تم انھیں اپنے سامان کے پاس چھوڑ آئے ہو تو ہمارے نزدیک تمہاری کوئی عزت نہ ہوتی۔

فلمّا رأٰہُ مُقْبِلًا نحوَ دَارِہٖ
یُوَقِّیْہِ حَرَّ الشمْسِ ظِلُّ غمَامٖ

ترجمہ: پس جب بحیرا نے محمد کو اپنے گھر کی طرف اس شان سے آتے دیکھا کہ ایک بادل کا ٹکڑا انھیں مسلسل دھوپ سے بچائے ہوئے تھا۔

حَنا رأسہٗ شِبْہَ السُّجُوْدِ وضَمَّہٗ
اِلٰی نَحْرِہٖ وَالصَّدْرِ اَیَّ ضِمَامٖ

ترجمہ: تو بحیرا نے پہلے تو سجدے کے انداز میں اُن کی طرف سر جھکایا اور پھر ان کو اپنے سینہ و گردن سے خوب خوب لپٹایا۔

وَاَقْبَلَ رَکْبٌ یطلُبُوْنَ الَّذِی رَأٰی
بُحَیْرَا مِنَ الْاَعْلَامِ وَسْطَ خِیَامٖ

ترجمہ: اسی اثنا میں وہ لوگ بھی انھیں خیموں کے درمیان آ گئے جو ویسی ہی علاماتِ نبوت کو ڈھونڈ رہے تھے جنھیں بحیرا نے دیکھا تھا۔

فَثَأَرَ اِلَیْہِمْ خَشْیَۃً لِعَرَمِہِمْ
وکانوْا ذَوِدبغیٍ لنا وعِرَامٖ

ترجمہ: تو بحیرا راہب اُن لوگوں کی شرارتوں کے خوف سے غصے میں اُن کی طرف بڑھا۔ وہ لوگ ہم سے دشمنی رکھنے والے اور شر پسند تھے۔

دُرَیْسٌ و تمَّامٌ وَقَدْ کانَ فِیْہِم
زُبَیْرٌ وَکُلُّ الْقومِ غیرُ نیامٖ

ترجمہ: اُن (یہودیوں) میں ایک دُریس تھا، دوسرا تمّام تھا اور تیسرے کا نام زبیر تھا۔ وہ

سب کے سب ( محمدؐ میں علاماتِ نبوت کا پتہ لگا کر اس حسد میں کہ یہ فضیلت بنی اسرائیل کے بجائے قریش کو کیوں مل گئی ) رات بھر کے جاگے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔

فجاؤا وقد ھمّوا بقتلِ محمدٍؐ
فردَّھُمْ عنہُ بحُسنِ خصامِ

ترجمہ: وہ یہودی محمدؐ کو قتل کرنے کے ارادے سے آئے تھے مگر بحیرا نے انھیں اپنے بہترین استدلال سے واپس کر دیا۔

بتاویلہ التوراۃَ حتّٰی تیقّنُوا
وقالَ لھُم رُمتُمْ اشدَّ مَرامِ

ترجمہ: بحیرا نے اُن یہودیوں سے توریت کی ایسی تاویل کی جس سے انھیں یقین آ گیا اس نے اُن سے یہ بھی کہا کہ ''تم نے تو بدترین و سخت ترین ارادہ کیا ہے''۔

اتبغُونَ قتلًا للنّبیِّ محمَّدٍؐ
خصِصتُمْ علیٰ شُؤمِ بطُولِ آنامِ

ترجمہ: (بحیرا نے اُن یہودیوں سے کہا) ''کیا تم نبی آخرالزماں محمدؐ کو قتل کرنا چاہتے ہو؟ کیا اس بدبختی کے لیے تمام لوگوں میں سے تمھیں کو مخصوص کیا گیا ہے؟

وَانَّ الَّذِیْ اِختارہٗ منہُ مانعٌ
سیکفیہ منکُمْ کیدَ کُلِّ طِغامِ

ترجمہ: (بحیرا نے کہا) حالانکہ وہ خدا جس نے اُن کو اس منصب کے لیے چُنا ہے وہ خود ہی ان کی حفاظت کرنیوالا ہے اور وہ عنقریب تم میں سے ہر شریر کے شر سے انھیں بچائے گا''۔

فذٰلکَ من اعلامہٖ وبیانہٖ
ولیس نہارٌ واضحٌ کظلامِ

ترجمہ: پس یہ واقعہ محمدؐ کی علاماتِ نبوت اور ان کی پہچان کے متعلق تھا۔ ظاہر ہے کہ روز روشن اندھیری رات کی طرح تو نہیں ہوتا۔

فما رجعُوا حتّٰی رحوا من محمَّدٍ
احادیثَ تجلُوْ غمَّ کُلِّ فُؤَادِ

ترجمہ: پس اہل قافلہ اُس وقت تک نہیں واپس ہوئے جب تک کہ انھوں نے محمدؐ کے بارے میں ایسی باتیں نہ دیکھ لیں جو ہر دل سے غم کو دور کر دینے والی تھیں۔

وحتّٰی رأَوْا احبارَ کُلِّ مدینۃٍ
سجودًا من عصبۃٍ و فُرادِ

ترجمہ: انھوں نے ہر شہر کے راہبوں کو دیکھا کہ وہ محمدؐ کے سامنے گروہ در گروہ اور الگ الگ سجدہ ریز ہوئے۔

زُبیرًا و تمّامًا وقدْ کانَ شاھِدًا
دُریسًا وھَمُّوْ کُلُّھُمْ بفسادِ

ترجمہ: انھوں نے زبیر، تمّام اور دُریس یہودیوں کو بھی دیکھا۔ حالانکہ اِن میں سے ہر ایک نے پہلے فساد برپا کرنے کا ارادہ کیا تھا۔

فقَالَ لھُمْ قَوْلًا بُحیرًا وایقنُوا
لہٗ بعْدَ تکذیْبٍ و طُوْلِ بعادِ

ترجمہ: پس بحیرا راہب نے اُن یہودیوں سے ایسی بات کہی جس کا انھیں سابقہ تکذیب اور حق سے دوری کے بعد یقین آ گیا۔

کما قال للرَّھطِ الَّذِیْنَ تھَوَّدُوْا
وجاھَدَھُمْ فِی اللّٰہِ کُلَّ جھادِ

ترجمہ: اسی طرح جیسے اُس نے دوسرے یہودیوں کو سمجھایا تھا اور اللہ کی راہ میں اس نے ہر طرح اپنی زبان سے جہاد کیا۔

فقالَ ولم یترُکْ لہٗ النُّصحَ رُدَّہٗ
فانَّ لہٗ ارصادَ کُلِّ مُصادِ

ترجمہ: پھر بحیرا نے مجھ سے پورے خلوص کے ساتھ کہا کہ "اِن کو لے کر واپس جاؤ، کیونکہ اِن کے لیے تو ہر طرح کے دشمن گھات میں ہیں۔"

فانِّی اخافُ الحَاسدیْنَ وانَّہٗ
لفِی الکُتُبِ مقتوبٌ بکلِّ مِدَادِ

ترجمہ: (اُس نے کہا کہ) "میں اُن کے بارے میں حاسدوں سے ڈرتا ہوں کیونکہ ان کا ذکر قدیم آسمانی کتابوں میں پوری وضاحت کے ساتھ موجود ہے۔"

# حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے شام کا دوسرا سفر

جب آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی عمر مبارک پچیس سال کی ہوگئی تو آپ نے حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کے مال کے ساتھ شام کا دوسرا سفر کیا۔ اس سفر میں حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کے غلام میسرہ بھی ساتھ تھے۔ حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا نے میسرہ کو تاکید کیا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کوئی تکلیف نہ پہونچے، جو کچھ راستے میں ان کے متعلق دیکھنا، آکر مجھے بتلانا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے شام کا پہلا سفر حضرت ابوطالب کے ساتھ میں کیا تھا۔ مگر بحیرا راہب کے گرجا گھر سے ہی مکہ واپس چلے آئے تھے، اس دوسرے سفر میں بھی آپ شام تک نہیں پہونچے۔ بلکہ بحیرا کے گرجا گھر کے پاس پہونچے اور اسی درخت کے نیچے قیام کیا۔ اُس وقت بحیرا کا انتقال ہو چکا تھا۔ اس کی جگہ نسطورا راہب تھا۔ نسطورا بھی حضور کا

منتظر تھا، یہ قافلہ پھر اُسی درخت کے نیچے ٹھہرا، جب نسطورا کی نظر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑی، دوڑتا ہوا آیا اور بلند آواز سے اعلان کیا کہ یہ نبی آخر الزماں ہیں۔ بہت دنوں سے میں ان کا منتظر تھا۔ پھر نسطورا نے حضرت خدیجہؓ کے غلام کو بلایا اُس کو جانتا تھا۔ بعض نشانات پوچھے میسرہ نے جو جو واقعات راستے ہیں رونما ہوئے تھے ایک ایک کر کے بتلایا۔ نسطورا نے میسرہ سے کہا کہ یہ تیرا ساتھی نبیٔ آخر الزماں ہے۔ نسطورا نے کہا اے شیخ میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ انھیں شام نہ لے جانا۔ کیونکہ وہاں یہودی اس صبح شریعت کے منکر ہیں۔ خطرہ ہے۔ جب اتنا سنا تو میسرہ نے سارا سامان بصرہ ہی میں فروخت کر دیا، بہت منافع ہوا۔ اور ایک خط ملیکۃ العرب کو لکھ کر اور ساری رقمیں دیکر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہیں سے مکہ واپس کر دیا جس میں تمام حالات کا تذکرہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مکہ واپس ہوئے، جس اونٹ پہ آپ سوار تھے اونٹ مکہ کی طرف رواں دواں تھا، راستے میں آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نیند کا غلبہ ہوا۔ آپ کو نیند آگئی۔ اونٹ سیدھے راستہ پر چل رہا تھا۔ اتنے میں ابلیس لعین نے آکر اونٹ کے مہار کو پکڑ کر سیدھے راستے سے پھیر دیا۔ اللہ رب العزت نے حضرت جبریل سے فرمایا اے جبریل جلدی جاؤ حضرت جبریل علیہ السلام فوراً تشریف لائے اور اپنا قدم شیطان مردود کے سر پر زور سے مارا وہ مردود حبشہ کی سرزمین میں جا گرا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے جبریل میرے حبیب کے اونٹ کی مہار پکڑ لے اور سیدھے راستہ پر لے آ۔ اور زمین سمیٹ دے اور تین روز کے راہ کو یک لحظہ میں طے کر دے۔

زمیں سمیٹ دی گئی آن واحد میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ کی سرحد میں داخل ہو گئے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ کے حدود میں داخل ہوئے دوپہر کا وقت تھا آپ کے سر پر دو پرندے سایہ کئے ہوئے چل رہے تھے۔ حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جس دن سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شام کی طرف تشریف لے گئے تھے اُسی دن سے اپنے مکان کی چھت پر

عورتوں کی ایک جماعت لیکر بیٹھتیں اور آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا راستہ دیکھتیں۔

راوی کا بیان ہے کہ ایک دن دو پہر میں ہوا گرم چل رہی تھی، اچانک ایک اونٹ سوار آتا ہوا نظر آیا۔ اُس کے سر پر دو پرندے سایہ کئے ہوئے تھے۔ جس کی روشنی کا یہ عالم تھا کہ اس سے نگاہ ملانا مشکل تھا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اس مشاہدہ سے سرخ رو ہو گئیں۔ خوشیوں کا ٹھکانہ نہ رہا۔ ان عورتوں سے پوچھا کہ اس گرم وقت میں آنے والا کون ہوسکتا ہے۔

خادماؤں نے کہا اے ملکہ یہ سوار محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مانند ہے، حضرت خدیجہ نے تجاہل عارفانہ کرتے ہوئے کہا کہ اس جگہ اکیلے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا کرتے ہیں۔ عورتوں نے کہا اے سیدۂ عرب کستوری کو اس کی خوشبو کی غمازی کو چھپانا محالات میں سے ہے۔ یہاں تک کہ ایک ساعت میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے دروازے پر آپ نے نزول فرمایا۔

خادمہ نے فوراً حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے حضرت خدیجہؓ کو آگاہ کیا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکان میں داخل ہوئے، سلام و دُعا کے بعد آپ نے مال تجارت کی تمام رقم مع نفع کے پیش کر دیا۔ اور ساتھ ہی میسرہ کا خط بھی دیا۔ جب آپ کا غلام میسرہ آیا تو میسرہ نے سارا واقعہ ملکۂ عرب کو بتلایا، جس میں سفر کی تفصیل، معجزات، نسطورا راہب کی باتیں، منافع توقع سے زیادہ یہ سب کچھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں کی برکت سے ہوئی ہے۔ حضرت خدیجہ کا علم الیقین حق الیقین میں بدل گیا۔ حضرت خدیجہ نے جب میسرہ سے یہ سب سنا تو اس کو دس ہزار درہم عطا کئے اس وعدہ پر کہ وہ کسی پر یہ بات ظاہر نہ کرے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پہلے سے ہی یہ جان چکی تھیں کہ یہ نبیٔ آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ جب حساب و کتاب کیا گیا تو ہمیشہ سے اچھا اس سفر میں منافع ہوا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں کی برکت سمجھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ان کے دل میں راسخ

ہوگئی۔اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے مناحکت کی رغبت کی۔

(معارج النبوۃ حصہ دوم ۱۸۴)

اس واقعہ کے بعد حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پیغام نکاح نفیسہ بنت صفیہ کے ذریعہ خود بھیجا۔ جب دونوں طرف سے بات طے ہوگئی اور شادی کی تاریخ پڑ گئی، جب شادی کی تاریخ آ گئی تو مالک کائنات دولہا بن کر ملیکۃ العرب کے مکان پر چلے۔

بنو ہاشم و بنی عبدالمطلب کے لوگوں نے اپنی اپنی تلواروں کو حمائل کیا۔ مالک کائنات کی بارات ملکۂ عرب کے یہاں حضرت ابوطالب کی قیادت میں چلی، آگے پیچھے فرشتوں کا ہجوم تھا۔ حضرت خدیجہؓ نے اپنے گھر شاہانہ طریق سے آراستہ کیا ہوا تھا۔ راستے میں نفیس یمنی چادریں بچھادی گئی تھیں۔ سونے چاندی اور جواہرات سے بھرے طبق نوکروں اور کنیزوں کے ہاتھوں پر رکھے ہوئے تھے۔ تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عزت واکرام کے لئے آپ کے مقدس پاؤں میں نچھاور کریں۔ بارات آگئی تمام غلاموں اور کنیزوں نے مال و زر نچھاور کرنا شروع کیا۔ بعد میں حضرت خدیجہؓ نے آپ کا پرتپاک استقبال کے ساتھ اپنے ان غلاموں کو آزاد کردیا۔ (معارج النبوۃ جلد دوم)

# حضرت ابوطالب نے ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نکاح پڑھا و جس کا خطبہ یہ ہے

جب نکاح کا وقت آیا تو تمام بنو عبدالمطلب و بنو ہاشم و اہل قریش کی موجودگی میں سردار مکہ خواجۂ بطحا حضرت سیدنا ابوطالب نے بڑے فصاحت و بلاغت کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا خطبۂ نکاح پڑھا۔ یہ خطبہ حضرت ابوطالب نے اعلان نبوت کے پندرہ برس پہلے

پڑھا تھا۔ جب مکہ والوں کو اللہ کا تصور بھی نہیں تھا۔ حضرت ابوطالب نے تب اللہ کے نام سے خطبہ پڑھا تھا۔ بلکہ اللہ کی قسم کھا کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بزرگی کا اعلان بھی فرمایا۔

# خطبۂ نکاح یہ ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمدللہ الذی جعلنا من ذریتہٖ ابراھیم و ذرع اسماعیل وضئضئی معد و عنصر مَضَر و جمعلنا احصنۃ بیتہٗ و سواس حرمہ وجعلنا بیتا محجوجا و حرما آمنا و جعلنا الحکام علی الیاس۔ اما بعد! فانَّ ھٰذا ابن اخی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بن عبد اللہ حتی لا یؤذن بہٖ رجل من قریش الا رجح وان کان فی المال اقل فان المال ظل زائل وامر حائل و محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من قد عرفتم قرابۃ وقد خطب خدیجۃ بنت خویلد نزل لہا من الصَّداق ما عاجلہٗ واجلہٗ من مالی وھو واللہ وبعد ھٰذا بہاء عظیم وخطر جلیل (معارج النبوۃ دوم ۱۸۶)

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے ہمیں اولاد ابراہیم اور نسل اسماعیل علیہم السلام میں سے کیا۔ ہمیں معد اور مضر کی اصل پاک میں ظہور میں لایا اور ہمیں اپنے گھر کا محافظ اور اپنے حرم کا پیشوا بنایا۔ اور وہ گھر جو مخلوقات کا قبلہ اور طواف گاہ اور امن کا حرم ہے ہمیں عنایت فرمایا۔ اما بعد! میرا بھتیجا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بن عبد اللہ ایسا مرد ہے کہ اگر اس کا تمام قریش سے موازنہ کیا جائے تو وہ تمام انسانیت پر فوقیت رکھتا ہوگا۔ اگرچہ اس کے پاس بظاہر مال کم ہے تو مضائقہ نہیں کیونکہ مال زائل اور ختم ہونے والی چیز ہے۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ شخص ہے جس کی قرابت جو مجھ سے ہے تمہیں خوب معلوم ہے اب وہ خدیجہ بنت خویلد کی میرے مال سے بیس اونٹ مہر مقرر فرماتے ہیں، خدا کی قسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عظیم و بزرگ مرتبہ

ہے۔(معارج النبوۃ)

اگرابوطالب نعوذ باللہ مشرک ہوتے تو بجائے اللہ کا نام لینے کے لات ومنات ہبل اور عزی کا نام لیکر خطبہ پڑھتے ،اوراگرابوطالب پڑھتے تو یہ نکاح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبول کرتے نہ اللہ تعالیٰ قبول کرتا۔

اس عقد مبارک کی تکمیل کے بعد حضرت ابوطالب نے ولیمہ کے لئے اونٹ ذبح کئے اوراشراف قریش کی شاندار دعوت کی۔یہی رسم ولیمہ سنت ابوطالب بنکر آج تک مسلمانوں میں جاری وساری ہے،اور حضرت ابوطالب نے اپنی طرف سے مہرادا کیا۔

# مشرکین سے اعراض ابوطالب سے محبت

فَاصۡدَعۡ بِمَا تُؤۡمَرُ وَاَعۡرِضۡ عَنِ الۡمُشۡرِكِيۡنَ۔(الحجر آیت ۹۴)

اے میرے حبیب تو اعلانیہ فرمادو جس بات کا تمہیں حکم ہے اور مشرکوں سے منہ پھیرلو۔

اسی آیت کریمہ کے نزول کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی الاعلان تبلیغ دین شروع فرمائی۔اس آیت کریمہ میں جس طرح علی الاعلان تبلیغ دین کا حکم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خاص ہے۔ ویسے ہی اعراض عن المشرکین کا حکم بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شامل ہے۔لہٰذا اگر حضرت ابوطالب مشرک ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پہلی ذمہ داری تھی کہ حضرت ابوطالب سے دوری اختیار کریں۔لیکن اس کے برعکس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوطالب کے تادم آخران کی معیت اور نصرت وحمایت کوقبول کیااور بعد وصال اظہار رنج وغم کیا۔

# دعوت ذو العشیر یعنی اسلام کی پہلی دعوت
# حضرت ابو طالب کے گھر سے شروع ہوئی

مکہ سے ساڑھے چار کلو میٹر کے فاصلے پر غار حرا ہے، جہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جا کر معتکف ہوتے تھے اور کبھی کبھی آبادی میں تشریف لاتے۔ قرآن پاک کی پہلی سورت غار حرا میں نازل ہوئی۔ اور جب یہ آیت کریمہ (**بسم اللہ الرحمن الرحیم, وانذر عشیرتک الاقربین،** یعنی اے محبوب اپنے قریب تر رشتہ داروں کو ڈراؤ (ترجمہ کنزالایمان، سورہ الشعراء)

اس آیت کریمہ کے اترنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غار حرا سے سیدھے گھر تشریف لائے اور سب سے پہلے اپنے چچا حضرت ابو طالب کو اللہ تعالیٰ کے اس حکم سے آگاہ کیا اس لئے کہ قریب تر میں وہی سب سے قریب تر تھے۔ تو حضرت ابو طالب نے فرمایا:

لا تؤصنی بلازم وواجب　　　إنِّی سمعت اعجب العجائب

من کل خبر عالم وکاتبٍ　　　بانْ بحمد اللہ قول الراھب

(دیوان ابو طالب)

ترجمہ:- مجھے لازم وواجب کام کے لئے وصیب نہ کریں میں نے تو بڑے بڑے علماء سے عجیب عجیب خبریں سنی ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ راہب کے قول کی صحت (تصدیق) ظاہر ہوگئی۔

نوٹ:- کوئی بھی مشن سب سے پہلے اپنے گھر سے شروع کیا جاتا ہے جب اپنے گھر کے لوگ تسلیم کر لیتے ہیں تو باہر والے خود بخود تسلیم کرتے چلے جاتے ہیں۔ جو مشن

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لے کر آئے تھے یہ کائنات کا سب سے بڑا مشن تھا۔ اس مشن کی بنیاد میں تو دو ہی شخصیتیں کام آئی ہیں۔ ایک حضرت ابوطالبؑ، دوسری حضرت ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا۔ حضرت ابوطالب کی طاقت اور حضرت خدیجہ کا مال یہی تو اسلام کی بنیاد میں کام آیا ہے۔ نزول وحی کے بعد جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غار حرا سے آ کر حضرت ابوطالب سے سارا ماجرا بیان کیا تو حضرت ابوطالب بہت خوش ہوئے اور کہا آپ اللہ کا پیغام پہونچایئے اس کا اہتمام میں کرونگا۔ یہ ابوطالب کا وعدہ ہے کہ ہم ان سارے عربوں کو گھیر کر اس طرح لائیں گے جس طرح چرواہا اپنے جانوروں کو گھیر کر تھان پر لاتا ہے۔ حضرت ابوطالب نے حضرت مولا علی سے کہا اے علی جاؤ اور قریش کے تمام سرداروں کو دعوت دے آؤ۔ حضرت مولا علیؑ گئے اور تمام قریش کے سرداروں کو دعوت دے آئے۔ ادھر حضرت ابوطالب نے گھر میں دعوت کا اہتمام کرنا شروع کیا۔ دودھ اور بکرے کی ران تیار کیا جو اہل مکہ کی مرغوب غذا تھی۔ دنیا میں سب سے پہلا جلسۂ توحید کا کھانا مولا علی کی ماں حضرت فاطمہ بنت اسدؑ نے پکایا۔

قریش کے چالیس سردار حضرت ابوطالب کے مکان پر جمع ہوئے تو حضرت ابوطالب نے پہلے ان لوگوں کو کھانا کھلایا۔ جب سب کھانا کھا چکے تو حضرت ابوطالب نے سارے سرداروں کو بٹھلایا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ اب آپ انہیں اپنا پیغام دیجئے۔ یاد رہے سب سے پہلے اسلام نے ابوطالب کا نمک کھایا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی پھر فرمایا اے لوگو! کیا آپ نے کبھی مجھے جھوٹ بولتے ہوئے سنا ہے سب نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا کیا میں نے کسی کی امانت میں خیانت کی ہے۔ سب نے کہا نہیں۔

تب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے، پھر یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ قُلْ یَا اَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا نِ الَّذِیْ لَهٗ مُلْکُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ۔ اس آیت کریمہ کی تلاوت کے بعد ارشاد فرمایا: ایھا الناس قولوا لا اِلٰہ اِلاّ اللہ تُفلحوا۔ اے لوگو! لا الٰہ الا اللہ کہو تا کہ تم فلاح پاؤ۔

ابولہب فوراً کھڑا ہو گیا اور غصہ سے کہا کہ اے لوگو! میرا بھتیجا دیوانہ ہو گیا ہے۔ صد بار (نعوذ باللہ) اور اپنے باپ دادا کے دین سے پھر گیا ہے۔ یہ کوئی نیا دین لے کر آیا ہے اس کی باتوں کو مت سنو، سارے لوگ فرار ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت تکلیف ہوئی۔

حضرت ابوطالب نے کہا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے کل ان کو ہم پھر بلوائیں گے۔ حضرت ابوطالب نے دوسرے دن پھر حضرت مولا علی کو بلانے کے لئے بھیجا۔

حضرت علیؑ دوسرے دن پھر دعوت دے آئے، سارے سردار پھر حضرت ابوطالب کے مکان پر جمع ہوئے، پھر کل کی طرح کھانے کا انتظام ہوا۔ سب نے پھر کھانا کھایا۔ حضرت ابوطالب نے پھر سب کو بٹھایا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ آپ پھر انھیں اپنا پیغام دیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد وہی پیغام پھر دیا ابولہب پھر سب کو لیکر چلا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت رنجیدہ ہوئے۔ حضرت ابوطالب نے کہا آپ غم نہ کریں ان کو میں پھر بلواتا ہوں حضرت ابوطالب نے حضرت مولا علیؑ کو تیسرے دن پھر دعوت دینے کے لئے بھیجا۔ مولا علیؑ تیسرے دن پھر دعوت دے آئے تیسرے دن جب قریش حضرت ابوطالب کے مکان پر جمع ہوئے تو حضرت ابوطالب نے کہا کہ آج ہم پہلے ان کو کھانا نہیں کھلائیں گے۔ یا سیدی پہلے آپ انہیں اپنا پیغام دیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کا پیغام پیش کیا سب کے سب خاموش رہے۔ (طبری)

# دعوتِ ذوالعشیر میں سب سے پہلے حضرت ابوطالب نے کھڑے ہوکر اپنے ایمان کا اعلان کیا

ابن اثیر، طبری، تاریخ کامل میں ہے کہ حضرت ابوطالب نے اپنے ایمان کا اعلان تو دعوت ذوالعشیر میں پہلے ہی دن کردیا تھا۔تم آخر میں کہاں تلاش کرتے ہو۔تیسرے دن جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے دعوت توحید دی تو حضرت ابوطالب کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا:

فقال أبو طالب : ما أحب إلينا معاونتك وأقبلنا لنصيحتك وأشد تصديقنا لحديثك ، [تاريخ كامل ص: 660] وهؤلاء بنو أبيك مجتمعون ، وإنما أنا أحدهم، غير أنى أسرعهم إلى ما تحب، فامض لما أمرت به فوالله لا أزال أحوطك وأمنعك، غير أن نفسى لا تطاوعنى على فراق دين عبد المطلب

ترجمہ:- پس ابوطالب نے کہا کہ ہم نے آپ کی معاونت سے پیار کرلیا ہے۔ہم نے آپ کی نصیحت خوب قبول کرلی ہے، اور آپ کی بات کی تصدیق کا اعلان کردیا ہے۔

پھر ابوطالب نے فرمایا:

اَنْتَ الرَّسُوْلُ رَسُوْلَ اللّٰہ نَعْلَمُہٗ عَلَیْکَ نُزِلَ مِنْ ذِی الْعِزَّۃِ الْکِتَابُ

(دیوان ابوطالب)

ترجمہ:- آپ رسول ہیں اور اللہ کے رسول ہیں ہمیں یقین ہے کہ آپ پر عزت کے مالک کی بارگاہ سے کتاب نازل کی گئی ہے اس کے علاوہ اور ایمان کیا ہے؟

پھر حضرت مولا علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم

میں تصدیق کرتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اور آپ اس کے رسول ہیں۔ تب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی کو سینے سے لگایا۔ اور ارشاد فرمایا: آج سے علی میرا جانشین ہے، میرا ولی ہے، میرا وزیر ہے۔ (معارج النبوۃ، طبری، بیہقی، ابن اثیر، تاریخ کامل، ابن عساکر)

نوٹ:- ہر پروگرام کے بعد جو شیرینی (سِنّی) لنگر یا تبرک تقسیم ہوتا ہے یہ حضرت ابوطالب کی سنت ہے۔

مکہ میں دو ہی محترم گھر تھے ایک رحمٰن کا گھر یعنی کعبہ، ایک عمران کا گھر یعنی ابوطالب کا گھر، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رہتے تھے۔

اسلام کی پہلی دعوت کے لئے عمران یعنی ابوطالب کے گھر کا کیوں انتخاب ہوا؟ چاہیئے تو یہ تھا کہ رحمن کے گھر یعنی کعبہ سے اسلام کی پہلی دعوت دی جائے۔ مگر ایسا کیوں نہیں ہوا۔ اِس لئے کہ اُس وقت رحمن کا گھر بُت خانہ بنا ہوا تھا تو وہاں سے کیسے پیغام دیا جاتا۔

دنیا کے بت کدوں میں پہلا وہ گھر خدا کا
ہم اُس کے پاسباں ہیں وہ پاسباں ہمارا
(علامہ اقبال)

عمران کے گھر کا انتخاب اِس لئے ہوا کہ اس گھر میں بانئ اسلام محافظ اسلام، محسن اسلام سبھی لوگ اسی گھر میں تھے، یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، علی کرم اللہ وجہہ، ابوطالبؑ سب اسی میں تھے۔

سوال:- کیا کسی کافر نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کبھی طعنہ دیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا آپ نے ابوطالب کو کلمہ پڑھایا پہلے ابوطالب کو کلمہ پڑھایئے، پھر ہم لوگوں کو پڑھایئے گا۔ ابوطالب کو تو کلمہ پڑھاتے ہی نہیں، ہم لوگوں کو کلمہ پڑھنے کے لئے بلالیا ہے۔

## سوال:- کیا اسلام کی پہلی دعوت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوطالب کو کلمہ پڑھنے کے لئے کہا تھا اور حضرت ابوطالب نے انکار کر دیا۔

جواب:- جب حضرت ابوطالب ہی دعوت ذوالعشیر کے منتظم خاص تھے تو یہاں انکار کا سوال ہی کہاں، اگر ابوطالب کو انکار ہوتا تو اپنے گھر دعوت کا انتظام ہی کیوں کرتے۔ حضرت ابوطالب نے کہا کہ میں کھانے کی دعوت دیتا ہوں۔ آپ اسلام کی دعوت دیں، اس پہلی گفتگو میں تو کوئی تیسرا تھا بھی نہیں ان دونوں کے علاوہ۔ جو راز و نیاز کی باتیں جانتا ہو۔ علاوہ ازیں جب مشرکین مکہ ابوطالب سے بار بار رسول کی شکایت کرتے رہے بالآخر ابوطالب نے رسول سے گفتگو کی تو حضور نے فرمایا میری بس یہی خواہش ہے کہ یہ لوگ ''لا الہ الا اللہ'' پڑھ لیں اور ایک خدا کی عبادت کریں۔ اس پر حضرت ابوطالب نے مشرکین مکہ کو بلوا کر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام دیا کہ کلمۂ لا الہ الا اللہ پڑھ لو۔ غور فرمائیں اولین دعوت توحید دینے والے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اولین نمائندۂ توحید حضرت ابوطالب۔ فیصلہ قارئین کریں کہ جو کلمہ کی دعوت دیتا ہے اس کا ایمان تلاش کیا جائے یا جن کو دعوت دی جا رہی ہے ان کا ایمان تلاش کرنا چاہیئے۔

# سوال:-ایمان لانے کے لئے کتنے گواہوں کی ضرورت ہے

جواب:-ایمان ایمان ہے، نکاح تھوڑی ہے کہ اِس میں گواہ تلاش کرتے پھرو۔
رسول اور امین رسول کے درمیان گواہ بننے کی حیثیت کس کی ہے۔اس وقت تھا ہی کون جو گواہ بنتا۔حضرت ابوطالب تو بچپن ہی سے حضورصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبی مانتے تھے اس لئے کہ قحط مکہ میں حضرت ابوطالب حضورصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو کعبے میں لے گئے تھے بھتیجا سمجھ کر نہیں بلکہ نبی سمجھ کر لے گئے تھے۔اور نبی کے وسیلے سے نبی کے رب سے دُعا کی۔جیسا کہ آپ دیوان ابوطالب میں فرماتے ہیں:-

انتَ النبیُّ محمَّد     قَرم اغَرُّ مُسَوّدُ
لِمُسَودین اکارم     طابوا وطاب المولد
ولَقَدعھدتک صادقاً     فی القول لا تتزیدُ
مَازِلتَ تَنطِقُ بِالصَّوَاب     وانت طفل اَمرَدُ

(دیوان ابوطالب)

ترجمہ:-آپ نبی محمدصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، آپ بزرگ روشن پیشانی والے، اور سردار ہیں، آپ کے بزرگ بھی صاحب مکارم الاخلاق اور باعظمت تھے۔میں نے آپ کو بہت ہی صادق القول پایا اور یہ آج سے نہیں بلکہ آپ کو بچپن ہی سے سچا پایا ہے۔

# حضرت ابوطالب کا ایمان ایسے تھا جیسے مومن آل فرعون کا

ہم تاریخ میں دیکھتے ہیں کہ جب کسی نبی کی پرورش یا تحفظ کا مسئلہ درپیش ہوتو پروردگار عالم ایسی ہستیوں کو مقرر کر دیتا ہے جو دل میں ایمان باللہ رکھتے ہیں، تاکہ نبی کی پرورش وحفاظت بحسن وخوبی ہوتی رہے۔ یہی ذمہ داریاں جناب حزقیل اور حضرت آسیہ نے ادا کیں۔ سورۂ مومن میں مومن آل فرعون کا تذکرہ قرآن نے اس انداز سے کیا ہے اور انہیں آیات سے حضرت ابوطالب کی ذمہ داریوں پر روشنی پڑتی ہے۔ یعنی حضرت ابوطالب بھی یہی کام انجام دے رہے تھے۔ بلکہ اس سے کہیں بڑھکر آپ نے کام کیا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَکْتُمُ اِیْمَانَهٗ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآئَکُمْ بِالْبَیِّنٰتِ مِنْ رَّبِّکُمْ وَاِنْ یَّکُ کَاذِبًا فَعَلَیْهِ کَذِبُهٗ وَاِنْ یَّکُ صَادِقًا یُّصِبْکُمْ بَعْضُ الَّذِیْ یَعِدُکُمْ۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ کَذَّابٌ۔ (غافر ۲۸)

ترجمہ:- اور کہا مرد مومن آل فرعون میں سے جو اپنے ایمان کو چھپاتا تھا، کیا تم مارتے ہو ایسے مرد کو جو کہتا ہے میرا رب اللہ ہے حالانکہ وہ لایا ہے تمہارے پاس واضح دلیلیں اپنے رب کی طرف سے اور اگر وہ جھوٹا ہوگا تو اسی پر ہوگا اپنے جھوٹ کا وبال اور اگر وہ سچا ہوگا تو پہونچے گا تمہیں بعض وہ جس کا تمہارے ساتھ وعدہ کرتا ہے۔ تحقیق اللہ نہیں ہدایت کرتا اُس کو جو حد سے تجاوز کرنے والا جھوٹا ہو۔

# آیت کریمہ انک لا تہدی کا خلاصہ

سوال:- کیا یہ آیت کریمہ اِنَّكَ لَا تَهۡدِیۡ مَنۡ اَحۡبَبۡتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهۡدِیۡ مَنۡ يَّشَآءُ حضرت ابوطالب کے حق میں نازل ہوئی ہے؟

جواب:- اس میں اختلاف ہے۔

سوال: مگر بہت ساری کتابوں میں تو یہی لکھا ہوا ہے کہ انہیں کے حق میں نازل ہوئی ہے؟

جواب:- بہت ساری کتابوں میں تو یہ بھی لکھا ہے کہ ان کے حق میں نہیں نازل ہوئی ہے۔

سوال:- کہاں لکھا ہے کہ ان کے حق میں نازل نہیں ہوئی؟

جواب:- جیسے حضرت امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں ارشاد فرماتے ہیں:

اعلم ان فی قولہ تعالیٰ انک لا تہدی من احببت ولٰکن اللہ یہدی من یّشاء۔

مسائل: المسئلۃ الاولیٰ ھذا الاٰیۃ: لا دلالۃ ظاہرہا علی کفر ابی طالب۔

جان لیجئے کہ بیشک اِنَّک لاتھدی الیٰ آخر (الاٰیہ)۔ (تفسیر کبیر) اس میں کئی مسئلے ہیں۔ پہلا مسئلہ اس آیت میں ظاہر طور پر حضرت ابوطالب کے کفر پر کوئی دلیل موجود نہیں۔

اِنَّکَ لَا تَھۡدِیۡ وَہٰذِہِ الۡاٰیَۃُ لَا دَلَالَۃَ فِیۡ ظَاہِرِہَا عَلٰی کُفۡرِ اَبِیۡ طَالِبٍ لِاَنَّ اللّٰہَ ہُوَ الَّذِیۡ ہَدَاہُ بَعۡدَ اَنۡ اَیِسَ مِنۡہُ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اَمَّا الۡحَدِیۡثُ الدَّلَالَۃُ عَلٰی عَذَابِہٖ وَدُخُوۡلِہٖ فَہُوَ التَّرۡکُ النُّطۡقِ بِالشَّہَادَۃِ اَنۡ اُعۡتُدَّ بِہٖ فَالۡعَذَابُ یَکُوۡنُ فِیۡ مُقَابَلَۃِ تَرۡکِ فَرۡضٍ آخَرَ وَمِمَّا یَدُلُّ عَلٰی اِنَّہٗ آمَنَ بِرَسُوۡلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِنَّہٗ قَدۡ وَصّٰی عِنۡدَ مَوۡتِہٖ بِاتِّبَاعِ رَسُوۡلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (تفسیر مراح لبید جلد دوم ۱۴۶، مطبوعہ مصر)

یہ آیت ظاہری طور پر کفر ابی طالب پر دلالت نہیں کرتی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے

ابوطالب کو ہدایت دے دی تھی۔ جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ سے مایوس ہو گئے تھے اور وہ حدیث جو آپ کے عذاب اور جہنم میں داخل ہونے پر دلالت کرتی ہے، وہ اس لئے بھی ہوسکتی ہے کہ انھوں نے شہادت کو بیان نہ کیا اگر اس کو شمار کر بھی لیا جائے۔ تو یہ عذاب دوسرے فرض کے ترک کرنے کا معاملہ ہوگا۔ اور آپ کے ایمان لانے پر اہم ترین دلیل یہ ہے کہ آپ نے اپنی وفات کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کی وصیت کی تھی۔

# مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ آمَنُوْا - کا خلاصہ

## اس آیت کریمہ کے حوالے سے کچھ محدثین نے نقل کر کے حضرت ابوطالب کو مشرک اور جہنمی ثابت کیا ہے

سورہ توبہ کی آیت کریمہ: مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ آمَنُوْا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِکِیْنَ وَلَوْ کَانُوْا اُولِی الْقُرْبٰی مِنْ م بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ۔

(سورہ توبہ آیت نمبر ۱۱۳/پ ۱۰)

نبی اور ایمان داروں کے شایان شان نہیں کہ وہ مشرکوں کے لئے بخشش طلب کریں اگرچہ وہ اُن کے کتنے ہی قریبی ہوں۔ جب کہ اُنہیں معلوم ہو چکا ہے کہ وہ دوزخی ہیں۔

اس آیت مبارکہ کے متعلق پہلی بات تو یہ ہے کہ اس کا نزول حضرت ابوطالب کی وفات کے تقریباً دس سال بعد مدینہ منورہ میں ہوا ہے۔

ہم چند ایسے حوالے پیش کر رہے ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ آیت کریمہ حضرت ابوطالب کے حق میں نہیں نازل ہوئی ہے۔ یہ آیت کریمہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے جبکہ حضرت ابوطالب کا انتقال مکہ میں ہوا ہے۔ (اسنی المطالب قاضی دحلان مکی)

اِنَّهَا نُزِلَتْ فِیْ اِسْتِغْفَارِ اُناسٍ لِاٰبَائِهِمُ الْمُشْرِکِیْنَ لَا فِیْ اَبِیْ طَالِب (اسنی المطالب ص ۱۷، مطبوعہ مصر)

بے شک یہ (آیت مبارکہ) اُن لوگوں کے لئے نازل ہوئی ہے جو اپنے مشرکین آباء کیلئے استغفار کرتے تھے اور یہ ابوطالب کے حق میں نہیں ہے۔

# حوالہ ملاحظہ فرمائیں

تفسیر قرطبی میں ہے:

هٰذِهٖ نَاسِخَةٌ لِاسْتِغْفَارِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَاِنَّهٗ یَسْتَغْفِرُ لَهٗ بَعْدَ مَوْتِهٖ عَلٰی مَا رُوِیَ فِیْ غَیْرِ الصَّحِیْحِ وَقَالَ الْحُسَیْنُ بْنُ الْفَضْلِ وَهٰذَا بَعِیْدٌ۔ لِاَنَّ السُّوْرَةَ مِنْ آخِرِ مَا نَزَلَ الْقُرْآنُ وَمَاتَ اَبُوْ طَالِبٍ فِیْ عُنْفُوَانِ الْاِسْلَامِ بِمَکَّةَ۔

ترجمہ: اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استغفار کی ناسخ ہے، پس جو آپ استغفار فرماتے تھے، اُن کی موت کے بعد اور یہ نا دُرست اور غیر صحیح ہے اور کہا حسین بن فضل نے کہ یہ بعید ہے کیونکہ یہ سورہ مبارکہ قرآن کے آخر پر نازل ہوئی ہے اور حضرت ابوطالب کا انتقال مکہ میں شروع اسلام کے ساتھ ہوا تھا۔

تفسیر کشاف میں ہے:۔

وَهٰذَا اَصَحُّ لِاَنَّ مَوْتَ اَبِیْ طَالِبٍ کَانَ قَبْلَ الْهِجْرَةِ وَهٰذَا آخِرُ مَا اُنْزِلَ بِالْمَدِیْنَةِ:

ترجمہ: اور یہ صحیح تر ہے کہ حضرت ابوطالب کا انتقال مبارک ہجرت سے پہلے ہوا اور یہ آیت مدینہ منورہ میں آخر میں نازل ہوئی۔ (تفسیر کشاف جلد دوم صفحہ ۳۱۵، مطبوعہ بیروت)

تفسیر داح لبید میں ہے۔

فَظَهَرَهٗ بِهٰذَا الْاَخْبَارِ اَنَّ الْاٰيَة۔ نَزَلَتْ فِیْ اسْتِغْفَارِ الْمُسْلِمِيْنَ لِاَقَارِبِهِمِ الْمُشْرِكِيْنَ، لَا نَزَلَتْ فِیْ حَقِّ اَبِیْ طَالِبٍ لِاَنَّ هٰذِهِ السُّوْرَةَ كُلَّهَا مَدنية نَزَلَتْ بَعْدَ تَبُوْكٍ۔ وَبَيْنَهَا وَبَيْنَ مَوْتِ اَبِیْ طَالِبٍ نَحْوَا اِثْنِیْ عَشَرا سَنَةً۔

ترجمہ: پس یہ ظاہر خبریں ہیں اس آیت کے متعلق کہ اس کا نزول اُن مسلمانوں کے حق میں ہے جن کے قریبی مشرک تھے نہیں نازل ہوئی یہ ابوطالب کے حق میں تحقیق یہ سورۃ پوری کی پوری مدنی ہے، اور اس کے نزول اور حضرت ابوطالب کے انتقال کے درمیان بارہ سال کا وقفہ ہے۔ (تفسیر مراح لبید جلد اوّل ۳۵۷، مطبوعہ مصر)

# بخاری شریف اور مسلم شریف نے کیا کہا؟

عن سعید بن مسیب عن ابیہ قال لما حضرت ابا طالب اَلْوَفَاۃُ دخل علیہ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعند ابی جھلٍ و عبد اللہ بن اُمَیَّۃَ فقال رسول اللہ (یا عم قل لَآ اِلٰہَ اِلاَّ اللہ۔ کلمۃً اَھْدٰی لَکَ بہا عند اللہِ فقال ابو جھل و عبد اللہ بن امیہ یا ابا طالب اَترغَبُ عن ملَّتِ عبد المطلب فلم یزل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یُعرضُھا علیہ یُعیدُ انَّہٗ بتلک المقالۃِ حتی قال ابو طالب آخرُ ما کلمھم علی ملَّۃِ عبد المطلب قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واللہ، لاستغفرنَّ لک ما لم اَنَّہُ عند فانزل اللہ تبارک و تعالیٰ مَا كَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا وَالْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْا اُوْلِی الْقُرْبٰی مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ۔ (الاٰیۃ) اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِیْ مَنْ يَّشَآءُ (بخاری شریف ۲/۶۷۵، مسلم شریف ۱/۱۰۸)

سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ جب حضرت ابوطالب کی وفات کا وقت قریب

آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے پاس تشریف لائے جبکہ ابوجہل اور عبداللہ بن اُمیہ وہاں موجود تھے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے چچا لا اِلٰہَ اِلاَّ اللہ کہہ دیجئے۔ میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں اس کی گواہی دوں گا۔ پس ابوجہل اور عبداللہ بن اُمیہ نے ملت ابراہیم پر قائم رہنے کی ترغیب دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کلمہ توحید پیش فرمایا اور دونوں طرف سے تکرار جاری رہی۔ حتّٰی کہ ابوطالب کا آخری کلمہ یہ تھا کہ میں ملت عبدالمطلب پر ہوں (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا خدا کی قسم اے چچا میں تیرے لئے اس وقت تک استغفار کرتا رہوں گا جب تک کہ مجھے روکا نہ جائے پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ نبی اور مومنوں کی شان کے لائق نہیں کہ وہ مشرکین کے لئے استغفار کریں۔ خواہ وہ اُن کے کتنے ہی قریبی ہوں۔ جبکہ اُنہیں معلوم ہو چکا ہے کہ وہ دوزخی ہیں۔ اور یہ آیت کہ محبوب آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے یہ تو اللہ تعالیٰ کا کام ہے جسے حا ٔ ہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔

نوٹ:- اس روایت کی ہیئت سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ اِدھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوطالب کے استغفار کا ارادہ فرمایا اُدھر یہ آیت نازل ہوگئی۔

## (پھر)

اُسی بخاری کے حدیث پاک میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بارگاہ رسالت میں عرض کرتی ہیں۔ یا رسول اللہ ما اریٰ ربک الا یسارع فی ھوا ک۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں دیکھتی ہوں کہ آپ کا رب کریم آپ کی خواہش پوری کرنے میں جلدی فرماتا ہے۔ (صحیح بخاری جلد دوم ۷۶۶)

کسی عام مسلمان کی طرف گناہ کبیرہ کی نسبت کے لئے نصاب شہادت کم از کم دو

عاقل بالغ آزاد مسلمان جو موقع پر موجود ہوں شرط اور ضروری ہے۔

سوال اس بات کا ہے کہ حضرت ابوطالب کے کفر کا گواہ کون ہے۔ روایت عدم ایمان جن حضرات سے مروی ہے ان میں سے کوئی تو اس وقت تھا بھی نہیں۔ کوئی بچہ تھا، کوئی اسلام بعد میں لایا۔ اور موقع پر موجود بھی نہ تھا۔

ابوطالب کے انتقال کے موقع پر کلمہ پڑھنے نہ پڑھنے کے صرف تین ہی راوی ملتے ہیں۔ (۱) حضرت ابن عباس، (۲) حضرت ابوہریرہ، (۳) سعید بن مسیب بن حزن۔

جبکہ حضرت ابن عباسؓ ابوطالب کے انتقال کے وقت صرف تین سال کے بچے تھے۔ ان کی ولادت شعب ابی طالب میں ہوئی تھی۔ حضرت ابوہریرہ؛ خیبر کے بعد ایمان لائے۔ مسیب فتح مکہ کے بعد ایمان لائے۔ یہی حضرات حضرت ابوطالب کے انتقال کے راوی ہیں۔

# درسی کتاب اصول الشاشی کے صفحہ ۱۱۳ پر میں

حضرت مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ الکریم سے منقول ہے۔

وتحقیق ذٰلک فیما روی عن علی بن ابی طالبٍ رضی اللہ عنہٗ انّہٗ قال: کانت الرُّوَاۃُ علٰی ثلٰثَۃِ اقسامٍ: مُؤْمِنٍ مُخْلِصٍ، صحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعرف معنی کلامہٗ، واعرابی جاء من قبیلتہ فسمع بعض ما سمع ولم یعرف حقیقہ کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرجع الی قبیلتہ، فروی بغیر لفظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتغیر المعنی وہو یظن ان المعنی لایتفاوت، ومنافق لم یعرف نفاقۃ فروی مالم یسمع

وافتری، فسمع منه اُناس فظنوه مومنا مخلصا فرووا ذالک واشتهر بین الناس۔ (اصول الشاشی صفحہ ۱۱۳)

ترجمہ: اس کی تحقیق یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے منقول ہے کہ راویوں کی تین اقسام ہیں۔

۱) مومن مخلص جو بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر رہا اور آپ کے کلام کے معنیٰ کو سمجھا۔

۲) اعرابی جو اپنے قبیلہ سے آیا اور بارگاہ نبوی میں حاضری کا شرف پایا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام کا بعض حصہ سنا آپ کی مراد کو نہ جانا اپنے قبیلہ میں پلٹا اور اپنے الفاظ میں حدیث روایت کردی۔ اُس کا گمان تھا کہ معنیٰ نہیں بدلا جبکہ درحقیقت معنیٰ بدل چکا تھا۔

۳) ایسا راوی جو منافق تھا، لیکن اُس کا منافق ہونا عیاں نہ تھا۔ اس نے بغیر سنے کچھ روایت کر دیا اور افترا باندھا۔ سننے والے نے اُسے صحابی سمجھا اور آگے روایت کردی اور وہ روایت لوگوں میں مشہور ہوگئی۔

اب سوال یہ ہے کہ جب ابوطالب کا انتقال ہوا تو اس وقت کا سب سے مستند راوی کون ہے۔ سب سے مستند راوی تو خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود تھے۔ اُن سے کیوں نہیں پوچھا گیا۔

حضرت ابوطالب کے بیٹے طالب، حضرت عقیل، حضرت جعفر، حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ۔ یہ سب موجود تھے بھائیوں میں حضرت امیر حمزہ موجود ہیں، حضرت عباس موجود ہیں۔ اعلان رسالت سے لیکر دس برس تک حضرت ابوطالب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ میں تھے۔ ایک دن بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں کہا کہ چچا کلمہ پڑھ لیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انتقال ہی کے وقت کیوں کہا ساری زندگی تو ساتھ تھے، کبھی کہہ دیتے کہ چچا کلمہ پڑھ لو۔ آخر یہ انتقال ہی کے وقت حضور ( کیوں کلمہ پڑھوا رہے ہیں )۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب کے سامنے کہا کہ کلمہ پڑھ لیجئے۔ حضرت ابوطالب نہیں چاہتے تھے کہ آخری وقت اب اپنا کلمہ ظاہر کردوں اگر ابوطالب ظاہر کردیتے تو اسی وقت سارا مکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حملہ کردیتا، حضرت ابوطالب نے کہا کہ میں اپنے باپ حضرت عبدالمطلب کے دین پر انتقال کررہا ہوں تا کہ جو عبدالمطلب کے دین پر اپنے کو سمجھ رہے تھے وہ یہ نہ سمجھیں کہ ابوطالب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین پر جارہے ہیں۔ یعنی نیا دین جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لے کر آئے اس پر مکے والوں کو ضد ہے۔ وہاں پہ بھی حضرت ابوطالب کی فتح ہورہی تھی۔ اگر ابوطالب جاتے جاتے اُن کافروں کو شکست دے جاتے تو دشمنی کا مرکز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی وقت بن جاتے۔ انتقال کے وقت بھی حضرت ابوطالب نے اپنے بھتیجے کو دشمنوں سے بچالیا۔ یہ حضرت ابوطالب کی حکمت عملی تھی۔

حضرت ابوطالب نے ملت ابراہیم کہہ کر مکے والوں کو خاموش کردیا اور آخر میں آہستہ آہستہ کلمہ پڑھ کر دین محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر انتقال کرگئے۔ تا کہ سانپ بھی مرجائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف نہ پہونچے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: الّا من اُکرِہَ و قلبُہٗ مطمئنٌ بالایمان، (النحل آیت نمبر ۱۰۶)

ترجمہ: یعنی اس کا ایسا کرنا مجبوراً ہے اور اس کا دل ایمان سے مطمئن ہے۔

## آخری دن کے گواہ تو مل گئے پہلے دن کے گواہ کہاں ہیں

آخری دن کے گواہ تو تمہیں مل گئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا، چچا کان میں کلمہ پڑھ دو، مگر حضرت ابوطالب نے نہیں پڑھا، لیکن اسلام کی پہلی دعوت یعنی دعوت ذوالعشیر میں جب حضرت ابوطالب نے کھڑے ہوکر اپنے ایمان کا اعلان کیا تھا، اس وقت کے گواہ کہاں ہیں۔

# اللہ تعالیٰ نے کن لوگوں کو مومن کہا ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِھِمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ۔

(پارہ ۴، سورہ آل عمران آیت نمبر ۱۶۴)

ترجمہ:- بیشک اللہ کا بڑا احسان ہوا مومنوں پر کہ اُن میں انھیں میں سے ایک رسول بھیجا جو اُن پر اُس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انھیں پاک کرتا ہے اور انھیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے۔

نوٹ:- مکہ میں مومنوں کی وہ کون سی جماعت تھی کہ انھیں میں سے انہیں کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک رسول بھیجا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو حضرت ابوطالب کے گھر میں رہتے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اپنی رسالت کا اعلان کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے، حضرت ابوطالب تھے، حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ تھے، حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور حضرت فاطمہ بنت اسید سلام اللہ علیہا تھیں۔ انھیں لوگوں میں تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رہتے تھے۔ ان کے علاوہ مکہ میں اور کون لوگ مومن تھے۔ قرآن نے کن لوگوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور کن کو مومن کہا ہے۔

# ابتدائے اسلام میں حضرت ابوطالب نے تین نمازیوں کی حفاظت فرمائی

حضرت ابوطالب ایک بار ایک صحرا میں تشریف لے جارہے تھے وہاں پر حضرت

ابو طالب نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور ام المؤمنین حضرت سید خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا اور حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ یہ تینوں حضرات نماز پڑھ رہے تھے۔ حضرت ابو طالب اُن کے قریب گئے اور اپنی تلوار میان سے باہر نکالی اور وہیں پر بیٹھ گئے۔ اور کہا کہ تم لوگ بے خوف ہو کر عبادت کرو میں یہاں پر بیٹھا ہوا ہوں۔ کسی کافر میں مجال نہین کہ وہ یہاں آ کر تمہاری رکاوٹ بنے۔ (تاریخ الخلفاء)

نوٹ:- آج جب کہ اس لاک ڈاؤن میں ڈر سے لوگ مسجد نہیں جا سکتے۔ اس کے باوجود اپنے کو مومن کہتے ہیں اس دور میں تو سارا مکہ دشمن تھا، حضرت ابو طالب ایسے حالات میں نماز پڑھوا رہے تھے۔ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حفاظت کر رہے تھے۔ ان کا ایمان کیا سمجھو گے۔

## حضرت ابو طالب کا رشتہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے برقرار رکھا

قرآن مجید میں متعدد آیات میں منع کیا گیا کہ کوئی مومنہ عورت کسی کافر مرد کی زوجیت میں نہ رہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے فرمایا کہ اے میرے حبیب جتنی مومنہ عورتیں ہیں اُن سب کا رشتۂ نکاح جو کافر اور مشرک مردوں کے ساتھ ہے۔ سارے کے سارے رستے توڑوا دو۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تمام مومنہ عورتوں کا رشتہ کافر اور مشرک مردوں سے توڑوا دیا۔ سوائے حضرت فاطمہؓ بنت اسد اور حضرت ابو طالبؓ کے۔ ان دونوں کا رشتہ برقرار رکھا۔ حالانکہ فاطمہ بنت اسد بلا شک مومنہ تھیں بلکہ سابقات میں سے تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تا حیات انھیں حضرت ابو طالب کی زوجیت سے جدا نہیں کیا۔ اس کے بارے میں کیا خیال ہے۔

# حضرت ابو طالب کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانی پلوایا

حضرت ابو طالب کہتے ہیں کہ میں ایک روز ذی المجاز میں تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ساتھ تھے مجھے سخت پیاس لگی میں نے کہا میں پیاسا ہوں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی الفور اٹھے اور دوزانو ہو بیٹھے۔ میں نے دیکھا کہ آپ کی ایڑی کی جگہ سے پانی کا چشمہ پیدا ہو گیا ہے۔ مجھے اس میں سے پانی دیا میں نے پیا اور سیر ہو گیا۔ یہ شرف صرف اور صرف حضرت ابو طالب کو ملا ہے۔ (معارج النبوۃ دوم ۷ ۱۴، کشف الظلام موسی مراکش)

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ایڑی سے جو پانی نکلا تھا اُس کو سارے زمانے کے لوگوں نے پیا مگر جو پانی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایڑی پاک سے نکلا وہ صرف حضرت ابو طالب نے پیا اور کسی کو نہ ملا۔

# حضرت ابو طالب نعت پاک کے موجد ہیں

لکھّی ہے پہلی نعت چچا نے رسول کے ثابت یہی ہوا کہ بوطالبی ہے نعت

تاریخ اسلام میں نعت رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہنے کی ابتداء حضرت ابو طالب سے ہوئی ہے۔ آپ نعت رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موجد کہے جاتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعارف سب سے پہلے کسی راوی نے نہیں بلکہ ابو طالب نے کیا ہے۔ حضرت ابو طالب ہی کی وہ عظیم ذات ہے جنھوں نے نظم اور نثر دونوں صورت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت خوانی اور مدحت سرائی پر قلم اٹھایا۔ ان کے فصاحت و بلاغت کے سامنے عرب کے بڑے بڑے شعراء زانوئے ادب تہہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

آپ کو فی البدیہہ شعر کہنے پر قدرت تامہ حاصل تھی۔ حضرت مولا علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اخلاق و ادب کے ساتھ ذوق شعریت کی تسکین حاصل کرنا ہو تو

دیوان حضرت ابو طالب کا مطالعہ کریں۔

ان کے کلام میں صرف نعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور کفار و مشرکین کی مخالفت اور اُن پر لعنت اور جگہ جگہ کفار و مشرکین کو چیلنج ہے۔

حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ، کو جہاں اور بے شمار فضائل و محامد حاصل ہیں وہاں یہ بھی اُن کا ایک خصوصی شرف ہے کہ رُوئے زمین پر آپ وہ پہلے شخص ہیں جس نے سرورِ کائنات فخر موجودات پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں مدحیہ اشعار کہنے کی بنیاد ڈالی۔ اور اس شان سے مدح سرائی کی کہ مدّاحی کا حق ادا کر دیا۔ حضرت ابو طالب نے پیغمبر اسلام کی مدح سرای اس زمانے میں شروع کی جبکہ تبلیغ اسلام کی وجہ سے سارا قبیلۂ قریش آپ کا دُشمن ہو گیا تھا اور ہر طرف سے آپ کی مخالفت ہو رہی تھی۔ بس گنتی کے چند لوگ تھے جو مشرف بہ اسلام ہوئے تھے، لیکن وہ اتنے کم اور کمزور تھے کہ اگر حضرت ابو طالب، اپنی ہیبت و جلالت اور ہمت و شجاعت کے ساتھ موجود نہ ہوتے، تو نہ خود پیغمبر اسلام ہی محفوظ رہ سکتے تھے نہ اُن پر ایمان لانے والے ہی ندہ رہ سکتے تھے۔ پیغمبر اسلام کے لیے وہ ایسا پر آشوب زمانہ تھا کہ مشرکین مکہ منظم طور پر آپ کو اور آپ کے دین کو بدنام کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ کوئی آپ کو (معاذ اللہ) پاگل کہتا تھا تو کوئی ''جادوگر'' بناتا تھا۔ کوئی ''شاعر کہہ کر ٹالنا چاہتا تھا تو کوئی کاہن'' کہہ کر دل کی بھڑاس نکالتا تھا۔ جاہلیت کے اس گھپ اندھیرے میں، نظم و نثر کے ذریعے آپ کی برائیاں کرنے والے تو بیشمار تھے۔ لیکن آپ کی پیغمبرانہ قدر و منزلت کو پہچان کر، بیک وقت دست و بازو اور زبان و کلام سے آپ کی اور آپ کے دین برحق کی حفاظت و مدافعت کرنیوالا اگر کوئی تھا تو وہ تنہا حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ، تھے۔

آج دنیا میں جہاں جہاں مسلمان آباد ہیں اپنی اپنی زبانوں میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں قصیدے اور مدحیہ اشعار کہہ کے اپنی عقیدت و محبت کا ثبوت دیتے ہیں۔

یہاں تک کہ لفظ ''نعت'' ہم مسلمانوں کی اصطلاح میں مخصوص ہو گیا ہے، اُن نظموں اور اشعار کے لیے جو مدحتِ پیغمبر میں کہے گئے ہوں۔ اب تک مدحتِ پیغمبر میں اتنے اشعار دنیا کی مختلف زبانوں میں کہے جا چکے ہیں کہ اگر آج کوئی اُن سب کو شمار کرنا چاہے تو یہ ایک نہایت مشکل کام ہو گا۔ لیکن یہ حقیقت بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ دنیا میں سب سے پہلے نعت کہنے والے حضورؐ کے شفیق چچا حضرت ابوطالب تھے۔ پس اگر نعت گوئی ایک فن ہے اور یقیناً ہے تو اس فن کے موجد حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ، ہیں۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ آج ہر نعت کہنے والے اور ہر نعت پڑھنے والے کے لیے حضرت ابوطالب کی اس فضیلت کا اعتراف کرنا دلیل شرافت و حق شناسی ہے۔

دیکھئے! آج پیغمبر اسلام کا مشہور لقب مصطفیٰ (جس کے معنی ہیں برگزیدۂ خدا) حضورؐ کے نام نامی کا ایک حصہ بن چکا ہے۔ لیکن یہ بات اکثر لوگوں کو نہیں معلوم کہ سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے یہ لقب اُن کے چچا حضرت ابوطالب ہی نے اپنے ایک شعر میں استعمال کیا تھا۔ اسی طرح آج دُنیا کے تقریباً سارے مسلمان سرکارِ دوعالمؐ کو اپنی دُعاؤں کی مقبولیت کے لیے بارگاہِ ایزدی میں وسیلہ قرار دیتے ہیں۔ لیکن حضورؐ کی اس منزلت کا اعلان روئے زمین پر سب سے پہلے حضرت ابوطالب ہی نے اپنے اُس مشہور شعر میں کیا تھا جس میں آپ نے کہا تھا کہ یہ ''ایسے روشن و مبارک چہرے والے ہیں جن کے وسیلے سے بارانِ رحمت کی دُعا مستجاب ہوتی ہے۔ یہ یتیموں کے والی ہیں اور بیواؤں کی جاءِ پناہ ہیں۔'' اور یہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اگرچہ آج تمام اہل اسلام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خیر البشر اور افضل کائنات مانتے ہیں تاہم اس حقیقت سے بہت کم لوگ آشنا ہیں کہ اس عقیدے کا اعلان سب سے پہلے حضرت ابوطالب ہی کے کلام میں ملتا ہے۔ آپ نے اپنے ایک نہایت مشہور قصیدے کے ابتدائی تین شعروں میں فرمایا ہے کہ ''تمام قریش میں بنو عبد مناف سب سے

افضل ہیں اور تمام بنو عبد مناف میں بنو ہاشم سب سے افضل ہیں اور بنو ہاشم کی افضلیت کا راز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی سے وابستہ ہے''۔ اب اسے اتفاق کہئے یا زبانِ رسالت سے حضرت ابوطالب کی تصدیق کہئے کہ بالکل یہی بات حدیث نبوی میں بھی موجود ہے۔ چنانچہ صحیح ترمذی میں حدیث موجود ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''خداوند عالم نے تمام اولادِ آدم میں سے عرب کو منتخب کیا اور تمام عرب میں سے قبیلۂ مُضر کو اور تمام قبیلۂ مُضَر میں سے قبیلۂ قریش کو اور تمام قبیلۂ قریش میں سے بنی ہاشم کو اور تمام بنی ہاشم میں سے مجھ کو بہترین قرار دیا''۔ اس مفہوم کی متعدد حدیثیں ہیں اور اس طرح کی حدیثیں مستدرک الصحیحین میں بھی موجود ہیں۔

اُنھوں نے خود ''باقاعدہ طور پر'' اس ''نئے دین'' کا اعلان کیا ہے، کیونکہ اگر حضرت ابوطالب یہ طریقۂ کار اختیار نہ کرتے تو مشرکین قریش کی نگاہ میں ان کا کوئی وقار یا لحاظ باقی نہ رہتا۔ اور ظاہر ہے کہ اگر حضرت ابوطالب کا وقار و لحاظ قریش کی نگاہوں سے بالکل ختم ہوجاتا تو وہ اپنے مختصر سے خاندان اور چند دیگر مسلمانوں کے ساتھ سارے قبیلۂ قریش بلکہ سارے عرب کا نہ مقابلہ ہی کر سکتے تھے نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے ظالم دشمنوں سے کسی طرح بچا ہی سکتے تھے۔ یہ ساری سرگزشت آپ کو حضرت ابوطالب کے کلام سے اچھی طرح معلوم ہوسکتی ہے۔ بعثت پیغمبر کے بعد سے تقریباً دس سال تک کی وہ صحیح اور سچی تاریخ موجود ہے جو ابتداءِ تبلیغ کی دشواریوں، مشرکین قریش کی نہایت شدید مخالفتوں اور حضرت ابوطالب کی فداکارانہ حمایتوں کی سچی تصویریں تاریخ کا ایک حصہ بھی ہے اور اُن حالات کو معلوم کرنے کے لیے ایک قیمتی دستاویز بھی۔

# محدث دہلوی فرماتے ہیں

ابو طالب در مدح آں حضرت اشعار بسیار دارد و از اں جملہ یکے اینست و حسان بن ثابت ایں بیت تضمین کردہ است (مدارج النبوۃ)

حضرت ابو طالب نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح وستائش میں بے بہا اشعار لکھے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے اور اس پر حسان بن ثابتؓ نے تضمین لکھی ہے۔

حضرت ابو طالب فرماتے ہیں:-

وشق لہٗ من اسمہٖ لیُجِلَّہٗ　　　فذو العرش محمود ھٰذا محمد

اور آپ کا نام پاک اللہ تعالیٰ کے نام پاک سے مشتق ہے وہ عرش پر محمود ہے اور یہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

تضمین حضرت حسانؓ:-

لم تر ان اللہ ارسل عبدہ　　　بأیاتہٖ واللہ اعلیٰ وامجد

کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں عبد بنا کر بھیجا ہے نشانیوں کے ساتھ۔

XXX

# شعب ابی طالب کے وجوہات

ہجرت کے تین سال پہلے شعب ابی طالب کا واقعہ پیش آیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ جب قریش نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دین کو ظاہر کر دیا ہے۔ اور کھلم کھلا دعوت اسلام لوگوں کو دینے لگے ہیں۔ روز بروز اسلام ترقی کرر ہا ہے۔ ان کے خداؤں کو برا کہتے ہیں جس سے لوگوں کے دلوں سے بتوں کی محبت نکلتی جا رہی ہے۔

یہاں تک کہ عداوت اور دشمنی کی بنیاد پڑ گئی اُن کے سرداروں کی ایک جماعت عتبہ شیبہ اور ابوجہل وغیرہ ایک دن حضرت ابوطالب کے پاس آئے، اور کہا کہ اے ابوطالب آپ ہمارے سردار اور پیشوا ہیں۔ ہم ہمیشہ آپ کی خوشنودی چاہتے ہیں، آپ کے اس بھتیجے نے آباء واجداد کے دین کو چھوڑ کر نیا دین بنالیا ہے۔ اور ہمارے خداؤں کو برا کہتا ہے، اور لوگوں کو گمراہ کرتا ہے، اس لئے ہم پہلے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ آپ اس کو نصیحت کریں، تاکہ دوبارہ ہمارے بتوں کو برا نہ کہے اور نہ ہمیں کفر و گمراہی سے منسوب کرے۔ حضرت ابوطالب نے اُن لوگوں کو سمجھا کر واپس کر دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس بات سے آگاہ کیا، مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے کام میں مشغول رہے، کوئی توجہ نہ کی۔ بتوں کی برائی اور ان کی طرف کفر و گمراہی منسوب کرتے رہے۔ اس بات کی طرف کوئی توجہ نہ کی۔ جب کچھ مدت اسی طرح گزر گئی پھر ایک جماعت حضرت ابوطالب کے پاس آئی اور کہا کہ ایک مرتبہ ہم نے آپ سے درخواست کی آپ نے کوئی توجہ نہ کی اب پانی سر سے اُوپر ہو گیا ہے اس سے زیادہ ہم برداشت نہیں کر سکتے یہ کہہ کر حضرت ابوطالب کے پاس سے غصہ میں اُٹھ گئے۔

حضرت ابوطالب بہت پریشان ہوئے، نہیں چاہتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی

تکلیف پہونچے۔ جب حضرت ابوطالب نے یہ معاملہ دیکھا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلا کر ساری باتیں سامنے رکھیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا چچا جان اُس خدا کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ اگر قریش میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند لا کر رکھ دیں اور مجھے کہیں کہ اس کام سے رُک جاؤ، تب بھی میں یہ کام کرتا رہوں گا۔ اور اپنے مشن سے باز نہ آؤں گا۔ یا تو دین اسلام غالب آجائیگا یا میں اپنی جان اس راہ میں قربان کردوں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کہہ کر کھڑے ہوگئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو تھے، جب حضرت ابوطالب نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن کے پاس سے تنگ دل ہو کر گئے۔ حضرت ابوطالب نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو کچھ کہا تھا اس سے پشیمان ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلایا اور کہا کہ آپ جس طرح بھی چاہتے ہیں اپنا کام کیجئے۔ میں جب تک زندہ رہوں گا تمہاری حمایت اور حفاظت سے دست بردار نہیں ہوں گا۔ اور زندگی بھر آپ کا ساتھ دیتا رہوں گا۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوشی ہوئی اور ابوطالب کے پاس سے اُٹھے۔

جب قریش نے دیکھا کہ ابوطالب نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی حمایت میں لے لیا ہے اور اُن سے کسی طرح دست بردار نہیں ہوئے۔ تو روسائے قریش میں سے دس آدمی عتبہ، شیبہ، ربیعہ کے بیٹے اُمیہ بن خلف، ابوجہل بن ہشام، عاصم بن وائل، مطعم بن عدی، طعمہ بن عدی، منبہ بن حجاج اور اخنس بن شریق (عمارہ بن ولید) کو لیکر جو حسن و جمال میں چودھویں رات کے مانند تھا۔ لیکر حضرت ابوطالب کے پاس آئے اور کہا کہ اے ابوطالب آپ جانتے ہیں کہ اس نوجوان سے زیادہ عرب میں کوئی خوبصورت نہیں اسے ہم آپ کو دیتے ہیں اس کے بدلے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہمیں دے دیں۔ تاکہ ہم اسے قتل کریں کیونکہ اس نے ہمارے دین کو مکمل طور پر تباہ کر دیا ہے۔ اور ہماری قوم کو گمراہ کر دیا ہے۔ حضرت

ابوطالب ان کی اس بات سے بہت غضبناک ہوئے اور جلال میں آکر فرمایا۔

اے لوگو! اس قسم کی سوچ اپنے دلوں سے نکال دو کہ میں پرورش کے لئے تمہارا بیٹا لے لوں اور تمہیں قتل کرنے کے لئے اپنا بیٹا دے دوں حضرت ابوطالب نے فرمایا سنو! ابھی تک میں تمہیں احتیاط سے کہتا رہا، اب واضح طور پر تمہیں بتا دینا چاہتا ہوں کہ جو شخص اِن کا دشمن ہے وہ میرا دشمن ہے۔ **اور جو ان کے دین کا دشمن ہے میں اس کے دین کا دشمن ہوں۔**

جب یہ بات حضرت ابوطالب نے کہی، تمام لوگ وہاں سے چل دیئے۔ اور دشمنی وعداوت پر کمر بستہ ہوگئے۔ جب حضرت ابوطالب نے دیکھا کہ قوم برسر جنگ ہے تو انھوں نے اپنی قوم بنوعبدالمطلب اور بنی ہاشم کو بلایا اور انھیں حالات بتلائے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد و اعانت کی ترغیب دی۔ تمام لوگوں نے سر اطاعت خم کردیا، اور کہا آپ جو کچھ کہیں گے ہم دل وجان سے فرمابرداری کریں گے۔ حضرت ابوطالب کو اطمینان ہوا۔ جب قریش کو معلوم ہوا کہ بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امداد و اعانت پر کمر بستہ ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایذاء رسانی پر کمر بستہ ہوگئے۔

جب کفار نے حضرت ابوطالب کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت میں کوشاں پایا تو وہ بنو ہاشم کی مخالفت میں متحد ہوگئے۔ قریش نے آپس میں یہ طے کیا کہ بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب کے ساتھ نکاح، خرید وفروخت، میل وملاپ نہیں کریں گے۔ نہ اُن کی مدد کریں گے نہ انہیں مکہ کی سرزمین پر رہنے دیں گے۔ ان سے صلہ رحمی ختم کرلی جائیگی۔ ان کے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کے سوا کسی دوسری چیز پر صلح نہیں ہوگی۔

# حضرت ابوطالب فرماتے ہیں

یقولونِ لی دعْ نصر من جاءَ بالھُدیٰ

وغالب لنا غلاّبَ کُلَّ مُغالِبِ

یہ لوگ مجھ سے مطالبہ کرر ہے ہیں کہ میں اس کی مدد ونصرت ترک کردوں، جو ہدایت کا پیغام لیکر آیا ہے۔

اس بارے میں انھوں نے ایک صلحنامہ لکھا، چالیس سرداروں نے اس پر مہر لگائیں اور ریشم میں لپیٹ کر موم جامہ پہنا کر کعبہ کے دروازے پر لٹکادیا۔ جس نے اس صلحنامہ کو تحریر کیا تھا اُس کا نام منصور بن عکرمہ بن عامر تھا۔ وہ بدبخت اس تحریر کی وجہ سے شل ہوگیا تھا۔

جب حضرت ابوطالب کو اس کی اطلاع ملی تو بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کو بلایا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت ونگہبانی کے لئے اُن کی مدد طلب کی۔ حضرت ابوطالب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور بنی ہاشم و بنی عبدالمطلب کو لیکر ایک گھاٹی میں آگئے۔ جس کو شعب ابی طالب کہتے ہیں، یہ گھاٹی مکہ سے قریب تھی۔

## مومنوں پر پہلا لاک ڈاون

بعثت یعنی اعلان نبوت کے ساتویں سال سینتالیس سال کی عمر ظاہر میں محرم کی چاند رات کو یہ قافلہ شعب ابی طالب میں محصور کردیا گیا۔ دین محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مومنوں پر یہ پہلا لاک ڈاؤن تھا۔ بلکہ یوں کہئے کہ کربلا کی بنیاد پڑ رہی تھی۔ اوراس کربلا کے اسلامی سردار حضرت ابوطالب تھے۔

حضرت ابوطالب نے کہا کافرو ہمیں نہیں چاہئے تمہارا کھانا، نہیں چاہئے تمہارا پانی،

ہم سب کچھ برداشت کرلیں گے مگر ہم اپنے بھتیجے سے نہیں کہیں گے کہ لاالٰہ الا اللہ کہنا چھوڑ دو (کلمہ پڑھنا اور ہے کلمہ بچانا اور ہے)

# شعب ابی طالب میں حضرت ابوطالب کا کردار

غلامی شاہ دوعالم کی روز وشب ایسی
ملی کسی کو نہ تیرے سوا ابوطالب

جب کفار کوخبر ملی کہ حضرت ابوطالب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور بنی ہاشم و بنی عبدالمطلب کولیکر گھاٹی میں چلے گئے ہیں تو انھوں نے اُس گھاٹی کا محاصرہ کرلیا۔ یہاں تک کہ آنا جانا بند ہوگیا جو باہر نکلتا طرح طرح کی کفار اُنھیں تکلیف دیتے۔ غلہ پانی بند یہاں تک کہ ماؤں کی پستانوں کے دودھ خشک ہوگئے۔ کفار ان کے رشتہ داروں میں جسے پاتے اُن کے ہاتھ پاؤں توڑ دیتے۔ زخمی کرتے، گھاٹی میں یہ عالم ہوگیا کہ چھوٹے چھوٹے بھوکے بچوں اور کمزوروں کے رونے کا یہ عالم تھا کہ کفار ان کے رونے کی وجہ سے راتوں کوسونہیں پاتے تھے۔ ایسے نازک موقع پر حضرت مولاعلی گیارہ سال کی عمر میں گھاٹی پار کرکے جاتے کبھی بوریوں میں اناج کبھی مشکیں بھر کر پانی لاتے رہتے۔

شاید اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی ہے۔ لا اقسم بھٰذا البلد، وانت حِلٌّ م بھٰذا البلد، ووالِدٍ وَّما ولد۔ ترجمہ: مجھے اس شہر کی قسم کہ اے محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہو، قسم ہے باپ اور بیٹے کی۔

ناپاک ولید بن مغیرہ اور کتا ابوجہل بن ہشام اہل اسلام کوتنگ کرنے میں سب سے زیادہ سختی کرتے تھے۔ حضرت ابوطالب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر شفقت کی بنا پر گھاٹی کی مضبوطی کی انتہائی کوشش کرتے۔ اورکسی بھی وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت میں سستی اور غفلت نہیں

کرتے۔ رات میں سورج ڈوبتے ہی تلوار لٹکا کر آپ کے گرد پہرہ دیتے، جیسے شمع کے گرد پروانے طواف کرتے۔

طواف شعب میں آقا کا رات بھر کرنا
عظیم تر ہے یہ پہرہ تیرا ابوطالب

ہر ایک پہر کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک جگہ سے دوسری جگہ کر دیتے اور اس جگہ اپنے کسی بیٹے کو لٹا دیتے کہ اگر دشمن آجائے اور قتل کرے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جگہ میرا بیٹا قتل ہو، یہ بچ جائیں۔ دن میں حضرت ابوطالب اپنے بھائیوں اور بیٹوں کو حفاظت کے لئے لگا دیتے۔ اس طرح تین سال کا عرصہ گزر گیا۔ قریش کا تشدد حضرت ابوطالب اور بنی عبدالمطلب اور ان کے احباب پر انتہا کو پہونچا۔

## اس کی منظر کشی حضرت ابوطالب نے اپنے شعروں میں اس طرح کیا ہے

اَرِقْتُ وَقَدْ تَصَوَّبَتِ النُّجُوْمُ
وَبِتُّ وَلَا تُسَالِمُلُکَ الْهُمُوْمُ

ترجمہ: میں رات بھر جاگتا رہا یہاں تک کہ ستارے ڈوبنے لگے۔ میں نے ساری رات یوں بسر کی کہ فکر و اندوہ سے مصالحت ہو ہی نہ سکی (یعنی ان سے چھٹکارا نہیں ہوا)

بظُلْمِ عَشِیْرَةٍ ظَلَمُوْا وَعَقُّوْا
وَغِبُّ عُقُوْقِهِمْ لِهُمْ وَخِیْمُ

ترجمہ: (میری بے خوابی و بے چینی) اُن قبیلے والوں کی وجہ سے تھی جنھوں نے ظلم کیا ہے اور سرکشی کی ہے۔ حالانکہ اُن کی سرکشی کا نتیجہ خود انھیں کے لیے مہلک ثابت ہوگا۔

هُمْ انْتَهَکُوْا الْمَحَارِمَ من اخیہِمْ

وکُلّ فِعَالِہِمْ دَنِسٌ ذمیمٌ

ترجمہ: انھوں نے اپنے بھائی کی (یعنی میری) عزت وحرمت کو زائل کر دیا ہے اان کا ہر فعل گندہ اور قابل مذمت ہے۔

ورامُوْا خُطَّۃً جورًا وظُلمًا

وبعضُ القَوْلِ ذُوْ جَنَفٍ مُلِیْمٌ

ترجمہ: انھوں نے اپنے ظلم و جور سے ایسا اقدام کیا... حالانکہ بہت سی باتیں سراسر بے انصافی اور وجہ ملامت ہوتی ہیں (جیسے ان کا یہ اقدام عدم تعاون)

لتخرُجَ ہاشمٌ فتکُونَ منہا

بلاقِعَ بطنُ مکَّۃَ فالْحطیْمُ

ترجمہ: کہ اُس کے نتیجے میں بنی ہاشم مکے سے نکل جائیں اور وادیٔ مکہ اور رُکن حطیم کے مقامات اُن سے خالی ہو جائیں۔

فھلّا قومَنا لا ترکبُونا

بمظلَمَۃٍ لہا خطْبٌ جسیمٌ

ترجمہ: تو اے ہماری قوم والو، دیکھو ہم پر ایسا ظلم نہ ڈھاؤ جس کا نتیجہ کوئی بڑا خوفناک حادثہ ہو۔

فیندِمَ بعضُکُمْ ویَذُلَّ بعضٌ

ولیسَ بِمُفْلِحٍ ابدًا ظَلُوْمٌ

ترجمہ: ورنہ (اگر کوئی ایسا خادثہ ہو گیا تو) تم میں سے بعضوں کو نادم ہونا پڑے گا اور بعضوں کو ذلّت نصیب ہو گی کیونکہ ظلم کرنے والے کبھی بھی فلاح نہیں پاتے۔

ارَادُوْا قتْلَ اَحْمدَ زَعِمِیْہِ

ولیس بقتلِہٖ منھُمْ زعِیمٌ

ترجمہ: قریش کے زعماء ورؤساء نے احمد مجتبیٰؐ کے قتل کا ارادہ تو کیا لیکن ان میں سے کوئی بھی ان کے قتل کی ذمہ داری قبول کرنے کی جرأت نہ کر سکا۔

ودُوْنَ محمَّدٍ مِنّا نَدِیٌّ

ھُمُ الْعِرْنِیْنُ وَالْعَضُوُ الصمِیم

ترجمہ: کیونکہ محمدؐ کے اردگرد اُن کا دفاع کرنے کے لیے ہماری ایک جماعت ہر وقت تیار رہتی ہے۔ وہ جماعت جس کے افراد ایسے بہادر ہیں کہ سارے خاندان کی ناک ہیں اور ایسے مضبوط ہیں گویا کہ ریڑھ کی ہڈی ہیں۔

جب تین سال کا عرصہ گزر گیا تو ایک دن اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آزادی کی اطلاع دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مشفق چچا حضرت ابوطالب کو اس بات سے آگاہ کیا، حضرت ابوطالب نے کہا کہ یہ کس نے بتلایا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے اللہ نے۔ حضرت ابوطالب نے کہا تیرا خدا برحق ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں آپ سچ کہتے ہیں۔ اس کے بعد سب لوگوں کو لیکر حضرت ابوطالب گھاٹی سے باہر نکلے اور جہاں قریش کا مجمع لگا تھا وہاں گئے۔ قریش خوش ہو گئے کہ شاید ابوطالب اپنے بھتیجے سے عاجز آ گئے۔

حضرت ابوطالب نے فرمایا وہ صلحنامہ جو ہماری دشمنی میں لکھا گیا ہے لاؤ۔ ابوجہل صلحنامہ اس خوشی میں لا کر دیدیا کہ ابھی ابوطالب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہمارے حوالے کر دیں گے۔ حضرت ابوطالب نے کہا کیا یہ صحیح سلامت ہے۔ لوگوں نے کہا ہاں، حضرت ابوطالب نے فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی ہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ نے دیمک مسلط کر دی ہے۔ جس نے تحریر کو مٹا دیا ہے۔ وہ کبھی جھوٹ نہیں بولتے ہیں۔ (اب کلمہ کیسے پڑھا جاتا ہے۔ اللہ پر

بھی یقین اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی یقین۔ اب کون سا کلمہ چاہئے۔) اگر یہ جھوٹ ہے تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمہارے حوالے کر دوں گا۔ اور اگر سچ ہے تو سارا معاہدہ ختم۔ سب نے اس بات کو تسلیم کیا۔ جب معاہدہ نامہ کھولا گیا تو سوائے اللہ تعالیٰ کے نام کے سب ختم تھا۔ دیمک نے کھالیا تھا۔ معاہدہ ٹوٹ گیا، سب لوگ اپنے اپنے گھر واپس آئے۔

فقال ابو طالب لکفار قریشٍ انَّ ابن اخی اخبرنی ولم یک بُنِیِ قطُّ۔ ان اللہ تعالیٰ قد سلَّطَ علی صحِیفَتِکُمُ الاَرضَ فلحت ما کان فیھا من جورٍ و ظُلُمٍ وبقٰی فیھا کُلُّ ما ذکَرَبِہِ اللہ تعالیٰ فَاَنْ کانَ ابْنِ اَخِیِ صَادِقًا۔ نزعتُمْ عن سُوءِ رَایَکُمْ وان کان کاذبا دفعتہٗ الیکم فقتلتُمُوْہُ الحیصوہ قالو اَلصفَتَا فاِذا اراى کما قالی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فسقطَ فی یدیھم ونکسوُا علی رَؤسِھِمْ (حاشیہ بخاری ۱/۵۴۸، دلائل النبوۃ ۱/۹۲)

ترجمہ: تو حضرت ابو طالب نے قریش کو فرمایا کہ میرے بھائی کے بیٹے نے خبر دی ہے اور انھوں نے کبھی جھوٹ نہیں کہا کہ تحقیق تمہارے قرطاس عہد پر اللہ تعالیٰ نے زمین کی دیمک کو مسلط فرما دیا ہے۔ دیمک نے اُسے کھالیا ہے۔ اور اس میں صرف وہ چیز رہ گئی ہے۔ جس پر اللہ تعالیٰ کا نام ہے، اگر میرا بھتیجا سچا ہے تو تم اپنی اس بری رائے سے باز آجاؤ اور اگر جھوٹا ہے (معاذ اللہ) تو میں اُس کو تمہارے حوالے کر دوں گا۔ چاہے اسے قتل کر دو یا زندہ رہنے دو۔ انھوں نے کہا کہ آپ نے انصاف کی بات کی ہے، ایسا ہی تھا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا۔ ان لوگوں نے شرمندہ ہو کر سروں کو جھکالیا۔

# شعب ابی طالب کے اثرات

تین سال تک مسلمان اس مصیبت میں مبتلا رہے۔ گھاٹی سے نکلنے کے بعد لوگوں کا صرف ڈھانچہ رہ گیا تھا۔ کیونکہ گھاٹی میں جب اناج ختم ہوگیا تو لوگوں نے زہریلے گھاس زہریلی پتیاں زہریلے پھول اور نہ جانے کیا کھایا۔

ملیکۃ العرب ام المومنین حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہ جن پر اللہ تعالیٰ نے سلام بھیجا ہے۔ جن کے ٹکڑوں پر اہل عرب پل رہے تھے۔ جن کے ہزاروں اونٹ زر و جواہر سے لدے ہوئے ساری دنیا میں تجارت کرتے تھے۔ انھیں بھی زہریلی گھاس کھانی پڑی اسی زہر کی وجہ سے آپ شہید ہوئیں۔ اور قریب قریب گھاٹی سے نکلنے کے بعد تمام لوگوں کا یہی حال تھا۔ مگر دو کی حالت زیادہ نازک تھی ایک حضرت ابوطالب کی دوسرے امّ المؤمنین حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ ؓ کی یہ دونوں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں سوتے ہی نہیں تھے۔ گھاٹی میں جس شخص کو بھی کوئی تکلیف ہوتی تھی اُس کے پورے پورے اثرات حضرت ابوطالب پر مرتب ہوتے تھے۔

اس لئے کہ سارے بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب آپ ہی کے کہنے پر آئے تھے۔ بوڑھوں، بچوں، جوانوں، عورتوں سب کی ذمہ داری حضرت ابوطالب پر تھی۔ گھاٹی سے نکلنے کے آٹھ ماہ اکیس دن کے بعد حضرت ابوطالب کا پچاسی سال کی عمر میں انتقال ہوگیا۔

مکہ کے قبرستان حجون میں اپنے والد محترم حضرت عبدالمطلب کے پہلو میں دفن ہوئے۔

یہ شعب ابی طالب نہیں تھا بلکہ جہاد ابوطالب تھا جو ابوطالب نے جیت لیا۔ حضرت ابوطالب کے تین ہی دن کے بعد حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ کا بھی انتقال ہوگیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دو غم ہوگئے اسی سال کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عام الحزن فرمایا ہے۔ (معاج

النبوۃ دوم ۲۱۶ - ۲۱۴ )

اُن کی سمجھ میں تم ابوطالب نہ آؤ گے　　　　وہ لوگ جو ہوئے ہیں مسلمان نئے نئے

# ایک نظر ادھر بھی

شب ہجرت جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ حضرت سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ تشریف لے گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ غار ثور میں تین دن تک قیام فرمایا جبکہ حضرت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہٗ کو گھبراہٹ ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ابوبکر غم نہ کرو۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے، صرف تین ہی دن تک حضرت ابوبکرؓ غار ثور میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ تھے۔ تو عالم یہ ہو گیا کہ جب مدینے میں ایک رات آسمان کے چمکتے ہوئے ستاروں کو دیکھ کر امّ المؤمین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آسمان میں جتنے ستارے ہیں کیا کسی انسان کی اتنی نیکیاں ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کہا ہاں۔ حضرت عائشہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کس کی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا، عمرؓ کی حضرت عائشہؓ نے کہا یا رسول اللہ (میرے ابا ابوبکر صدیقؓ کی نیکیاں کہاں گئیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا عائشہؓ سنو! تمہارے باپ ابوبکر صدیقؓ (کے شب ہجرت) کی ایک نیک عمر کے ساری نیکیوں کے برابر ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ صرف تین ہی دن غار ثور میں تھے تو یہ عالم ہو گیا۔ کہ اُن کی ایک نیکی آسمان کے ستاروں کے برابر ہو گئی۔ مگر حضرت ابوطالب تین سال تک شعب ابی طالب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر پروانے کی طرح جاں نثار ہوتے رہے۔ ابوطالب کی نیکیاں کہاں گئیں۔ کیا آپ نے اس پر کبھی غور کیا۔

(مشکوٰۃ المصابیح جلد ۳، حدیث نمبر ۵۸۰۸)

# حضرت ابو طالب کا انتقال کے وقت بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب کو وصیت

عقل آمد دین و دنیا شد خراب　　　عشق آمد دین و دنیا کامیاب

عن عبد اللہ بن ثعلبہ بن صغیر العزری اِنَّ ابا طالب لما حضرت الوفاۃ دعا بنی عبد المطلب فقال لن تزالوا بخیر ما سمعتم من محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وما اتبعتم امرہٗ فاتبعوہٗ واعینوہٗ ترشدوا (خصائص کبریٰ طبقات ابن سعد) تفسیر کشاف، تفسیر کبیر، خصائص کبریٰ ۲۱۵، مطبوعہ مدینہ منورہ)

حضرت عبد اللہ بن ثعلبہ بن صغیر العذری روایت بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابو طالب کے انتقال کا وقت قریب آیا تو آپ نے بنو عبد المطلب کو جمع کر کے فرمایا کہ اگر تم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتیں سنتے رہے، تو ہمیشہ خیر پر رہو گے۔ اور جو یہ حکم دیں اس کی تابعداری کرو، ان کی اطاعت وحمایت کرو، فلاح پاؤ گے۔

قد نقل علامہ علی بن برھان الدین الشافعی فی انسان العیون عن مقاتل ان ابا طالب قال قبل موتہٖ یا معشر بنی ھاشم اطیعوا محمدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم او صدقوا ترشدُوا۔ (انسان العیون)

علامہ علی ابن برہان الدین شافعی انسان العیون میں لکھتے ہیں کہ مقاتل سے روایت ہے کہ جناب ابو طالب نے وفات کے وقت بنی ہاشم کو وصیت کی اور فرمایا تم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرو اور ان کو سچا جانو تم ہدایت و کامیابی پا جاؤ گے تمام لوگوں نے سر اطاعت خم کر دیا۔

# میں نے ان کو مان لیا ہے

وانی اوصیکم لمحمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیرا فانّہٗ الامین فی قریش والصدیق فی العرب وھو الجامع لما اوصیتکم بہٖ وقدجاء بامر قبہٖ الجنان وانکرہ اللسانُ مخافۃالشناٰن (روض الانف ۲۵۹)

اور میں تمہیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خیر اور بھلائی کی وصیت کرتا ہوں یہ قریش میں امین اور عرب میں زیادہ سچے ہیں اور ان تمام تر صفات کے جامع ہیں جن کا میں نے وصیت میں ذکر کیا ہے۔ یہ جو پیغام لیکر تشریف لائے ہیں میں نے اسے سچے دل سے قبول کرلیا ہے مگر اس بات کو ان کے مخالفین کی وجہ سے زبان پر نہیں لاتا۔

ودر مواھب الدنیہ از ھشام بن سائب آوردہ کہ گفت چوں حاضر شد ابوطالب را وفات جمع کرد بسوئے خود وجوہ قریش را و اکابر ایشاں را پس وصیت کرد مر ایشاں را و گفت اے معشر قریش شمار برگزیدہ ھائے خدا اید از میان خلق وے ومن وصیت می کنم شمارا بہٖ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیر را زیرا کہ وے امین است در قریش وصدیق است در عرب و وے جامع است مر چیز را کہ وصیت می کنم بداں وبتحقیق آوردہ است امرے کہ قبول کردہ است آں را دلِ ہا وانکار کردہ است زبان ہا از جہت ترک ملامت و بخدا سوگند گو یا من می بینم۔ بسوئے فقراء ودرویشاں عرب وبادیہ نشینان وے از اطراف وضعیفان ومسکینان از مردم کہ اجابت می کنند دعوت اورا تصیدق می کنند کلمہ اور را بزرگ دارند مرا اورا پس گشتند ضعیفان ایشاں ارباب ونششند عظیم ترین ایشاں بروے محتاج ترین ایشاں بسوئے وے وگشتند دورترین ایشاں از وے بانصیب ترو بہرہ مندتر نزدوے۔ (مدارج النبوت شیخ عبدالحق محدث دہلوی ۲ / ۴۸)

اور مواھب الدنیہ میں ھشام بن سائب کی روایت سے آتا ہے کہ جب حضرت

ابوطالب کے انتقال کا وقت آیا تو آپ نے اکابرین قریش اور سردارن قریش کو بلا کر وصیت کی اور فرمایا کہ اے گروہ قریش تم تمام خلقت سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک برگزیدہ ہو اور میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہمیشہ بھلائی کرنا کیونکہ یہ قریش میں امین اور عرب میں زیادہ سچے ہیں اور ان تمام تر صفات عالیہ کے جامع ہیں جو میں نے اپنی وصیت میں بیان کی ہیں۔

اور جو پیغام آپ لائے ہیں میں نے اُسے دل سے قبول کرلیا ہے۔ مگر مخالفین کی وجہ سے زبان پر نہیں لاتا۔ خدا کی قسم میں دیکھ رہا ہوں کہ عرب کے غرباء و مساکین اور اطراف واکناف میں رہنے والے بادیہ نشین ان کی طرف کھینچے چلے آرہے ہیں۔

مسکین اور کمزور لوگ ان کی دعوت کو قبول کرتے ہوئے ان کی رسالت کی تصدیق کررہے ہیں اور ان کے کلمہ کی عظمت کو بلند کررہے ہیں۔

اس کے برعکس قریش کے روساء واکابرین ان کے سامنے پست ہورہے ہیں ان کے مکانات تباہ و برباد ہورہے ہیں اور ان سے کمزور لوگ ارباب اقتدار بنے ہوئے ہیں ان روسائے قریش کے بڑے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمزور ساتھیوں کے محتاج ہوکر رہ گئے۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو دور تھے وہ قریب ہوکر بلند بخت اور بہرہ مند ہوگئے ہیں۔ اور یقینا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دوستی کے لئے عرب نے خود کو خالص کرلیا ہے۔ اور ان کی اطاعت میں اپنی جانوں کو ان کے سپرد کردیا ہے۔

اے گروہ قریش تم لوگ بھی ان کا ساتھ دو اور ان کے ساتھیوں کی نصرت وحمایت کرو۔ خدا کی قسم جو شخص بھی ان کی اطاعت ومتابعث کرے گا وہ رشد وفلاح حاصل کرے گا۔ اور جو ان کی سیرت کو اپنا لے گا وہ نیک بخت اور سعید ہو جائیگا۔ اِس کے بعد حضرت ابوطالب نے حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو وصیت کی جو قابل غور ہے۔

## حضرت ابو طالب کا حضرت مولا علی کو وصیت

اِصْبِرِیَا بُنَیَّ فالصَّبْرُ اَحْجٰی　　کلُّ حیٍّ مصیرہٗ لشعوبِ

قد بلیَ الصبرُ فالْبَلاءُ شدیدٌ　　لفدآءِ الْحَبِیْبِ وابْنِ الحبیب

النبی الاغرّ ذی الحسب الثا　　قب وَالباع والکریمِ النجیب

ترجمہ:- اے بیٹے صبر کرو، اس لئے کہ صبر ہی مناسب ہے، اور ہر زندہ موت کی طرف جارہا ہے، اگرچہ سخت آزمائش کا وقت ہے۔ لیکن ہم نے تم کو شریف ابن شریف پر فدا کیا ہے۔ اور اس شخص پر فدا کیا ہے جو صاحب عزت اور صاحب حسب ونسب اور عالی ظرف ہے، اور کشادہ صحن والا یعنی سخی ہے۔

## حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ کا حضرت ابو طالب کو جواب

اتامُرُنِیْ بالصَّبْرِ فی نصرِ اَحْمَد　　فوَ اللّٰہِ مَا قُلْتَ الَّذِیْ قُلْتُ جازِعًا

ولٰکنّنی اَحْبَبْتُ اَنْ تری نُصْرَنِیْ　　لِتَعْلَمَ اَنِّیْ لَمْ اَزَلْ لَکَ طائعاً

وسعیِ لوجہِ اللّٰہ فی نصرِ احْمَدَ　　نبیَّ الْھُدیٰ الْمَحْمُوْدَ طِفْلاً ویافعاً

ترجمہ: اے والد گرامی کیا آپ مجھے احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدد میں صبر کا حکم فرماتے ہیں۔ بخدا میں نے جو کیا ہے گھبراہٹ میں نہیں کیا۔ البتہ میری یہ خواہش ضروری ہے کہ اب آپ میری نصرت ملاحظہ فرمائیں تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ میں ہمیشہ سے آپ کا فرماں بردار ہوں۔ میری کوشش احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جو کہ ہدایت کے پیغمبر اور بچپن وجوانی میں قابل ستائش رہے ہیں کے لئے اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے۔

## باپ اور بیٹے کا مکالمہ قابل غور ہے

کوئی مشرک باپ اپنے بیٹے کو یہ وصیت نہیں کرسکتا کہ تم اسلام اور بانیٔ اسلام کی نصرت وحمایت میں کوئی کسر باقی نہ رکھنا۔ اس لئے کہ میں نے تمہیں بانیٔ اسلام پر فدا کیا ہے۔ اور پھر بیٹے کا یہ جواب کہ آپ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نصرت وحمایت کے لئے کہتے ہیں تو میں اس پر پورا اتروں گا۔ البتہ میری یہ خواہش ہے کہ کاش آپ اپنے حکم کی تعمیل کرتا ہوا مجھے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے۔

کیا یہ کسی مشرک اور مومن کے درمیان کی بات ہے۔ کیا کوئی مومن بیٹا اپنے مشرک باپ کی فرماں برداری کرسکتا ہے۔ اور اگر مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہوں تو نظریات کی مخالف کبھی ایک راستے پر نہیں چلتے۔ جبکہ سیکڑوں ایسی مثالیں موجود ہیں کہ کفر واسلام کی مخالفت کی وجہ سے کتنے ہی بیٹے اپنے باپوں سے اور کتنے ہی باپ اپنے بیٹوں سے ٹکرا گئے۔

## حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا میرے بھائی نے کلمہ پڑھ لیا ہے

محدث ابن اسحٰق نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث نقل فرمائی ہے۔

عن ابن عباس انّ ابا طالب لما تقارب منہ الموت بعد ان یعرض علیہ النبی (ان یقول لا الٰہ الا اللہ فابیٰ قال فنظر العباس الیہ وھو یحرک شفتیہ فاصغی الیہ باذنہ فقال یا ابن اخی واللہ لقد قال اخی الکلمۃ التی امرتہا ان یقولہا۔

خلاصۂ حدیث یہ ہے کہ جب حضرت ابوطالب کے انتقال کا وقت قریب ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُن کو فرمایا کہ لا الٰہ الا اللہ کہو تو ابوطالب نے انکار کیا اس کے بعد حضرت عباس نے دیکھا کہ حضرت ابوطالب اپنے ہونٹوں کو حرکت دے رہے ہیں تو حضرت عباس

نے اپنا کان حضرت ابوطالب کی طرف جھکایا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ جس کلمہ طیبہ کا آپ نے ابوطالب کو حکم فرمایا تھا وہ کلمہ میرے بھائی نے پڑھ لیا ہے۔

(ابن ہشام، الروض الانف)

درروایت ابن اسحاق آمدہ کہ وے اسلام آوردنزدیک بوقت موت وگفتہ کہ چوں قریب شد موت وے نظر کرد عباس بسوئے وے دید کہ می جنباندلبہائے خودرا، پس گوش نہاد، عباس بسوئے او گفت بآنحضرت علیہ السلام یا ابن اخی واللہ بتحقیق گفت برادرمن کلمہ را کہ امر کردی تو اورا۔ (مدارج النبوۃ جلد دوم ۶۸)

ابن اسحاق کی روایت ہے کہ حضرت ابوطالب موت کے وقت اسلام لے آئے تھے وہ فرماتے ہیں کہ جب ان کی موت کا وقت قریب آیا تو حضرت عباسؓ نے اُن کی طرف دیکھا کہ حضرت ابوطالب کے ہونٹ ہل رہے ہیں۔ حضرت عباسؓ اپنے کان اُن کے لبوں پر رکھے اور سنا کہ وہ کلمہ شریف پڑھ رہے ہیں۔ حضرت عباسؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ اے میرے بھائی کے بیٹے خدا کی قسم میرے بھائی نے وہ کلمہ پڑھ لیا ہے جس کا آپ نے انہیں حکم دیا تھا۔

## حضرت محدث عبدالحق دہلوی علیہ الرحمہ کی تحقیق

### (اس میں تین باتیں ہیں)

علمائے احادیث می آرند کہ دلالت دارند بردرم قبول واذعان وے دعوت اسلام را نیزمی آرند کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقت وفات وے برسروے وفت ودعوت کرددواقع نہ بشد ازوے اجابت ونیزمی آرند عباس سرخودرا نزداوبرو وبشنید ازوے کلمہ شہادت بحضرت

رسانید ہمیں گفت اَسلم عمّکَ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پس خوش حال شد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

(مدارج النبوۃ جلد دوم شاہ عبدالحق محدث دہلوی ۲۴-۲۵)

ترجمہ:- علمائے حدیث جو روایات بیان کرتے ہیں وہ آپ کے دعوت اسلام کو قبول کرنے اور اذعان وقبول کی نفی کرتی ہیں اور یہ بھی بیان کرتے ہیں جناب ابوطالب کے انتقال کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے سر کے جانب کھڑے تھے۔ اور آپ نے انہیں دعوت اسلام دی تو انھوں نے قبول نہ کی۔ اور یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عباس نے اپنا سر مبارک حضرت ابوطالب کے قریب کیا اور ان سے کلمہ شہادت سن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ( آپ کے چچا نے اسلام قبول کرلیا۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اظہار مسرت فرمایا۔

## حضرت ابوطالب کے انتقال پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت روئے

### کیا کسی کافر و مشرک کے انتقال پر رویا جاتا ہے؟ اور وہ بھی آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ؟

اخرج الواقدی عن علی (کرم اللہ وجھہ) قال توفی ابو طالب اخبرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فبکی بکاء شدیداً ثم قال اذھب فاغسلہٗ و کفّنہٗ غفر اللہ لہٗ۔

(سبط ابن جوزی فی تذکرۃ الخواص)

علامہ واقدی اس حدیث کی روایت حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ سے کرتے ہیں حضرت مولا علیؑ فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابوطالب کا انتقال ہوگیا تو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی خبر پہونچائی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت روئے اور مجھے ارشاد فرمایا کہ اے علی جاؤ ان کو غسل دو اور کفن پہناؤ اللہ پاک اُن کو بخش دے۔

# انتقال کے بعد

اِنَّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم مسح ابا طالب بعد موتہٖ (تاریخ خمیس ۳۱۰)

حضرت ابوطالب کے انتقال کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت ابوطالب کے سر پر دست رحمت پھیرا۔

# ایمان ابوطالب پر اہلبیت پاک کا اتفاق

از اہلبیت کہ ایشاں اتفاق دارند برآنکہ ابوطالب باایمان رفتہ (معارج النبوۃ ج دوم)

اہلبیت سے مروی ہے کہ ان تمام کا اس بات پر اتفاق ہے اور اجماع ہے کہ حضرت ابوطالب نے ایمان کے ساتھ انتقال فرمایا۔

اور

صاحب جامع الاصول آوردہ کہ زعم اہلبیت پاک آں است کہ ابوطالب مسلمان از دنیا رفتہ (روضۃ الاحباب محدث جمال الدین)

صاحب جامع الاصول اور روضۃ الاحباب اسی بات پر متفق ہیں کہ اہلبیت پاک کا یہ فرمان ہے کہ حضرت ابوطالب اس دنیا سے مسلمان گئے ہیں۔

# حضرت ابوطالب کا جنازہ

جب حضرت ابوطالب کا جنازہ تیار ہو گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حضرت مولا علی شیر خدا اور حضرت سید الشہداء امیر حمزہ اور حضرت جعفر طیار اور حضرت عباس اور دیگر بنو ہاشم اور بنی عبدالمطلب واہل قریش جنازے کو لیکر چلے۔

## حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا جنازے کے ساتھ جانا

واما رُوِیَ عنہٗ انّہٗ صلی اللہ علیہ وسلم عارضَ جنازۃَ عَمِّہٖ ابی طالبٍ فقال وصلِتکَ رحم وجزیتَ خیرًا یا عمّ (سیرت حلبیہ ۲/۴۷)

مگر روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے چچا حضرت ابوطالب کے جنازہ کے ہمراہ تشریف لے گئے اور فرمایا اے چچا آپ نے حق صلۂ رحمی ادا کر دیا اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔

قال ابن عباس عارَضَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جنازَۃَ ابی طالبٍ وقال وَصلتکَ رِحمِ وجزاک اللہ خیرا یا عم (تاریخ خمیس ۱/۳۰۱)

اور ابن عباس فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت ابوطالب کے جنازے کے ساتھ تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بہتر جزاء عطا فرمائے اے چچا آپ نے حق صلہ رحمی ادا کر دیا۔

## حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ابوطالب کے جنازے کیساتھ روتے ہوئے جانا

روایت است کہ آں حضرت بغائت ملول شدہ بر مفارقتِ ابوطالب و بگریست و ہمراہ جنازہ اش می رفت و می فرمود کہ اے عم من صلہ رحمی بجائے آوردی و در حق من ہیچ تقصیر نہ کردی ترا خدائے تعالیٰ جزائے خیر دہد۔ (معارج النبوۃ ۳/۶۱)

روایت آئی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حضرت ابوطالب کی جُدائی کا انتہائی صدمہ ہوا

آپ بے حد غم زدہ ہوگئے آپ حضرت ابوطالب کے جنازہ کے ساتھ روتے ہوئے جارہے تھے اور فرماتے تھے اے میرے چچا آپ نے حق صلۂ رحمی ادا کردیا اور میرے حق میں کبھی کوئی خطا نہ کی اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔

# حضرت محدث عبدالحق دہلوی علیہ الرحمہ کا قول

ونیز آوردہ کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمرہ جنازہ ابوطالب می رفت ومیگفت اے عم من صلۂ رحم بجا آوردی ودرحق من تقصیر نہ کردی خدائے تعالیٰ ترا جزائے خیر دہد۔

(مدارج النبوۃ شاہ عبدالحق محدث دہلوی ۲ / ۶۹)

روایت میں آتا ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوطالب کے جنازہ کے ساتھ تشریف لے جارہے تھے اور فرماتے جارہے تھے کہ اے میرے چچا آپ صلۂ رحم بجالائے اور میرے حق میں آپ نے کوئی غلطی نہیں کی اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

وفی کلام بعضھم صلاۃُ الجنازۃِ فُرضَتْ فی السَّنَۃِ الْاُوْلیٰ من الھجرۃ انّہٗ مات قبل خدیجۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا بخمس و ثلاثین یومًا ودفنَ بالجحون ولم تکن الصلوٰۃ علی الجنازۃ شرعت (سیرت حلبیہ ۱ / ۴۰)

بعض کے کلام میں ہے کہ نماز جنازہ ہجرت کے پہلے سال فرض ہوئی ہے اور حضرت ابوطالب حضرت خدیجہ سے تین یوم پہلے انتقال کئے اور حجون میں دفن ہوئے اور اس وقت نماز جنازہ شروع نہیں تھی نماز جنازہ ہجرت کے بعد مدینے میں شروع ہوئی ہے اور حضرت ابوطالب ہجرت کے پہلے ہی مکے میں انتقال فرمائے۔

# عام الحزن

سوال:- عام الحزن کسے کہتے ہیں؟

جواب:- غم کے سال کو عام الحزن کہتے ہیں۔

سوال:- عام الحزن کا کیا معنی ہے؟

جواب:- عام کا معنی سال، حزن کا معنی غم، یہ عربی لفظ ہے۔

سوال:- اسے غم کا سال کیوں کہا جاتا ہے؟

جواب:- اس لئے کہ اس سال حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پورا سال غم منایا تھا۔

سوال:- حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سال کیوں غم منایا تھا؟

جواب:- اس لئے کہ اسی سال شعب ابی طالب سے نکلنے کے بعد آپ کے مشفق چچا حضرت ابوطالب اور آپ کی شریک زندگی محسنۂ اسلام ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبری سلام اللہ علیہا کا انتقال ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انھیں دونوں کے غم میں ڈوبے رہتے تھے۔ اس لئے آپ نے اس سال کو عام الحزن یعنی غم کا سال فرمایا۔

(تین دن سے زیادہ کسی کا غم منانا یا رونا حرام ہے۔ کا نعرہ لگانے والے یہ بھی سمجھ لیں)۔

# بعد انتقال حضرت مولائے کائنات کے اشعار

## حضرت ابوطالب اور ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ کی شان میں

اَبَا طالبٍ عِصمَۃُ المُستجیرِ
وغیثَ المحوَلِ وَنُورُ الظُّلَمِ

لقد ھدَّ فقدک واھل الحفاظِ
فصلّٰی علیک ولیُّ النعم

(دیوان علیؓ)

ترجمہ:- اے ابوطالب اے پناہ چاہنے والوں کی جائے پناہ اور خشک سالی کے پانی اور تاریکی کے نور غیرت مندوں کو تیری موت نے شکستہ دل کر دیا، اور آپ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہترین چچا تھے۔

اَعَیْنَایَ جُوْدَا بَارَکَ اللہُ فِیْکُمَا
عَلٰی ہَالِکَیْنِ لَا تَرٰی لَہُمَا مِثْلاَ

عَلٰی سَیِّدِ الْبَطْحَآئِ وَابْنِ رَئِیْسِہَا
وَسَیِّدَۃِ النِّسْوَانِ اَوَّلُ مَنْ صَلّٰی

(دیوان علی رضی اللہ عنہ)

ترجمہ: اے میری دونوں آنکھو! روؤ۔ خدا تم میں برکت دے۔ ان انتقال کرنے والوں پر جن کا مثل نہیں۔ بطحا کے سردار اور اس کے رئیس کے بیٹے پر اور عورتوں کی سردار پر جس نے سب سے پہلے نماز پڑھی۔

## حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ سے مدینہ کب اور کیوں ہجرت کیا

حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب تک حضرت ابوطالب زندہ رہے کفار مکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت دینے سے باز رہے۔لیکن جیسے ہی حضرت ابوطالب کا انتقال ہوگیا۔کفار مکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو طرح طرح کی تکلیفیں دینے لگے۔جب کفار مکہ کے ظلم حد سے زیادہ بڑھ گئے۔ایک بار رُخ انور پر مٹی کے کیچڑ ڈال دیئے،جس کو دیکھ کر آپ کی شہزادی حضرت سیدہ خاتون جنت سلام اللہ علیہا رو پڑیں۔تب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آج اگر میرے چچا ابوطالب ہوتے تو کفار یہ حرکت نہ کر پاتے۔

کفار مکہ جب حد سے زیادہ بڑھ گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کی شازش کرنے لگے۔عظیم مؤرخ شبلی نعمانی نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا! اے میرے حبیب اب آپ مکہ سے مدینہ ہجرت کرجائیں۔کیونکہ اب مکہ میں آپ کا کوئی نہیں رہ گیا۔چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ سے مدینہ ہجرت فرما گئے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت حضرت ابوطالب کے انتقال تک رُکی رہی۔ہجرت کا معاملہ حضرت ابوطالب کے انتقال کے بعد پیش آیا۔

## (ایک نظریہ یہ بھی ہے)

## حضرت ابوطالب کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبر سے نکال کر کلمہ پڑھایا

یقول الفقیر اقدا شبعنا الکلام فی الایمان ابوی النبی علیہ السلام وکذا ایمان عمّہٖ ابی طالب و جدِّہٖ عبدالمطلب بعد الاُحیَاءِ (تفسیر روح البیان ۲ / ۵۲۳)وقد جآءَ فی بعض الروایات اَن النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم لما عادَ من حجۃ الوِدَاع

احییَ اللہ لہٗ ابویہِ و عمِّہٖ فآمنوا بہٖ (تفسیر روح البیان ۳/۴۱۶)

ترجمہ:-فقیر کہتا ہے کہ مجھے ایسا کلام پہونچا ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کے ایمان لانے کے متعلق کلام موجود ہے جیسا کہ آپ کے چچا حضرت ابوطالب اور جد امجد حضرت عبدالمطلب کو زندہ ہوکر ایمان لانے کے متعلق آیا ہے۔ اور بیشک بعض روایات میں آیا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع کے موقع پر تشریف لائے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے آپ کے والدین اور چچا ابوطالب کو زندہ فرمایا اور آپ پر ایمان لائے۔

قال ابن اسحاق ولما ھلک ابو طالب نالت قریش من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من الاذی مالم تکن تطمعُ بی فی حیاۃ عمہ ابی طالب۔ (سیرت ابن ہشام اوّل ۲۵۸)

ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ جب ابوطالب کا انتقال ہوگیا تو کفار مکہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذائیں دینا شروع کردیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تک میرے چچا ابوطالب زندہ تھے مجھے کوئی بھی تکلیف نہ پہونچنے دی۔

ومن معجزاتہٖ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احیاء الموتیٰ وکلامھم معہٗ وانّ اللہ تعالیٰ احییٰ لہٗ ابویہ وعمہ اباطالب فآمنا بہٖ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اذکرہٗ القرطبی فی التذکرۃ النعمۃ الکبریٰ علی العالم فی مولد آدم علامہ ابن حجر ۱۹، ترکی)

روایت میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے آپ کے والدین کریمین اور آپ کے محترم چچا حضرت ابوطالب کو زندہ فرمایا اور وہ آپ پر ایمان لائے۔ امام قرطبی نے اپنی کتاب میں یہ روایت بیان کی ہے۔

کذالک ذکر سلمۃ بن سعید الجعفی رضی اللہ عنہ ان اللہ تعالیٰ احییٰ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمہ اباطالب وآمن بہٖ وکراماتُہٗ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ومعجزاتُہٗ اکثر مِنْ ذَالِکَ۔

(مختصر تذکرہ قرطبی مطبوعہ مصر ۶)

تذکرہ قرطبی میں حضرت امام عبداللہ قرطبی نے یہ روایت نقل فرمائی ہے، جیسا کہ حضرت سلمہ بن سعید جعفیؓ نے بیان فرمایا ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے اُن کے محترم چچا حضرت ابوطالب کو زندہ فرما کر انھیں دوبارہ دولت ایمان سے مشرف فرمایا اور اس قسم کی کرامتیں اور معجزات حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اکثر ظاہر ہوا کرتے تھے۔

فرمود در تفسیر ام المعانی می نویسد کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم در علی را بمصلحت فرستادہ بود، چوں حضرت علی ازاں مصلحت باز آمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرمود کہ اے علی شنیدی! کہ خدائے تعالیٰ با من دوش چہ کرامت کرد۔ گفت نشنیدم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، گفت دوش حلقہ گرفتم وابوطالب و مادر و پدر خویش را مغفرت خواستم فرمان شد حتی کہ مقتضی است بر من آں کہ بیگانگئ من بہ نبوت تو ایمان نیاورد و بتاں را باطل نہ گوید او را بہشت نہ دہم برو بر فلاں شعب مادر و پدر خویش وابوطالب راندا کن ایشاں زندہ شوند۔ پیش تو بیانید تو دعوت کنی ایمان بتو آرند۔ ہمچناں کردم بر بلندی رفتم فریاد کردم یا اماہ یا اتباہ یا عماہ ہر سہ تن از خاک سر بر آوردند وبمن ایمان آوردند۔ (اخبار الاخیار: ۱۳۵)

آپ نے فرمایا کہ تفسیر ام المعانی میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حجۃ الودع کے موقع پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو کسی ضرورت کے لئے کہیں بھیجا اور جب وہ اس ضروری کام کو انجام دیکر واپس آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا یا علی تم نے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کس شرف سے نوازا ہے۔ تو حضرت علی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں نے نہیں سنا آپ نے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے ابوطالب اور اپنے والدین کی مغفرت طلب کی تو ارشاد ہوا کہ وہ مجھ سے بیگانہ تھے اور آپ کی نبوت پر بھی ایمان نہ لائے اور نہ ہی انھوں نے بتوں کو باطل کہا میں ان کو جنت نہ دیتا مگر آپ فلاں گھاٹی پر تشریف لے جائیں اور اپنے والدین اور ابوطالب کو آواز دیں وہ زندہ ہو کر آپ کے پاس حاضر ہوں گے، تو اُنھیں آپ

دعوت اسلام دیں وہ آپ پر ایمان لائیں گے۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا اور بلندی پر جا کر آواز دی کہ اے میری امی جان اے میرے ابا جان اے میرے چچا جان میری آواز سنتے ہی تینوں حضرات نے اپنے سر زمین سے بلند کئے اور مجھ پر ایمان لائے۔

وقال قرطبی وقد سمعت اَنَّ اللہ احی عمہ اباطالب فامن بہٖ وروی السّہیلی فی الروض بسندہٖ انّ اللہ احییٰ ام النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وآباہ فآمنا بہٖ۔

(عمدۃ القاری شرح بخاری جلد نمبر ۱۸ / ۲۷۶)

اور فرمایا قرطبی نے اور بیشک سنا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چچا ابو طالب کو زندہ فرمایا پس وہ ایمان لائے، اور روایت بیان کی سہیلی نے اپنی کتاب الروض میں سند کیساتھ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی والدہ ماجدہ اور والد مکرم کو زندہ فرمایا تو وہ آپ پر ایمان لائے۔

وقیل اَنَّہٗ احیٰ وَاَسلَم ثم ماتَ ونقل ھٰذا القول بعضُ الصُّوفیَۃ۔

(تفسیر صاوی مطبوعہ مصر ۱۸۳)

امام صاوی مالکی زیر آیت انک لا تہدی، حضرت ابو طالب کے متعلق فرماتے ہیں اور کہا کہ انھیں زندہ کیا اور وہ اسلام لائے اور پھر فوت ہوئے اور یہ قول بعض صوفیہ نے نقل فرمایا ہے۔

# قطب عالم حضرت سید میر عبدالواحد بلگرامی رضی اللہ عنہ
# کی عظیم تحقیق

(حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوطالب کو قبر سے نکال کر کلمہ پڑھایا)

مخدوم شیخ سعد نے مجمع السلوک میں تحریر فرمایا ہے کہ میں نے یہ کلام اُمُّ المعانی میں دیکھا، کہ حضور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا۔ علی تم نے سنا کہ کل خدائے تعالیٰ نے مجھے کیسی بزرگی عطا فرمائی، عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں۔

فرمایا کل میں نے (کرم خداوندی کا) دامن تھاما اور اپنے والدین اور ابوطالب کی بخشش چاہی، فرمان جاری ہوا کہ ہمارے یہاں کا فیصلہ تو اٹل ہے۔ کہ جو میری وحدانیت پر اور تمہاری رسالت پر ایمان نہ لائے اور بتوں کو جھوٹا نہ مانے اُسے جنت عطا نہ فرماؤں گا اور نہ اُسے دوزخ سے چھٹکارا دوں۔ مگر آپ فلاں شعبہ یعنی ٹیلہ پر تشریف لے جائیں اور اپنے والدین اور ابوطالب کو آواز دیں۔

وہ زندہ ہوکر آپ کے روبرو حاضر آئیں گے، آپ انہیں ایمان کی طرف بلائیں وہ آپ پر ایمان لائیں گے تو میں عذاب سے انہیں چھٹکارا دوں گا۔ میں نے ایسا ہی کیا اور بلندی پر گیا اور میں نے کہا اے میری ماں اے میرے باپ اے میرے چچا تینوں بدن مٹی سے سر اور بدن جھاڑتے نکلے میں نے اُن سے کہا کہ میں جس چیز کے ساتھ مبعوث فرمایا گیا ہوں تمہیں اس کی حقیقت معلوم ہے۔ اور خدا کی وحدانیت بھی تم پر ثابت ہے اور بتوں کا باطل ہونا بھی تم سے پوشیدہ نہیں ہے۔ سب نے جواب دیا کہ بیشک ہمیں بالتحقیق یہ

معلوم ہو چکا کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور بت باطل ہیں اور آپ اُس کے رسول برحق ہیں۔ اِس پر اُن پر مغفرت کی کرامت نازل ہوئی اور وہ خوشی خوشی اپنی قبروں میں واپس چلے گئے، اور یہ ایمان اور مغفرت کی خصوصیت بھی انہیں کے لئے ہے۔ کسی اور کو اس پر قیاس نہیں کرنا چاہیے۔

(سبع سنابل شریف ۹۰ تا ۹۱، ایڈیشن ۲۰۱۱ء، رضوی کتاب گھر دہلی)

# حضرت ابوطالب سے مروی حدیثیں

## (راویان حدیث میں حضرت ابوطالب کا نمایاں مقام)

### (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کے پہلے چالیس سال کے راوی صرف حضرت ابوطالب ہیں)

حضرت ابوطالب کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرنا بھی ثابت ہے۔ ان میں سے ایک روایت صاحب سیرت حلبیہ نے اس طرح نقل فرمائی ہے۔

ترجمہ حدیث:۔ حضرت ابوطالب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک کی عبادت کرو اور اُس کی عبادت میں کسی دوسرے کو شریک نہ کرو۔ (سیرت حلبیہ)

حدیث:۔ دوسری روایت میں حضرت ابوطالب فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے بھائی کے بیٹے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد سنا کہ شکر کرنے سے رزق میں اضافہ ہوتا ہے اور کفر کرنے سے عذاب ہوتا ہے۔ (سیرت حلبیہ)

حدیث:۔ خطیب بغدادی نے اسے اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے کہ سیدنا امام جعفر صادق علی جدہٖ وعلیہ السلام نے اپنے والد گرامی سیدنا امام باقر علی جدہٖ وعلیہ السلام سے انھوں نے

اپنے والد محترم امام زین العابدین علی جدہٖ وعلیہ السلام سے انھوں نے اپنے والد محترم سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام سے انھوں نے اپنے والد مکرم حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ سے کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنے والد گرامی سیدنا ابوطالب کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ خدا کی قسم محمد ابن اخی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سچے ہیں۔ (نوٹ): یہ روایتیں ائمۂ اہلسنّت نے لیا ہے۔

# بغض حضرت ابوطالب کی وجہ

بغض ابوطالب کی اصل وجہ بغض رسالت ہے، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جب اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اپنی رسالت کا اعلان کیا تو سارا مکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا دشمن ہو گیا۔ تو حضرت ابوطالب نے کفار مکہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ساری دشمنی اپنے سر پر لے لی۔ ابوطالب سے مکہ میں کسی کی ذاتی لڑائی تو تھی نہیں سارے مکہ والے حضرت ابوطالب کو اپنا سردار مانتے تھے۔ کفار مکہ اُن کے لئے صحن کعبہ میں مسند بھی بچھاتے تھے۔ احترام بھی کرتے تھے۔ ان کے فیصلے کو حرف آخر مانتے تھے۔ مگر جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے وحدانیت و رسالت کا اعلان کیا تو سارا مکہ آپ کا دشمن ہو گیا۔ ایسے نازک ماحول میں حضرت ابوطالب ڈھال بن کر سامنے آئے، رسالت کے سب سے بڑے دشمن بنی امیہ والے تھے، شعب ابی طالب سے کربلا تک انھیں کا کردار نمایاں رہا۔ حضرت ابوطالب کے بعد حضرت مولا علی ڈھال بنے رہے۔

# حضرت ابو طالب کی اولادیں

تمہیں شجر ہو ثمر دار باغ ہاشم کے　　　　تمہیں سے شجرۂ عترت چلا ابو طالب
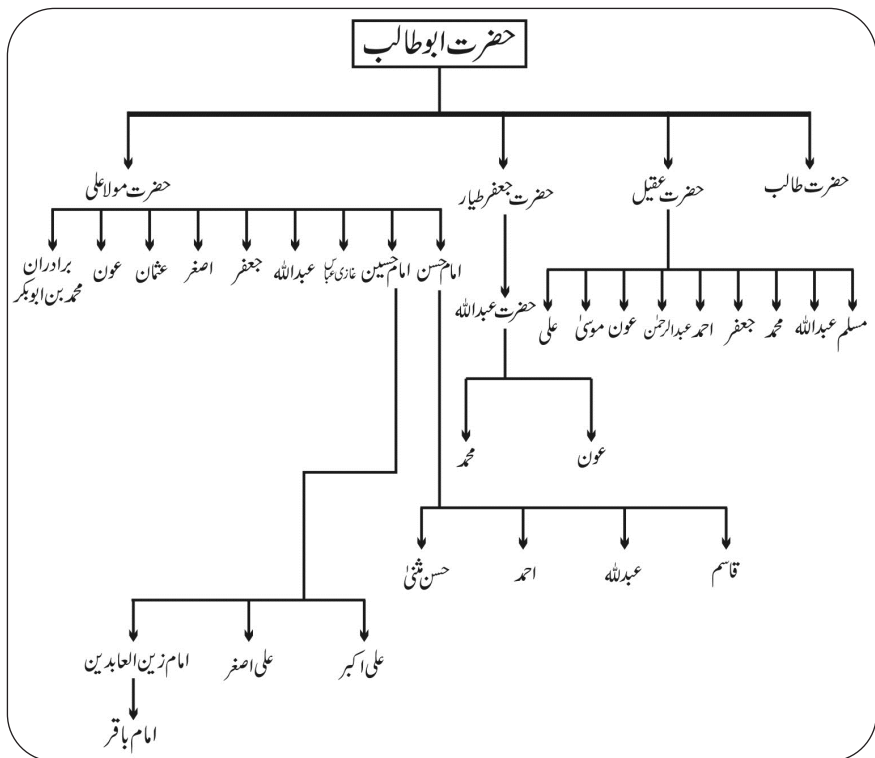
نوٹ:- اگر تاریخ کی ساری کتابیں جھوٹ ہو جائیں۔ اگر نعوذ باللہ قرآن کی تفسیر غلط کر دی جائے اور یہ کہہ دیا جائے کہ ابو طالب کا ذکر قرآن میں نہیں ہے۔ ہم ان کو صاحب ایمان نہیں مانتے۔ ہم ان کو کچھ نہیں سمجھتے، ہم تاریخ میں ان کو کہیں صاحب ایمان نہیں پاتے۔ سب کچھ جھٹلا دو مگر ایک حقیقت ایسی ہے جسے کائنات نہیں جھٹلا سکتی۔ کربلا میں جتنی قربانیاں پیش کی گئیں اُن کو تو نہیں جھٹلا سکتے، یہ سب ابو طالب ہی کی تو اولادیں ہیں انہیں کیسے جھٹلاؤ گے۔

# کون ابوطالب؟

کون ابوطالب؟ حضرت مولا علی نے جنہیں سید بطحا کہا۔
کون ابوطالب؟ جو حضرت عبدالمطلب کے بیٹے ہیں۔
کون ابوطالب؟ جو کعبہ کے متولی تھے۔
کون ابوطالب؟ جو حضرت عبداللہ کے سگے بھائی ہیں۔
کون ابوطالب؟ جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سگے چچا ہیں۔
کون ابوطالب؟ جو امین رسالت ہیں۔
کون ابوطالب؟ جو حضرت مولا علی کے والد ہیں۔
کون ابوطالب؟ جو حضرت امام حسن و حسین علیہم السلام کے دادا ہیں۔
کون ابوطالب؟ جو سیدۂ کائنات سلام اللہ علیہا کے سسر ہیں۔
کون ابوطالب؟ جو تین سال تک شعب ابی طالب میں حضور کے ڈھال بنے رہے۔
کون ابوطالب؟ جن کی نسل پاک سے امامت چلی ولایت چلی۔
کون ابوطالب؟ جن کا سارا خاندان اللہ کے دین کو بچانے کیلئے کربلا میں شہید ہو گیا۔
کون ابوطالب؟ جو نعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موجد ہیں۔
کون ابوطالب؟ جن کے انتقال کے سال کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عام الحزن (یعنی غم کا سال) فرمایا۔
کون ابوطالب؟ جن کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا باپ کہا۔
کون ابوطالب؟ جو کفر اور اسلام کے بیچ میں حضورؐ کیلئے آخری وقت تک ڈھال بنے رہے
کون ابوطالب؟ جن کے انتقال کے بعد اللہ تعالیٰ نے کہا اے میرے حبیب اب مکے میں تمہارا کوئی نہیں رہ گیا تم یہاں سے ہجرت کر جاؤ۔
کون ابوطالب؟ جن کو کافروں نے زندگی بھر مومن سمجھا اور مسلمانوں نے کافر سمجھا۔

# حضرت ابوطالب جس سے محبت کرتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اُس سے محبت کرتے ہیں

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عقیل ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں آپ سے دوہری محبت ہے۔ ایک محبت تو اس لئے ہے کہ آپ میرے چچازاد بھائی ہیں، اور دوسری محبت اس لئے ہے کہ ہمارے چچا حضرت ابوطالب آپ سے محبت کرتے تھے۔

ان الذین یوذون اللہ و رسولہٗ لعنھم اللہ فی الدنیا و الآخرہ (سورۂ احزاب آیت ۱۴۷)

ترجمہ: تحقیق جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذاء دیتے ہیں اُن پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے دُنیا اور آخرت میں۔

رسول پاک کی رحمت نوازنے آئی
زبان عشق سے جب بھی کہا ابوطالب

حضرت ابوطالب سے محبت کرنا سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے، اور اُن کے ساتھ بغض رکھنا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت دینا ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت دینے والے پر اللہ تعالیٰ لعنت فرماتا ہے۔ (تفسیر نعیمی)

حضرت ابوطالب پر لعنت ہرگز جائز نہیں، اس لئے کہ اُن کے کفر پر انتقال کرنے کی کوئی یقینی دلیل موجود نہیں۔ شیخ عبدالحق نے مدارج میں اُن کے ایمان پر انتقال کی روایت نقل کی ہے۔ نیز روح البیان نے بھی زندہ ہو کر ایمان لانا ثابت کیا ہے۔ بغرض محال اگر اُن کا انتقال کفر پر ہوا ہے تب بھی چونکہ انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کی ہے اور

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان سے بہت محبت تھی۔ اس لئے ان کو برا کہنا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایذا کا باعث ہوگا۔ اُن کا ذکر خیر ہی سے کرو یا پھر خاموش رہو۔ (تفسیر نعیمی جلد دوم ۱۰۶)

# قاضی دحلان مکی فرماتے ہیں

امام احمد بن حسین موصلی المعروف ابن وحشی ؒ محمد ابن سلامہ القضاعی متوفی ۴۵۴ھ کی کتاب شہاب الاخبار کے حاشیہ پر فرماتے ہیں کہ بیشک حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ، سے بغض رکھنا کفر ہے اور اس پر نص موجود ہے۔ (اسنی المطالب فی نجاۃ ابوطالب قاضی دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ/ ۱۶۲)

# حضرت ابوطالب اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دستر خوان

علامہ رومی علیہ الرحمہ نے اسے اپنی مثنوی میں تفصیل سے لکھا ہے۔

واخرج ابو نعیم عن عباد بن عبد الصمد قال اتانا انس بن مالک فقال یا جاریَۃُ ھلمی المائدہ فتغدی فأتت بہا ثم قال ھلمی المندیل فاتت بمندیل وسخ فقال اسجری التنور فاوقد فامر بمندیلٍ فطرح فیہ فخرج ابیض کانَّہُ اللبَنُ فقلنا ما ھٰذا قال ہٰذا مندیل کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یمسح بہٖ وجہہٗ فاذا انسخ صنعنا بہٖ ھٰکذا لانَّ النارَ لاتاکلُ شیئًا مرَّ علی وجوہ الانبیاء علیہم السلام۔

(الخصائص الکبری الجزء الثانی جلد ۰۳، صفحہ ۸۰)

ابو نعیم حضرت عباد بن عبد الصمد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، کے گھر گئے انھوں نے اپنی کنیز سے فرمایا۔ دستر خوان لایئے تاکہ ہم کھانا

کھائیں۔ وہ دستر خوان لائی، فرمایا رومال بھی لاؤ، وہ ایک رومال لائی جو میلا تھا۔ انھوں نے فرمایا اسے تنور مین ڈال دو۔ پس اس نے وہ رومال (آگ سے بھڑ کتے ہوئے) تنور میں ڈال دیا۔ جب اُسے نکالا گیا تو وہ ایسے سفید تھا جیسے دُودھ۔ ہم نے حیران ہوکر کہا یہ راز کیا ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ وہ رومال ہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے چہرۂ اقدس کو صاف فرماتے رہے۔

یہ جب بھی میلا ہوتا ہے، تو ہم اسے اسی طرح آگ میں ڈال کر صاف کر لیتے ہیں، کیونکہ جو چیز انبیائے کرام کے مبارک چہرے سے مس ہوجائے اُسے آگ نہیں جلاتی۔ فتح مکہ کے دن جب خانۂ کعبہ کو بتوں سے پاک کرنے کے لئے انھیں گرایا جارہا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے عصائے مبارکہ سے اشارہ کرکے فرماتے۔

جَاءَالْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقاً۔

حق آگیا اور باطل مٹ گیا بے شک باطل مٹنے والا ہے۔

آپ نے کسی بت کو ہاتھ سے نہ گرایا، دریافت کرنے پر فرمایا جس چیز کو میرا ہاتھ چھو جائے وہ دوزخ میں نہ جائیگی۔

نتیجہ:- یہ بات صرف بُتوں کے ساتھ یا دستی ورومال اور دستر خوان کے ساتھ ہے کہ حضرت ابوطالب کے بھی ساتھ ہے، حضرت ابوطالب تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے کندھے پر لیکر چلتے اور کھانا کھلاتے، کپڑا دُھلتے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بچا ہوا کھانا اور پانی کھاتے پیتے۔ اپنے ساتھ بستر پر سلاتے تھے۔ پھر بھی لوگوں نے انہیں جہنم میں وہ بھی آخری طبقہ میں پہونچا دیا۔ نعوذ باللہ صد بار نعوذ باللہ

میرے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ جب ایمان نہیں لائے تھے، کفار مکہ

حضرت عباس کو جنگ بدر میں مسلمانوں کے مقابلے میں اپنے ساتھ لے گئے تھے، جنگ میں جب مسلمانوں کو فتح ملی کفار بری طرح شکست کھا گئے۔ کافی قتل ہوئے باقی قید کر لئے گئے۔ سارے قیدیوں کے ہاتھ اور پیر باندھ دیئے گئے۔ انھیں قیدیوں میں میرے آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت عباس بھی باندھے گئے۔ رات میں حضرت عباس کے کراہنے کی آواز میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کان میں آئی۔ میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات بھر نہ سو سکے، ساری رات بےچین رہے۔ آپ سے برداشت نہ ہو سکا، یہاں تک کہ آپ نے صبح حضرت عباس کے ہاتھوں سے رسیاں کھلوا دیں۔

حضرت عباسؓ بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا ہیں جو کفار کی طرف سے لڑنے آئے تھے، دشمن بن کے آئے تھے، مگر میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے کراہنے کی آواز برداشت نہ ہوئی، آپ نے اسیریت سے آزاد کروا دیا۔ مگر حضرت ابوطالب جو ہمہ وقت ڈھال بن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں وارفتہ رہتے تھے اور اکیلے کفار مکہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے زندگی بھر مقابلہ کرتے رہے۔ تو کیا اپنے مشفق چچا حضرت ابوطالب کی کوئی تکلیف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو برداشت ہو گی؟ چاہے دنیا ہو چاہے آخرت۔

# یہ سبھی ائمۂ طاہرین ابوطالب کی نسل پاک سے ہیں

حضور مولائے کائنات سید الاولیاء حضرت علی کرم اللہ وجہہ تمام اولیاء و آصفیاء کے مبداء وملجااور پیشوائے اعظم ہیں۔ آپ کی ولایت بشان امامت محیط عالم اور ہمہ گیر ہے۔

کشور ولایت کے بارہ امام تاجدار ہیں، یہ سب حضرات آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اولاد علی رضی اللہ عنہٗ میں سے ہیں ان کا سلسلہ علوم میں رسالت واسرار ولیات میں جناب علی مرتضیٰ پر منتہی ہوتا ہے۔ ان سب حضرات نے نہ کسی سے علم ظاہر پڑھا نہ علم باطن سیکھا۔ ان کا علم لدنی بعطائے ربانی ہے۔ صوفیہ میں یہ سلسلہ سلسلۃ الذہب کہلاتا ہے۔ یہ سب ابو طالب کی اولاد ہیں۔ ترتیب اس طرح ہے:

# پہلے امام فی الولایت حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ہیں

آپ امام الائمہ اور تمام اولیاء اللہ کے منبع ہیں۔ بقول امام فخر الدین رازی زہد وروع میں صحابہ تک آپ کے مقلد ہیں۔ آپ اقلیم ولایت کے واحد صاحب تصرف نائب مولائے کل ہیں۔ تمام اصفیاء اور اہل اللہ آپ ہی سے فیض یافتہ ہیں۔ آپ سے بکثرت کشف وکرامات کا ظہور ہوا۔ آپ کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ آج تک آپ کے فیض ولایت سے تمام ولی اللہ صاحب کرامت ہوتے چلے آئے ہیں اور قیامت تک ہوتے رہیں گے۔ آپ علیہ السلام رمضان ۴۰ھ مسجد کوفہ میں شہید ہوئے۔ روضہ منورہ زیارت گاہ عالم نجف اشرف میں ہے۔

# آپ کے فضائل میں چند حدیثیں پیش ہیں

مناقب میں عبداللہ ابن عباس سے روایت ہے اور مواداتِ میر سید علی ہمدانی میں عمر

بن خطاب رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

لو ان الریاض اقلام والبحر مداد والجن حسّابٌ، اَلْاُنُسُ کتاب ما احصٰی فضائل علی ابن ابی طالب (مناقب خوارزمی)

یعنی اگر تمام درخت قلم بن جائیں اور تمام سمندر سیاہی ہوجائیں اور جنّ حساب کرنے والے ہوں اور انسان لکھنے والے ہوں تو بھی علی ابن ابی طالب کے فضائل شمار نہیں کر سکتے۔

عن جابر بن انصاری قال النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم وآلہ وسلم حق علی علی ھٰذہ الامۃ کحق الوالد علی ولدہ۔ (اربعین امام رازی)

حضرت جابر بن انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ علی کا حق اس امت پر ایسا ہے جیسے باپ کا حق اپنے بیٹے پر ہوتا ہے۔

لَوِ اجْتَمَعَ النَّاسُ علیٰ حُبِّ عَلِی بن اَبِیْ طَالِبٍ لَمَا خَلَقَ اللّٰہُ النَّارَ۔

(کتاب مسند الفردوس)

اگر لوگ علی ابن ابو طالب کی محبت پر جمع ہوجاتے تو اللہ جہنم کی آگ کو پیدا ہی نہ فرماتا۔

# دوسرے امام حضرت امام حسن علیہ السلام ہیں

آپ چھوٹی عمر میں لوح محفوظ کا مطالعہ کرتے تھے۔ آپ کا علم لدنی تھا کسبی نہ تھا۔ (فتح الباری شرح بخاری)

خواجہ حسن بصریؒ نے اپنے ایک خط میں آپ کو لکھا ''علم تو بتعلیم خدا است''، یعنی آپ کا علم اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے ہے نہ کہ کسی کے پڑھانے سے لکھانے سے۔ (نور العارفین)

آپ بوسہ گاہ رسول اکرم ہیں۔خون ولحم مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکات سے مستفیض ہیں۔
وفات العمر ۴۷ سال بتاریخ ۲۸ صفر المظفر ۵۰ھ میں زہر دینے سے ہوئی۔روضہ مطہرہ مدینہ منورہ کی جنت البقیع میں زیارت گاہ ہے۔(کرامات کے لئے ابونعیم وحامۃ الاولیاء دیکھئے)

## تیسرے امام حضرت امام حسین علیہ السلام ہیں

آپ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لعاب دہن چشیدہ محبوب اور بوسہ گاہ ہیں۔آپ کے متعلق رسول برحق نے فرمایا ''حسین میری جرأت اور میرا وجود ہے''۔(طبرانی بروایۃ سیدۃ النساء)
نیز فرمایا ''اے پروردگار میں ان (حسین کو) دوست رکھتا ہوں تو بھی ان کو دوست رکھ اور دوست رکھ اس شخص کو جو انہیں دوست رکھے''۔(طبرانی بروایۃ ابوہریرہؓ)
آپ کو یزیدی فوج نے بتاریخ ۱۰ محرم الحرام ۶۱ھ کربلا کے میدان میں شہید کیا۔
بعد شہادت آپ کے سر اقدس تک سے کرامتوں کا ظہور ہوا، روضہ منورہ کربلا میں زیارت گاہ خلائق اور فیض بخش عوام وخواص ہے۔

## چوتھے امام حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ ہیں

ابن عباسؓ جب آپ کو دیکھتے فرماتے:۔مرحبا اے محبوب کے محبوب بیٹے۔(تذکر الخواص الائمہ)
ابن زہری کہتے ہیں کہ میں نے علی بن حسین (امام زین العابدینؓ) سے افضل اور فقیہ کوئی نہیں دیکھا (طبقات الحفاظ)
حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد جب آپ کے چچا حضرت محمد بن

حنفیہ نے آپ سے فرمایا کہ میں تمہارا چچا ہوں اور عمر میں بھی تم سے بڑا ہوں لہٰذا تبرکات مصطفوی و مرتضوی مجھ کو دیدو کیوں کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے بعد میرا حق ہے۔ حضرت امام زین العابدین نے فرمایا:

اس کا فیصلہ کر لینا ضروری ہے کہ امام حسین کے بعد امام برحق کون ہے۔ آیئے ہم حجر اسود سے پوچھ لیتے ہیں۔ دونوں حضرات حجر اسود کے قریب تشریف لے گئے۔ حضرت سجاد نے اسمائے ماثور الٰہی پڑھ کر حجر اسود کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا ''اے حجر اسود اس کا فیصلہ تیرے ہاتھ میں ہے کہ حضرت امام حسین کے بعد کون امام برحق ہے اور وصی و جانشین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے؟'' حجر اسود بحکم رب العزت بزبان فصیح گویا ہوا کہ ''اے محمد بن حنفیہ امامت حضرت سجاد کا حق ہے۔ کل اُمور دین پر ان کی اتباع لازم ہے''۔ (دیکھو شواید النبوت)

اس روایت سے یہ صاف ظاہر ہو گیا کہ امام بعطائے ربانی ہے اور یہ اسی شخص کے لئے مختص ہے جو منجانب حق تعالیٰ عطا کی گئی ہے اور امام درحقیقت رسالت کے اسرار و علوم کا راز دار و مبلغ ہوتا ہے۔

آپ دن رات میں ایک ہزار رکعت پڑھا کرتے تھے اور پوشیدہ خیرات کیا کرتے تھے۔ (صواعق محرقہ، ابن حجر ہیثمی)

مشہور شاعر فرزدق نے آپ کی منقبت میں قصیدہ لکھا ہے جس کے بعض اشعار کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

یہ اس گروہ کے ہیں جن کی محبت دین ہے اور ان سے بغض رکھنا کفر ہے۔ جب پرہیز گاروں کا شمار کیا جائے تو یہ ان کے امام ہیں۔ اگر پوچھا جائے کہ زمین پر (اسوقت) رہنے والوں میں کون افضل ہے تو جواب دیا جاتا ہے کہ یہی ہیں۔

آپ کو یزیدی لشکر نے قید کیا بعد ازاں عبدالملک بن مروان نے قید کیا اور ولید بن عبد

الملک نے آپ کو زہر دیا۔ اس زہر خورانی سے آپ کی شہادت بتاریخ ۱۲ رمحرم الحرام ۹۵ھ میں بعمر ۵۷ سال ہوئی۔ روضہ منورہ اپنے چچا کے پہلو میں جنت البقیع میں ہے۔ (دیکھو تذکرہ خواص الائمہ وصواعق محرقہ)۔ آپ کی کرامات صواعق میں دیکھئے۔

# پانچویں امام حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ ہیں

آپ کو اس لئے باقر کہتے ہیں کہ آپ معارف وحقائق واحکام وحکمت اور لطائف (لطائف ستہ) کے سر پستہ خزانے ظاہر فرماتے تھے اور اس وجہ سے بھی آپ کو باقر کہا جاتا ہے کہ آپ علم کے باقر وجامع اور مشہور بلند کرنے والے ہیں۔ (صواعق محرقہ)

آپ کا قلب صاف، علم روشن، نفس پاک اور خلقت شریف تھی۔ آپ کے اوقات اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے اس درجہ معمور تھے کہ وصف بیان کرنے والے ان کے بیان سے قاصر ہیں۔ سلوک ومعارف میں آپ کے اقوال کثیر ہیں۔ (صواعق محرقہ)

آپ سے حضرت ابراہیم ادہم بلخی نے خرقہ پہنا۔ (انوار العارفین)

ابن مدینی (فرزند مدینی قلندر) سے مروی ہے کہ جابرؓ حضرت امام باقر علیہ السلام سے ان کی صغرسنی میں کہنے لگے کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو سلام کہا ہے۔“ حاضرین نے کہا ”یہ کیسے ہوسکتا ہے“ جابرؓ نے کہا میں ایک دن مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا اور حسینؓ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں کھیل رہے تھے۔ رسول برحق نے فرمایا ”حسینؓ کا ایک لڑکا محمد (امام باقرؓ) ہوگا۔ اے جابر اگر تو اس وقت تک زندہ رہے تو اس کو میرا اسلام کہنا۔ (صواعق المحرقہ)

اس حدیث نبوی سے امام باقر علیہ السلام کا بلند ترین مرتبہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نسبت نامہ کا اظہار ہوتا ہے۔

قاضی ابو یوسف کا بیان مظہر ہے کہ امام ابو حنیفہ نے آپ سے علمی استفادہ کیا۔ (دیکھو تذکرۃ الخواص الائمہ)

بقول مندرجہ صواعق المحرقہ آپ کو زہر دینے سے بعمر ۵۸ رسال ۱۱۷ھ میں شہید کئے گئے مگر بقول طبقات ذہبی آپ کی شہادت بعمر ۷۳ رسال ۱۱۴ھ میں ہوئی۔

آپ کے مکاشفات و کرامات صواعق المحرقہ وغیرہ میں مرقوم ہیں۔

# چھٹے امام حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہٗ ہیں

آپ کا شجرہ علمی اس درجہ اعلیٰ وارفع تھا کہ امام بوحنیفہؒ جیسے جلیل القدر عالم تک نے آپ سے استفادہ کیا۔ حافظ ذہبی طبقات امام ابو حنیفہ کا یہ قول ارقام فرماتے ہیں ''اگر میں دو سال امام جعفر علیہ السلام کی خدمت میں نہ رہتا تو ہلاک ہو جاتا۔

خاندان طیور کے بزرگ مبدا بایزید بسطامی قدسرہ نے جناب امام جعفر علیہ السلام سے خرقہ خلافت فی الطریقت پہنا۔ (تذکرۃ العابدین وغیرہ)

سر حلقہ صوفیا داؤد طائی نے بھی آپ سے فیض صحبت حاصل کیا۔ (نور العارفین)

آپ کی وفات زہر دینے سے بعمر ۶۸ رسال ۱۴۸ھ میں بماہ شوال ہوئی۔ مزار اقدس جنت البقیع میں ہے۔ آپ کی تصنیف کتاب جعفر الجامع ہے۔ آپ کی کرامات صواعق المحرقہ میں مرقوم ہیں۔

# ساتویں امام حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہٗ ہیں

بباعث کثرت عبادات واجتہادات اور شب بیداریوں کے آپ کو عبد الصالح کہا جاتا ہے۔ (طبقات الحفاظ)

خلیفہ ہارون رشید نے آپ کو کعبۃ اللہ کے پاس بیٹھا دیکھا تو کہنے لگا ''آپ ہی لوگوں سے پوشیدہ بیعت لیتے ہیں'' آپ نے فرمایا میں دلوں کا امام ہوں تو جسموں کا امام ہے'' یعنی تیری خلافت جسموں پر حکومت کرتی ہے اور میری امامت دلوں پر حکمراں ہے۔ بعد ازاں ہارون رشید نے آپ کو قید کر دیا۔ ہارون رشید کے حکم سے سری بن شاہک نے آپ کو کھجوروں میں زہر دیا آپ کی وفات بعمر ۶۵ سال بتاریخ ۵ رجب المرجب ۱۸۳ھ میں ہوئی۔ بغداد کے غزنی جانب مدفون ہوئے۔ (صواعق المحرقہ)

آپ کی تصانیف میں سے المسند مشہور ہے۔ اس کو حافظ ابونعیم اصفہانی صاحب علیہ الابرار نے آپ سے نقل کیا ہے۔

آپ کی کرامات اور مکاشفات ابن جوزی نے نقل کئے ہیں۔

# آٹھویں امام حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہٗ ہیں

جب آپ نیشاپور میں تشریف فرما ہوئے تو لوگوں کا آپ کے استقبال کے لئے اس درجہ ہجوم ہوا کہ چلنا دشوار تھا۔ اس موقع پر آپ نے ایک حدیث بیان فرمائی جو بیس ہزار آدمیون نے قلمبند کی۔ (تاریخ نیشاپور)

پیشوائے قادریاں حضرت معروف کرخی قدسرہ نے جناب امام علی رضا سے خرقہ پہنا (تذکرۃ الاولیاء)

آپ کی وفات ۲۰۳ھ کے ماہ صفر میں زہر دار انگور کھلانے سے ہوئی۔ اس وقت آپ کی عمر شریف ۵۵ سال کی تھی۔ طوس کے قریہ سنا آبادی میں مدفون ہوئے آج کل عام طور سے اسے مشہد مقدس کہتے ہیں۔ آپ کے آستانہ پاک کی عمارت وسیع ہیں زائرین بکثرت حاضری دیتے ہیں اور فیض پاتے ہیں، لنگر بھی بڑے انتظام اور سلیقے کے ساتھ

جاری ہے۔

امام بوحنیفہ ومحمد ابن حبان نے اپنی (الصحیح) میں لکھا ہے کہ میری بلائیں امام رضا کے توسل سے ٹل گئیں۔ امام نووی نے بھی اس کا تذکرہ کیا ہے۔

آپ کی تصانیف میں سے مشہور کتاب المسمند اہل بیت ہے۔ اس میں آپ نے اہل بیت کے مرویات جمع فرمائے ہیں۔ (کشف الظنون)

آپ کی کشف وکرامات کے لئے صواعق محرقہ وتذکرہ خواص الائمہ دیکھئے۔

# نویں امام حضرت امام محمد تقی الجواد رضی اللہ عنہ ہیں

آپ نو سال کے تھے کہ مامون رشید آپ کے فہم ودانشمندی کا گرویدہ ہوکر آپ کو اپنے یہاں لے گیا۔ اس قدر اس پر آپ کے علم وفضل وکمال عقل اور ظہور برہان کی حقیقت کھل گئی، اسی قدر مامون آپ کی تعظیم وتکریم میں مبالغہ کرتا گیا۔ آخر کار اس درجہ عقیدت مند ہوا کہ آپ کے ساتھ اپنی لڑکی ام الفضل کی مناکحت کا قصد کیا۔ ابن عباس مانع ہوئے اور آپ کے امتحان کے لئے اس زمانے کے جید عالم اور بے نظیر مناظر یحیٰی بن اکثم مناظر کو لائے۔ سب اراکین دوست جمع ہوئے۔ اس نے آپ سے چند سوالات کئے آپ نے بحسن خوبی سب مسائل کا جواب دیا بعد ازاں مامون کے کہنے پر آپ نے اس سے ایک سوال کیا مگر وہ جواب نہ دے سکا، پھر مامون نے اسی مجلس میں اپنی لڑکی کے ساتھ آپ کا نکاح کردیا۔ (مزید تفصیلات صواعق المحرقہ میں دیکھئے)

آپ کی وفات بماہ محرم ۲۲۰ھ بعمر ۲۵/سال ہوئی۔ اپنے جد امجد امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ، کے روضہ کے متصل بغداد میں مدفون ہوئے۔ کہتے ہیں کہ آپ کو بھی زہر دیا گیا۔

آپ کے کشف وکرامات صواعق المحرقہ میں مرقوم ہیں۔

## دسویں امام حضرت امام علی النقی رضی اللہ عنہ ہیں

آپ علم وسخاوت میں اپنے والد بزرگوار کے جانشین تھے (صواعق المحرقہ)

خلیفہ متوکل نے ایک دفعہ تیس ہزار درہم آپ کی خدمت میں بھیجے آپ نے وہ سب ایک ضرورت مند کو دیدیئے اس نے عرض کیا حضور مجھے تو صرف دس ہزار درہم کی ضرورت تھی ان میں سے بیس ہزار واپس کرنا چاہا مگر آپ نے اس میں سے ایک درہم بھی نہیں لیا۔ اعرابی یہ کہتا ہوا چلا گیا ''اللہ تعالیٰ ان کے مقام کو خوب پہچانتا ہے''۔ (صواعق المحرقہ)

آپ کی وفات پیر کے دن بتاریخ ۲۵/ جمادی الآخر ۲۵۴ھ میں ہوئی عمر شریف چالیس سال کی ہوئی۔ سامرہ میں اپنے مکان کے اندر مدفون ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کی رحلت بھی زہر دینے سے ہوئی۔ (صواعق المحرقہ) آپ کی کرامات صواعق المحرقہ دیکھئے۔

## گیارہویں امام حضرت امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ ہیں

آپ ابھی لڑکے ہی تھے کہ بہلول دانا کا گزر آپ کے قریب ہوا۔ انھوں نے دیکھا کہ اورلڑکے تو کھیل رہے ہیں اور جناب امام ایک جگہ کھڑے رو رہے ہیں۔ بہلول نے خیال کیا شاید آپ اس چیز کے لئے رو رہے ہیں جس سے اورلڑکے کھیل رہے ہیں۔ کہنے لگے ''لڑکے نہ رو ہم ایسی کھیل کی چیز تمہارے لیئے بھی منگا دیں گے''۔ جناب امام نے فرمایا ''اے کم عقل ہم کھیلنے کے لئے پیدا نہیں ہوئے ہیں بہلول نے کہا پھر کس کے لئے پیدا ہوئے ہو'' آپ نے فرمایا ''علم اور عبادت کے لئے''۔ (صواعق المحرقہ)

آپ نے جمعہ کے دن بتاریخ ۸/ ربیع الاول ۲۶۰ھ میں وفات پائی۔ اس وقت آپ

کی عمر شریف اٹھائیس سال کی تھی ۔ کہا جاتا ہے آپ کو بھی زہر دیا گیا۔

## بارہویں امام حضرت امام مہدی علیہ السلام ہیں

مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آپ کے متعلق بہت سی احادیث ارشاد فرمائی ہیں تفصیلات ابو نعیم، طبرانی، ابو داؤد والدیلمی وغیرہ میں موجود ہیں ۔ ان میں آپ کی پہچان، مشرق سے مغرب تک آپ کے فتحیاب ہونے کا ذکر کیا گیا ہے۔اور آپ کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو مقدس اور برگزیدہ ائمہ اہل بیت کی محبت اور عقیدت سے فیض عطا فرمائے۔آمین ثم آمین۔

☆☆☆

## ایمان ابوطالب پر ائمہ کا چار طبقہ ہے

حضرت ابوطالب کے ایمان پر ائمہ کا چار طبقہ ہوگیا ہے۔ امت مسلمہ چودہ سو سال سے حضرت ابوطالب کے ایمان ار کفر پر اُلجھی ہوئی ہے۔ یہ مسئلہ اتنا الجھا دیا گیا ہے کہ اچھے اچھے اِسی میں اُلجھ کے رہ گئے ۔لوگ فیصلہ ہی نہیں کر پا رہے ہیں کہ کیا کروں ۔ میں نے حا ٔروں طبقہ آپ کے سامنے پیش کر دیا ہے۔

پہلا طبقہ:- جو حضرت ابوطالب کے ایمان کا قائل ہے، ایمان ابوطالب پر اُن کا اتفاق ہے وہ ائمہ اہلبیت ہیں۔ جیسے حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ، حضرت امام حسنؓ، حضرت امام حسینؓ اور سارے ائمہ طاہرین ایمان ابوطالب کے قائل ہیں۔ کہ ابوطالب دنیا سے باایمان گئے۔

دوسرا طبقہ:- یہ کہتا ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر حضرت ابوطالب کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبر سے نکالا اور کلمہ پڑھایا، جیسے مصنف تفسیر روح البیان علامہ حقی، اما قرطبی، امام ابن حجر مکی، منصف ام المعانی، امام صاوی، حضرت قطب دوراں میر عبدالواحد بلگرامی، علامہ جلال الدین سیوطی۔

تیسرا طبقہ:- یہ طبقہ حضرت ابوطالب کے کفر کا قائل ہے، جیسے حضرت امام بخاری، امام مسلم۔

چوتھا طبقہ:- یہ طبقہ خاموش ہے، حضرت ابوطالب کو نہ مومن کہتا ہے نہ کافر۔

آپ کس کے ساتھ ہیں، آپ جس کے ساتھ چاہیں رہیں۔

ہے تم کو اختیار رہو تم کسی کے ساتھ     جنت ملے گی صرف حسین و حسن کے پاس

# اقوالِ زرّیں

- اللہ علم سے نہیں ملتا ہے بلکہ عشق سے ملتا ہے، اگر علم سے ملتا تو ابلیس ضرور اللہ کو پالیتا۔
- حضرت ابوطالب کو کافر کہنے سے ڈرو، اسلئے کہ انھیں کا بیٹا جنت و جہنم بانٹے گا، کہیں ایسا نہ ہو کہ....
- چراغ جلے تو روشنی ہوتی ہے، اور روشنی چوروں کو کبھی اچھی نہیں لگتی۔

# منقبت از قلم: ڈاکٹر انجم لکھنوی

کی فخر رسولاں نے توثیق ابو طالب
تم کر لو حدیثوں میں تحقیق ابوطالب

اک نور سے اس گھر کی تعمیر رکھی رب نے
زیبا نہیں احمد سے تفریق ابو طالب

پالے جو رسالت کو پالے جو امامت کو
کی رب نے اسی باعث تخلیق ابوطالب

گستاخ نہ سمجھیں گے عمران کی عظمت کو
قرآن کا سورہ ہے تصدیق ابوطالب

تقلید محمد میں یہ عمر کٹے انجم
مجھ کو جو میسر ہو توفیق ابوطالب

# منقبت حضرت پارسا بستوی

تھے مُصحف ناطق کے جُزدان ابوطالب
ہیں گلشن رحمت کے گلدان ابوطالب

آ تجھ کو دکھاہوں میں شان ابوطالب
گہوارۂ رحمت ہے ایوان ابوطالب

مکہ میں ہر اک شر سے رحمت کو بچایا ہے
ہے سارے زمانے پر احسان ابوطالب

قندیل رسالت کیا بوجہل بجھا پاتا
فانوس الٰہی تھے سلطان ابوطالب

اسلام کی وہ پہلی دعوت تو پتہ ہوگی
کلمہ تھا محمد کا اور نان ابوطالب

باطل کے عزائم سب مٹی میں مٹا ڈالا
پھر کیسے قلم لکھے شایان ابوطالب

انوار الٰہی کو ظلمت سے بچایا ہے
اے اہل خرد یہ ہے ایمان ابوطالب

ہم جیسے دیوانوں کو وہ خلد نہیں چاہیئے
جس میں نہ میسر ہو دامان ابوطالب

مدحت کے گہر کم ہیں تعریف کروں کیسے
ایمان سے بڑھ کر ہے عرفان ابوطالب

اے پارسؔا عترت کی مدحت کے عوض تیرے
بن جائیں گے بخشش کے سامان ابوطالب

۹۲/۸۶ء

# تاثر

## تنقید نگار مصنف: سر نور محمد خان سر گرو، بمبئی

''ساری تعریف اللہ کی ذاتِ پاک کے لئے جس نے اپنے نور سے پنجتن پاک بنائے، پھر تمام عالمین کی تخلیق کی، اور ہمارے لئے اپنی راہ دکھانے کے لئے اپنے مظہر نور (پنجتن پاک) کو فائز کیا۔ سلامتی ہو اُن پر بیشمار درود و سلام ہو اُن پر جنھوں نے ہمیں اپنی غلامی میں لیا۔ بشر تو رنور کی غلامی ہی کر سکتا ہے!''

بات سیدھی بھی ہے زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں لیکن مجبوری یہ ہے کہ سیکڑوں برس کی برین واشنگ نے ہمارے دماغوں میں اس قدر خرابی ڈالی ہے کہ لوگوں کے دماغ میں سیدھی آسان سی بات بھی نہیں آتی۔ زیادہ تر لوگوں کے ساتھ سبھی فرقوں کے جن میں کئی عالم بھی ہیں مصیبت یہی ہے کہ کوئی کچھ کہے تو پہلے بت سمجھنے سننے کے بجائے یہ سوچنے لگتے ہیں کہ یہ کون ہو سکتا ہے؟ شیعہ تو نہیں ہے؟ شاید کوئی وہابی ہے؟ یہ ذہنیت رکھ کر سننے کی عادت ہوگی تو کبھی حق تک نہیں جا سکتے! اور سبھی فرقوں میں اکثر یہ پایا جاتا ہے کہ اپنی سوچ صحیح ثابت کرنے کے چکر میں غلط بیانی سے کام لیتے ہیں یا آیات کا غلط مطلب بھی نکالینگے۔ حدیث آدھی بیان کرینگے ایک ایسی ہی مثال ہے۔

سورۂ انفال آیت ۷۴۔ ''جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جنھوں نے پناہ دی اور مدد پہنچائی۔ یہی لوگ سچے مومن ہیں۔ ان کے لئے بخشش ہے اور عزت کی روزی''۔ ''والذین آمنوا۔۔۔۔۔۔ وّرزق کریم''۔ اس آیت کو

حضرت ابوطالب کا ایمان ثابت کرنے کے لئے بھی پیش کیا جاتا ہے۔ کیوں کہ اُنھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت کی۔ اپنا گھر پناہ گاہ بنایا۔ اپنے مال و اولاد سے مدد کی۔ لیکن وہیں کئی لوگ کہتے ہکہ یہ آیت حضرت ابوطالب کے لئے نہیں ہے! یہ آیت مدنی ہے۔ مکہ سے مدینہ ہجرت کرنے والوں کے بارے میں ہے۔ اور حضرت ابوطالب کا انتقال تو مکہ میں ہی ہو گیا تھا۔ ٹھیک ہے۔ مدنی آیت ہے۔ لیکن ایسی سوچ کم عقلی کی طرف اشارہ کرتی ہے! کیوں؟

بے شک یہ آیت براہِ راست حضرت ابوطالب کے لئے نہیں ہے لیکن ایسا کہنے والے یہ نہیں دیکھتے کہ اللہ نے اس آیت میں کہا کیا ہے! اللہ نے اس آیت میں مومن کی تعریف بتائی ہے! ''جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پناہ دے اور مدد کرے وہی مومن۔'' بات کی اصل یہ ہے اور یہ مکہ اور مدینہ لے کر اُلجھ گئے! اب یہ سوچئے کیا مکہ میں مومن کی تعریف کچھ اور تھی؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف دینے والے مومن تھے؟ اب یہ دیکھئے کہ تاریخ اسلام میں تین ہستیاں ایسی ہیں۔ جن سے بڑھ کر اسلام کے لئے اپنا سب کچھ لُٹانے والا، وفا کرنے والا، اور کوئی نہیں۔ حضرت ابوطالب، بی بی خدیجہ اور حضرت علی جنھوں نے اپنی ولادت سے لے کر آپ کے آخری وقت تک وفا کی، کبھی ساتھ نہ چھوڑا۔ فرض کیجئے اگر مدینہ میں یہ آیت آئے کہ شراب حرام ہے تو کیا اس کا مطلب یہ ہوگا۔ کہ شراب صرف مدینہ میں حرام ہے! آپ مکہ جاؤ تو وہاں پی سکتے ہو۔ یا دہلی، لاہور، سنگاپور، لندن میں ہو تو وہاں پی سکتے ہو! کیا عقل ہے! کیا بُغض پہ قائم رہنے کا راستہ نکالتے ہیں۔ اللہ اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی حکم دیا، یا کسی چیز کی کوئی تعریف بتائی تو وہ سارے عالمین کے لئے ہے۔ حکم چاہے جہاں دیا گیا ہو! یہ ہے فرقوں کی عینک لگا کر سمجھنے کی کوشش کرنے کی خرابی! اور اصل وجہ بس یہ ہے کہ دل میں علی کو وہ جگہ نہیں دی جو اُستاد کی ہونی چاہئے۔ علم کے شہر کے دروازے میں جانے

کا مطلب یہی ہے دل میں علی کی محبت پیدا کرنا۔ دیوار پھلانگ کر کوئی علم کے شہر میں داخل نہیں ہوسکتا۔ ''قرآن اور میری آل کو تھامے رہو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے''۔

اللہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتیں یا احکام اپنی پسند سے کچھ ماننا، کچھ نہ ماننا یہ ابلیس کا طریق ہے۔ اور مکمل فرمابرداری صرف اسی صورت میں ہوسکتی ہے جب دل میں محبت، سب سے بڑھ کر ہو۔ اس لئے ضروری ہے کہ اپنی پسند ناپسند کو، سوچ و عقل کو اللہ رسول کی پسند ناپسند کے تابع کر جائے۔ یہی اصل سجدہ ہے۔ خود کی خواہشات کو صفر کر دیا جائے۔ یعنی خود کو ''لا'' کر دیا جائے۔ تبھی کلمہ شروع ہوتا ہے! اور اس ''لا'' کی مثال جو حضرت ابوطالب نے قائم کی وہ ڈھونڈنا مشکل ہے۔ دوسری عظیم مثال امام حسینؓ نے کربلا میں دی۔ قدرت ہوتے ہوئے بھی خود کو روکا۔ حضرت ابوطالب نے نہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت ہی کی بلکہ دین کی اشاعت میں بھی اپنا سب کچھ لگا کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آخری وقت تک ساتھ دیا۔

ہم حضرت ابوطالب کا کلمہ ڈھونڈنے میں لگے ہیں اُن کا کردار نہیں دیکھتے!! اب اُن کا کردار دیکھئے جنھوں نے بظاہر کلمہ پڑھا۔ لوگوں نے اُن کو جید اور جلیل القدر بھی کہا یہی کلمہ پڑھنے والے اور عبادت کرنے والوں نے مدینہ کے باہر مسجد ضرار بنائی۔ جسے اللہ ہی کے حکم سے توڑا گیا اور جلایا گیا! ایسے ہی عبادت گزار، کلمہ پڑھنے والوں نے غزوۂ تبوک میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہید کرنے کی کوشش کی! ایسوں کو آپ علی کے مقابل صفین میں دیکھو گے۔ امام حسنؓ کے خلاف دیکھو گے۔ کربلا میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لخت جگر کے قاتلوں کی شکل میں دیکھو گے!! ایسا کلمہ سننا چاہتے ہو؟

حضرت ابوطالب نے کلمہ نہیں پڑھا، یا کام میں کہی ہوئی بات کا ڈھول پیٹنے والوں نے اپنے تیز کانوں سے وہ بات سن لیا؟ لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہزاروں صحابہ کے سامنے اونچی جگہ سے علی کا ہاتھ اُٹھا کر علی کو مولا کہا تو یہی بہرے بن گئے؟ یہ ثبوت اِس

بات کا ہے کہ ایک دو نہیں ہزاروں دل کے دلوں میں اللہ رسول کی سچی محبت نہیں تھی اور سوچ میں بغض و کینہ تھا۔

حضرت ابو طالب نے آخری الفاظ یہی کہے تھے کہ میں عبدالمطلب کے دین پر قائم ہوں تو غلط کیا تھا! اُن کے گھر میں کونسے بُت تھے؟ کتنے بُت تھے؟ اُن کے کیا نام تھے؟ آپ نے حضرت ابو طالب کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے خصوصی طور پر وصیت کی تھی۔ اور حضرت ابو طالب بھی آپ کے بارے میں خوب اچھی طرح جانتے تھے۔ اب آپ یہ بتائیے کہ آپ نے کب کلمہ پڑھا؟ مسلمان کے گھر (مومن) جو پیدا ہو اُس سے پوچھو گے کلمہ کب پڑھا! کس نے سنا؟

اگر یہی ایمان ہے تو اپنی نمازوں میں درودِ ابراہیمی پڑھنا چھوڑ دو۔ کیوں پڑھتے ہو؟ کافر پہ درود کیوں بھیجتے ہو!! **اللھم صل علی محمد و علیٰ آل محمد** ہی پڑھنا۔ **اللھم صل علی محمد و علیٰ آل محمد** پڑھنا۔ وعلیٰ آلِ ابراہیم والا حصہ نہیں پڑھنا۔ جو پڑھتے ہو وہ مانتے نہیں! اور جو نہیں پڑھتے وہ مانتے ہو! پھر کیوں پڑھتے ہو؟ یہ دوغلا پن کیوں؟ اور اسی طرز پر آخری بات۔ کئی علما اس بحث میں لگے ہیں کہ امام حسن، حسین کے نام کے ساتھ علیہ لکھا جائے یا رضی اللہ؟ حد ہے جہالت کی!! میں یہ مانتا ہوں صلِ وعلیہ صلم کہوں۔ کیوں نہ امام حسنؑ، امام حسینؑ ورنہ پھر رسولؐ پر اور آلِ رسول پر درود کیا ہے!؟

شہرِ علم کے دروازے پر جاؤ اور اپنا علم، اپنی سمجھ ٹھیک کرا لو! آپؐ نے جب فرمایا ''میں علم کا شہر ہوں اور علی اُس کا دروازہ، جسے شہر میں آنا ہو وہ پہلے دروازے میں آئے۔'' تو سمجھو یہی قانون ہے! بغضِ علی میں لوگ دروازے پر جانے سے کتراتے ہیں اور اپنا الگ اجتہاد کرنے لگتے ہیں۔ وہ آپؐ کے بتائے ہوئے قانون کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ دل سے بغضِ علی نکالو اور علی آلِ رسولؐ کی محبت پیدا کرو۔ علم بھی آئے گا، علم کی سمجھ بھی۔ اتنا تو

سمجھتے کہ کوئی خاکی نوری علم کے مقابلے کہاں ٹھہرے گا۔

یہ کتاب خواجہ بطحا حضرت ابوطالب جو آپ کے ہاتھوں میں ہے اس دور میں اس کی اہم ضرورت تھی، محقق عصر اسیر اہلبیت حضرت علامہ شیدا کمالی صاحب جن کی کم وبیش ایک درجن کتابیں ملک و بیرون ملک میں پڑھی جارہی ہیں۔اس کو کتاب کو انھوں نے قوم کے سامنے پیش کیا ہے۔آپ اس کتاب کو پڑھیں اور اس پر غور وفکر کریں۔ مجھے امید ہے کہ آپ ضرور اس کتاب سے استفادہ حاصل کریں گے۔مولا تعالیٰ ہم سب کو پنجتن پاک علیہم السلام کے صدقے میں ایمان پر قائم رکھے اور ایمان پر خاتمہ فرمائے آمین۔ بجاہ سید المرسلین۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

فقط نور محمد خان سرگروہ

# آل انڈیا سنی حسینی مشن کمیٹی کا قیام

آ خرت کا تم ا نتظام کر و　　　بس حسینی مشن کا کام کرو

گھر میں آ ئے گی دوستو بر کت　　　ذ کر مولیٰ کا اہتمام کرو

کر بلا ٹر یڈ مارک ہے اپنا　　　ہر نگر ہر شہر میں عام کرو

اگر آپ میدان کر بلا میں ہوتے تو کیا کرتے؟ اک طرف آ قا حسین پاک علیٰ جدہٖ وعلیہ الصلوٰۃ والسلام ہوتے اور دوسری طرف یزید ملعون کی فوج ہوتی۔ دونوں آپ کو اپنی اپنی طرف بلاتے تو آپ کس کی طرف جاتے۔ آپ کہیں گے مولیٰ حسین علیٰ جدہٖ وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف۔ لیکن ہم اِس دنیا میں واقعہ کربلا کے چودہ سو سال کے بعد پیدا ہوئے اب کیا کریں۔ تو سنئے! مولیٰ حسین پاک علیٰ جدہٖ وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے میدان کر بلا میں ارشاد فرمایا تھا کہ جو شخص میرے بعد دنیا میں آئے گا اور میرے مشن کو آگے بڑھائے گا وہ میدان محشر میں میرے ساتھ ہوگا۔ اسی بات کے مدّنظر آل انڈیا سنی حسینی مشن کمیٹی عمل میں آئی ہے۔ تا کہ مولیٰ حسین پاک علیٰ جدہٖ وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھیوں کی طرح لوگوں کو متحد کیا جاسکے۔ اور امن وسلامتی قائم کیا جاسکے، اور زیادہ سے زیادہ لوگوں تک امام پاک کا صحیح پیغام پہونچایا جاسکے۔

اگر آپ اس سنی حسینی مشن میں ممبر بننا چاہیں تو اس نمبر پر رابطہ قائم کریں۔

9819263317